اللہ جل جلالہ کے شاہکار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



ملک التحریر

علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا

اللہ کے شاہکار محمدؐ

ملک التحریر علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	اللہ کے شاہکار محمد
مصنف	علامہ عبدالحق ظفر چشتی
سال اشاعت	دسمبر 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 34
قیمت	-/175 روپے

ملنے کے پتے

فہرست مضامین

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں تے لکھ ساں، لکھوں وی بہت ہولا
تیرے کرم سائیاں، مینوں لکھ کیتا
تساں لکھ کیتا تے میں لکھ بن کے
تہاڈے واسطے کدے نہیں لکھ کیتا
وڈیاں جگریاں والیو فیروی تساں
اپنے کرم توں کدے نہیں وکھ کیتا
سردار انج تے کوئی وی نہیں کردا
جیویں تساں غریباں دا پکھ کیتا

سردار احمد سردار رحمۃ اللہ علیہ
فیصل آباد

یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میریا مہرباناں نالے قدر داناں
بڑے کرم کمائے نی بھلا ہووی
ککھاں وچ پئے رلدے سن بخت میرے
ککھوں لکھ بنائے نی بھلا ہووی
کلر شور زمین ساں مہرباناں
بوٹے کرم دے لائے نی بھلا ہووی
سارا پتہ اے سردار میناں کیتیاں دا
پردے عیباں تے پائے نی بھلا ہووی

سردار احمد سردار رحمۃ اللہ علیہ
فیصل آباد

انتساب

اس مولے موچی کے نام

جو ہر عالم دین، ہر بزرگ، ہر پیر، فقیر سے پوچھتا رہتا تھا۔

مولوی جی!

پیر جی!

بزرگو!

ذرا یہ تو بتائیں کہ

جب حشر کے میدان میں سرور کائنات، شفیع المذنبین، رحمت للعلمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنے دامن رحمت میں لے کر اپنی شفاعت

کی خیرات بانٹ رہے ہوں گے تو کیا ان کے غلاموں میں کہیں مولا

موچی بھی ہوگا۔

اعتراف عجز

اللہ کے شاہکار محمد ﷺ کی حقیقت سے کوئی کافر ہی انکار کر سکتا ہے۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے اس عظیم شاہکار ربوبیت کو دیکھنے کی آنکھ تو فقیر کے پاس بھی نہیں۔ لیکن مجھے اس چاند کو دیکھنے والوں کی بینائی پر اعتماد ہے۔ جو دیکھتے بھی رہتے تھے اور ان کا جی نہ بھرتا تھا اور آنکھ تک نہ جھپکتے تھے اور جب پردہ فرما ہوئے تو انہوں نے ان آنکھوں سے کسی اور کو دیکھنے کی تمنا ہی کھودی اور اللہ تعالیٰ سے آنکھوں کی بینائی سلب کرنے کی درخواست کردی جو درخواست منظور کر لی گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان کا بیان کردہ ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔ انہوں نے صادق الصدقین کی آنکھ کا فیض پایا اور صدیقین میں شمار ہونے لگے۔ میں زمانے بھر کا جھوٹا ان کی صداقت پر حرف کیسے رکھوں۔ ان کے ارشادات کی روشنی میں حروف کی مالا سجا کر لایا ہوں اس امید پر کہ میری فرد عمل کی گٹھڑی کو از راہ لطف وکرم عصیاں پوش کملی میں چھپا لیں۔

امیدوار شفاعت
محمد عبدالحق ظفر چشتی
مصطفیٰ آباد۔ لاہور

حرف التجا

بعد مرنے کے ہے یہ تمنا میری
کاش بھولے نہ دنیا یہ خواہش میری
یار آتے رہیں نعت پڑھتے رہیں
قبر میں بھی میرا دل بہلتا رہے

کسی پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی عطا فرما کر پشیمان نہ ہونے والے، ہاں وہی، محبوب ذات الٰہی ﷺ جن کی محبت ہی ایجاد عالم کا سبب بنی ان سے عرض ہے کریم و شفیق مولا! میں خاکی، آپ نوری، میں آپ کا ہم جنس نہیں ہوں لیکن عطا کے لئے ہم جنس ہونا ضروری نہیں۔ میں بدترین شور زمین، آپ بہترین ابر بہار، اس زمین کو اپنے ابر بہار ہونے کے صدقے آنسوؤں کی خیرات عطا فرما۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گرمی آجائے گی
تیرے دریاء کرم میں کیا کمی آجائے گی

دعا میں گریہ نہ ہو تو جو چیز اس میں رکاوٹ ہو اس کو دور کردینا چاہئے یعنی غفلت جب منزل کی طرف دل کی پشت ہو تو وہ جتنا دوڑے گا دور ہی جائے گا۔ قرب تو اس کی قسمت میں نہ ہوگا لیکن آقا! مجھے آپ اپنے قریب کرلیں، میرے دل کا رخ ہی بدل دیں اس کا رخ صرف آپ کی طرف ہو، پھر

میں جب دیکھوں، جدھر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہوجائے

آقا! ہماری تو ساری عادتیں ہی بری ہیں۔ ہم پھول کیسے بنیں۔ تو! ہم کانٹوں کو پھولوں کا حسن عطا فرما۔

اے انگلی کے اشارے سے آسمان پر چمکتے چاند کو چیر کر رکھ دینے والے آقا! تیرے پنجے کی طاقت کا کیا کہنا۔ ہم بھی ایک اشارۂ کرم کے طالب ہیں تیری ایک ہلکی سی نگاہ سو کروڑ کے لئے کافی ہے۔ تیرے سامنے ہمارے دل کی حیثیت ہی کیا ہے۔

طیبہ کی گھٹا ٹوٹ کے برسے میرے مولا
جب تک یہ زمیں روح کی سیراب نہ ہولے

میرے آقا! طب و حکمت ہر مرض کا علاج کر سکتی ہے لیکن مرض عشق کے جنون کا اس کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔ یہ تو وہ بیماری ہے اگر کسی طبیب کو لگ جائے تو وہ بھی اپنے خون کے آنسوؤں سے اپنی طب کی تمام کتابیں دھوڈالے۔

اے سب کو عطا کرنے والے اور سب کچھ عطا کرنے والے، میرے کشکول میں اپنی محبت، اپنے عشق، اپنے جنون، اپنی لگن اور اپنی جوت اور اپنے پیار کی ایک بوند کی خیرات ڈال دے پھر یہی تیرا پیار یہی تیرا عشق و جنون میری ساری نیندیں حرام کردے، مجھے ہر نشے سے بے نیاز کردے، میری سوچ میں اور میری فکر میں، صرف تیری ذات ہو، میرے خیالوں اور میرے سپنوں کا راجا صرف ''تو'' ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور سے تجلی ذات الٰہی سے مستنیر ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ کی بیوی آپ کے چہرے کے انوار و تجلیات کے وفور کو برداشت نہ کر سکیں اس نور کی تاب ان کی آنکھوں کا نور اچک کر لے گئی لیکن وہ بینائی چھن جانے پر افسردہ نہ ہوئیں بلکہ اس کی لذت سے مسرور ہو کر کہنے لگیں مولا! بصارت چھن جانے پر دکھ نہیں، بصیرت ہاتھ آنے کی خوشی ہے۔ کرم کر! اپنی عطا کردہ بصیرت اور اس بصیرت سے ملنے والی لذت کو سلامت رکھ۔

سکھ بھی مجھے عزیز ہے دکھ بھی مجھے عزیز
سکھ بھی عطاء دوست ہیں دکھ بھی عطاء دوست

اللہ تعالیٰ کو حضرت صفورا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ادا پسند آئی اور ان کو ان کی بصارت بھی

واپس لوٹا دی۔

اے جلوۂ طور! اے تجلی رب بن کر کوہ طور پر چمکنے والے آقا! ہم اندھوں کو بصارت موسوی بھی عطا ہو اور بصیرت صفورا بھی ہمارجھولی میں ڈال دے۔

من نخواہم جاہ و دنیا طمطراق
درد خواہم، سوز خواہم، اشتیاق

بھلوٹ شیرا، لالہ موسیٰ گجرات کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ چھوٹا سا گاؤں لیکن اس میں رہنے والی شخصیات کے وجود نے اسے بڑی بڑائی بخشی ہے۔ حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب سبحان اللہ کیا نستعلیق شخصیت ہیں۔ مہر و مروت، شفقت و الفت، لہجے کی مٹھاس، شیرے کی شرینی سے بھی زیادہ تر۔

انہیں دیکھا تصدق کر دیا دل
کسی کو کیا، میری آنکھیں میرا دل

ایک دن فرمانے لگے چشتی صاحب ہمارے گاؤں میں ایک موچی ہے لوگوں کی جوتیاں گانٹھتا اور مرمت کرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی عالم دین، کوئی پیر، فقیر یا کوئی اللہ والا آجائے یا وہ خود کہیں ایسی شخصیت کے پاس چلا جائے تو وہ ان سے پوچھتا ہے، مولوی جی! پیر جی! ذرا یہ تو بتائیں جب حشر کا میدان ہوگا حضور ﷺ اپنے غلاموں میں حوض کوثر سے آب کوثر بانٹ رہے ہونگے، شفاعت کی خیرات بٹ رہی ہوگی، حضور ﷺ کے غلام آپ کے سایہ کرم میں پناہ لے چکے ہوں گے تو کیا وہاں آپ کے غلاموں میں کہیں مولا موچی بھی ہوگا؟

مولا موچی یہ بات پوچھتا ہے پھر اس کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگتی ہیں اور حاضرین کی آنکھیں بھی بھیگ جاتی ہیں۔ سائل اور مسئول عنہ دونوں کی توجہ کا رخ سیدھا اس منزل شفاعت کی طرف ہو جاتا ہے جس کی طرف ہر گنہگار للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہتا ہے۔

اگر مولا موچی، مجھے ملتا تو میں اسے تسلی دیتا اے مولا موچی تو وہاں یقیناً ہوگا۔ کیونکہ

راجہ رشید محمود نے کہا ہے کہ

تو راجہ ایں یا کمی ایں ناں لیندا رہو سرکار دا
کرم فرماؤندیاں اونہاں کدے وی ذات نہیں پچھی

اے مولا موچی جیسے لوگوں کو بھی سینے سے لگانے والے! میں نے تیرے گیت گائے ہیں۔ ان گیتوں میں سر ہے نہ گیان تو ان گیتوں میں رس بھر دے۔

میرے یہ گیت، تیری ثناء کے گیت، تیری شان بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ اپنی شان بڑھاتے کے لئے گائے ہیں جو پڑھے، جو سنے وہ بار بار پڑھے، بار بار سنے، وہ جب تک پڑھتا رہے گا سنتا رہے گا اس کی نسبت تجھ سے قائم رہے گی وہ روشن رہے گا، تابندہ رہے گا۔ میرے لئے یہی بڑا انعام ہے۔

ثناخواں میں ازل سے ہوں، ثنا خوانی ابد تک ہو
میں سائل ہوں بھکاری ہوں، گدا مانگے نظر ان کی
انہی کے در کا کھاتا ہوں، انہی کے گیت گاتا ہوں
ظفر ان کا، بھرم ان کا، عطا ان کی، نظر ان کی

محمد عبدالحق ظفر چشتی
مصطفیٰ آباد لاہور۔
تاریخ: یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
۱۸، اپریل ۱۹۹۹ء

بہار کی آمد

میں ایک بندہ بہت ہی گندہ جو نفرتوں میں گھرا ہوا تھا
میں معصیت کی عمیق دلدل میں گر چکا تھا پھنسا ہوا تھا
لطافتوں کے حسین چہرے، سب بھول بھلیوں میں گم ہوئے تھے
کثافتوں کے غبار میں، اٹا ہوا تھا پٹا ہوا تھا
میری فرد عمل نہ پوچھو، سیاہ تھی اتنی کہ کیا بتاؤں
اور اس پہ طرفہ تماشہ یہ تھا کہ کبر و نخوت سے بھر چکا تھا
میری سوچوں کے زاویوں میں کوئی بھی نہ تھا جو قائمہ ہو
تھے جتنے رستے بھی ٹیڑھے میڑھے انہی کا رسیا ہو چکا تھا
نہ جانے میری انا کی دولت کہاں گئی تھی کہ تھی نہیں تھی
ہزار چوکھٹ کا روز سجدہ، میری جبیں پہ سجا ہوا تھا
میں چھوٹی باتوں میں یوں الجھتا کہ جیسے صدیوں کی دشمنی ہو
خصومتی کے خبیث جھگڑ سے پٹ چکا تھا حشر ہوا تھا
میں زندہ در گور کرتا بیٹی میں پدری شفقت سے خالی داماں
اجل آئی نہ برسے پتھر، حبس سا عالم پہ چھا چکا تھا
ماں کی ممتا تو ہوتی ہوگی ہاں میری حالت نہ گفتنی تھی
وراثتوں میں میں پاکے اس کو میں اپنی بیوی بنا چکا تھا
خیر و شر کی تمیز کیسی میں وہ بشر تھا کہ شر ہی شر تھا
شیطنت کا میں بن کے خنجر جسم انساں میں گڑ چکا تھا
میں آبروؤں کی سرزمین پر ملمع سازی کے لے کے طرے
اپنے سر بھی اس کے سر پر سجا رہا تھا سجا چکا تھا

اے میرے ہمدم جبین غیرت سے آشنائی نہ تھی کسی کو
سوچیں الجھی خیال بکھرے توہمات کا آسرا تھا
بگڑ بگڑ کر تھا اتنا بگڑا کہ کتنی نسلیں بگاڑ کر بھی
دل یہ چاہے کہ اور بگڑوں میں اور بگڑا ہی جا رہا تھا
کہ اک طرف سے گھٹائے رحمت چھائی ہر سو اور خوب برسی
ڈھل گیا پھر جہاں کا چہرہ، نفس نفس پہ بہار آئی
ازل سے پیاسی جو سرزمین تھی وہیں پہ ابر بہار برسا
کلیاں مہکیں، شگوفے پھوٹے، چمن میں ہر سو بہار آئی
میں نے پہلے پہل جو دیکھا کہ برسا ابر کرم کا چھینٹا
تو خنکی اس کی نہ راس آئی بلکہ دل پہ غبار لائی
اس مزکی، غبار دل کا، بڑی محبت سے صاف کر کے
مجھ کو دنیا نئی دکھائی، یہ دنیا مجھ پہ نکھار لائی
پہلے بیٹی تھی بار خاطر اب ہے دل کی بہار بیٹی
وہ عصمتوں کی ردا میں لپٹی وہ عزتوں کی بہار لائی
وقار جھوٹے کی جھوٹی ٹوپی، میرے سر سے اتار پھینکی
خودی نے سر پہ سجائے سہرے خودی ہی مجھ میں نکھار لائی
مجھ سے میرے خدا کا رشتہ، انہوں نے جوڑا کچھ اس طرح سے
کہ مجھ میں میرا رہا نہ کچھ بھی ہاں ذات والا تبار چھائی
نام ان کا جو لب پہ آئے تو قدسی ، چومیں لبوں کو بڑھ کر
سجی جو محفل حبیب رب کی تو قدسیوں کی قطار آئی
میں نام لینے لگا ہوں ان کا نیاز مندی سے سر جھکا لو
درود پڑھ لو سلام پڑھ لو وہ رحمتوں کی پھوار آئی

قسیم بھی وہ، جسیم بھی وہ، نسیم بھی وہ، وسیم بھی وہ
شفیع اعظم، مطاع مطلق، کرم سے جھولی بھری ہوئی ہے
اسم اعظم میں خاصیت ہے مٹھاس بھرتا ہے جسم و جاں میں
کیف آور، سکون پرور، جبین عالم جھکی ہوئی ہے
محمد ﷺ ان کا ہے نام نامی، امین عظمت بڑا گرامی
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے
انسانیت کے تڑپتے لاشے کو پھر سے جینے کا ذوق بخشا
جینا ایسا کہ بعد مردن بھی جینے ہی کی لگی ہوئی ہے
عربی، عجمی و رومی شامی کے بکھرے دانوں کو یکجا کر کے
بنا دی پیاری سی ایک مالا، یہ مالا کتنی سجی ہوئی ہے
صنم کدوں کی غلیظ دنیا، لٹی پٹی تھی خزاں کی زد میں
خدائے واحد کی پاک سردل، اٹھی ہوئی ہے بسی ہوئی ہے
میری تمنا ہے پاؤں چوموں میں اس کی راہ کا غبار بن کر
میرے قدموں میں کہکشاں بھی لا کے جس نے دھری ہوئی ہے
تڑپنا میرا گراں ہے جن پر انہیں سے معروض ظفر چشتی
کہ بارعصیاں سے کمر میری، میرے آقا جھکی ہوئی ہے
میرے آقا غلام تیرا پھر سے شیطاں کے جال میں ہے
اپاہجوں کی طرح سے آقا، میری دنیا گری ہوئی ہے
میں پھر سے بگڑا ہوں اس طرح سے کہ جی یہ چاہے میں اور بگڑوں
سنبھالو آقاء کرم گستر کہ دنیا میری لٹی ہوئی ہے
میں ضدی بچوں کی طرح مولا میں روز منکر میں روز مانوں
نہ دست شفقت کہیں میسر کوئی بے بسی سی بے بسی ہے

عبدالحق ظفر چشتی

میرے نبی کے نام

ہمارے کریم وشفیق، رحیم ورؤف آقا محمد ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔ یہ اسم ہمایوں عقیدتوں کو ایک طرف رکھ کر بھی دعوت محبت دیتا ہے اس کا مادہ ہی تعریف سے عبارت ہے۔ از آدم تا عیسیٰ علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی عظیم شخصیت کا نام محمد ﷺ نہیں اور شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جس کا اسم گرامی ان کی عظمت ان کے رتبے اور ان کے عہدے سے مسمّیٰ ہو۔ ہمارے والد ماجد کا اسم گرامی آدم ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے گندمی رنگ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول معظم ہیں اور ان کے اسم گرامی کے معنی میں بھی ان کی شان اور قدرت ومنزلت کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ اس نام کے معنی آرام وسکون کے ہیں۔ شاید یہ نام ان کے والدین نے اس لئے رکھا ہو کہ بیٹا پوری زندگی آرام وسکون سے رہے یا ان کے والدین گرامی نے ان کو سکون، چین اور آرام سے پرورش کیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوئے اور اعلان نبوت کے بعد چند دن، چند مہینے یا سال نہیں صدیاں بیت جاتی ہیں۔ توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ میں اور دس صدیوں پر محیط طویل مسافت تبلیغ میں جو کرب سرکار نے برداشت کئے ہیں وہ ان کی اس دعا سے ظاہر ہیں جو انہوں نے اپنی امت دعوت کے حق میں کی کہ اے اللہ ان مشرکین کا وجود تک ختم کر دے۔ یہ کبھی بھی تیرے نام لیواؤں میں اور فرمانبرداروں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ کا اسم گرامی آرام کے تصورات کو ظاہر کرتا ہے جبکہ صدیوں تک مشرکین کے ظلم وستم کا شکار رہتے ہیں۔

حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام یعنی ہشاش بشاش چہرے والے۔ سبحان اللہ۔ ضاحک۔ یعنی ہنس مکھ، خوبصورت لوگوں کے خوبصورت نام۔ ماشاء اللہ۔ یہ اسم گرامی یقیناً اس لئے ہوگا کہ آپ کے چہرۂ انور سے مسکراہٹیں بکھرتی رہتی ہوں گی لیکن یہ اسم گرامی آپ

کے منصب وعہدہ نبوت اور فرائض نبوت کا ہرگز عکاس نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اسم مبارک کے معنی ہیں بعد میں آنے والا۔ چونکہ آپ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ جڑواں اور توام پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عیسو پہلے اور آپ بعد میں۔ اس لئے آپ کا نام یعقوب رکھ دیا گیا۔ بتایئے آپ کی نبوت آپ کی شان آپ کی منزلت اور آپ کے مرتبے کا کوئی ہلکا سا اشارہ بھی اس اسم گرامی میں کہیں پایا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی اس وقت رکھا گیا ہوگا جس وقت آپ کو پانی سے نکالا گیا۔ یعنی وہ بچہ جو پانی میں بہتا ہوا ہاتھ آیا اس کو موسیٰ کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کتنی بلند شخصیت ہیں۔ قرآن پاک کے تیس پاروں میں تقریباً تقریباً اٹھائیس پاروں میں کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی حوالے سے آپ کا اسم گرامی آ ہی جاتا ہے۔ سبحان اللہ، لاکھوں سلام ہوں اس نام والے پر، ان کی ماں پر، ان کی بہن پر اور ان کی تمام محنتوں اور کاوشوں پر جو آپ نے بنی اسرائیل کی آزادی کے لئے فرمائیں اور اپنے منصب نبوت کو جس کمال خوبصورتی سے دیگر انبیاء کرام کی طرح سرانجام دیا اس پر بھی لاکھوں عقیدتوں، محبتوں کے سلام ہوں۔ لیکن آپ کے اسم گرامی میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی کہیں موجود نہیں جو آپ کی شان اور قدر و منزلت کا غماز ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اسم گرامی خود اللہ تعالیٰ نے آپ رکھا۔ آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جو حضرت مریم کے حجرے میں بے موسم پھل دیکھ کر اپنے انتہائی بڑھاپے میں بے موسم پھل اولاد کی تمنا کرتے ہیں۔ اسی محراب میں دعا کے دوران ہی دعا قبول ہونے کا مژدہ ملتا ہے۔ وہیں اس نومولود بچے کے نام سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں بوڑھے باپ کی تمناؤں اور خواہشات کا ترجمان اور آپ واقعی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں سید ہیں حصور ہیں لیکن ذرا تھوڑے سے اجنبی ہو کر غور کر کے دیکھو اس اسم گرامی میں کہیں ان کے مقام و مرتبہ کی کوئی عکاسی ملتی ہے۔

سلسلہ نبوت کے وہ آخری تاجدار جن کے بعد صرف اور صرف خاتم الانبیاء والمرسلین

ﷺ نے ہی تشریف لانا ہے ان کا نام عیسیٰ سرخ رنگ والا۔ چہرہ گل گوں، گلاب سا سرخ اور نکھرتا چہرہ، یہ نام ہمایوں، ان کے چہرے کے خدوخال کو ظاہر کرتا ہے لیکن مقام ومنصب کی طرف اشارہ کرنے میں یہ نام بھی خاموش ہے۔

یہ صرف میرے کریم آقا ﷺ کا اسم گرامی ہے جو ہر اعتبار اور ہر نوع سے انوکھا بھی ہے، نرالا بھی، حسین وجمیل بھی، ارفع و اعلیٰ بھی، دشمن کے منہ سے بھی نکلے تو اوصاف کا اعتراف کرتے ہوئے آخراسے محمد ہی کہنا پڑتا ہے ﷺ۔ یعنی وہ قابل تعریف وتوصیف شخصیت جس کی بات ہونے والی ہے۔

یقیناً یہی بات تھی جو مشرکین مکہ کو سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ ہم کتنے احمق ہیں پہلے اسے محمد ﷺ کہہ لیتے ہیں پھر اسے مجنون، ساحر، دیوانہ، جادوگر نہ جانے کیا کیا کہہ جاتے ہیں۔ یہ تو تھوک بن کر خود ہمارے ہی منہ پر آ گرتا ہے اور چاند مزید نکھر کر اور اجلا نظر آنے لگتا ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنی خفت مٹانے اور اپنی حماقت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور حماقت کر ڈالی اور آپ کو محمد ﷺ کی بجائے مذمم کہنے لگے۔ نعوذ باللہ۔ جب باہمی گفت وشنید میں آپ کا ذکر آتا تو آپ کا مقدس نام لینے کی بجائے مذمم کہتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کو علم ہوا تو تلملا کر رہ گئے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا نیزوں کی انیوں، زہر بھرے تیروں، دہکتے انگاروں پر لیٹنا، گلے میں رسیاں کس کر گھسیٹنے کی تکالیف تو قابل برداشت تھیں یہ زبان کے تیر کہ آپ کا اسم گرامی ہی بدل دیا یہ برداشت سے باہر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب وہ کسی مذمم کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور کسی مذمم کی شان میں ہی گستاخیاں کرتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محمد ہیں ﷺ۔

سبحان اللہ کیا خوب بات ہوئی اور اس میں قدرت کی طرف سے ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ کفر کی ناپاک زبان سے یہ مبارک اور مقدس نام بھی بچا لیا کہ ان کی زبانیں اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضور سرور کائنات ﷺ کے اسم گرامی کو ادا کر سکیں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

محمد ﷺ حمد سے اسم مبالغہ ہے۔ یعنی ایسی ذات جو شان و تکریم رفعت شان و منزلت، رفعت ذکر اور جود و سخا کے استلزام کے ساتھ ہمہ وقت، ہمہ جہت محمود ہو۔ اس اعتبار سے آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں کہ قرآن پاک کا حرف حرف آپ کے اوصاف حمیدہ، صورت و سیرت، اخلاق کریمانہ اور مقامات رفیعہ کا ذکر کرتا ہے۔

آپ فرشتوں کے ہاں بھی محمود ہیں کہ اِنَّ اللہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (الاحزاب:56) گواہ ہے۔ یُصَلُّوْنَ کا فعل مضارع ہونا استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تخلیق اول سے تسلسل کے ساتھ آپ کی تعریف و توصیف میں مصروف ہیں۔ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کی تعبیر بخاری شریف میں موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں صَلٰوۃُ اللّٰہِ اَیْ ثَنَاؤُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلٰئِکَۃِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثنا بیان کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اس کے محبوب ﷺ کے لئے اسی سے اس کی شان و منزلت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

آپ انبیاء و مرسلین کے ہاں بھی محمود ہیں۔ قطب آسمانی میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے اوصاف موجود تھے۔ وہ خود بھی انہیں پڑھتے اور اپنے امتیوں کو بھی پڑھ کر سناتے۔

آپ اہل زمین کے ہاں بھی محمود ہیں۔ دنیا میں جو بھی آپ کا ذکر کرے گا وہ پہلے آپ کے محمد ہونے کا اعتراف کرے گا ﷺ۔ پھر بات کرے گا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

گویا "محمد" ﷺ وہ ہیں جن کی حمد و ثنا تمام زمینوں، تمام آسمانوں کی ساری مخلوقات میں سب سے بڑھ کر ہوتی ہے بلکہ "محمد" ﷺ ہی وہ ذات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر ذات سے بڑھ کر تعریف فرمائی ہے اس لئے مخلوق خدا میں آپ سب سے بڑھ کر محمود و ممدوح ہیں۔

اس اسم گرامی میں ایک پیشین گوئی بھی پوشیدہ ومخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم الغیب و الشہادۃ پروردگار عالم کی طرف سے جملہ عالمین اوران کے عوامل کے لئے یہ بات واضح ہو کہ اس نام گرامی کے نام والی شخصیت کی تعریف وثنا سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ تسلسل کے ساتھ،تواتر کے ساتھ،ابداالآباد تک جاری وساری رہے گی۔ان شاء اللہ

بلکہ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہ ارشادفرمایا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کیونکہ محمد ﷺ اللہ کی حمد کریں گے اور اللہ کی تعریف کرے گا۔باقی سب فنا ہوجائیں گے۔

جب کائنات کی ہر چیز فنا ہوجائے گی اور پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا اس کی تعریف کرنے والا اوراس کی حمدوثنا میں مصروف ہونے والا کوئی زندہ نہ رہے گا لیکن حضرت محمد ﷺ کی تعریف وتوصیف کرنے والے،ان پر رحمتیں بھیجنے والے،آپ کے خالق و مالک کوفنا نہیں۔وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔وہ حی وقیوم ہے وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔وہ زندہ حقیقت ساری کائنات کوزندہ وفنا کرنے والا ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعریف کرنے والا ہے جس کوفنا نہیں لہٰذا وہ وقت جب کوئی زندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا کوئی نہ ہوگا اس وقت بھی وحدہ لاشریک،اللہ الصمد اور حی قیوم آپ کی تعریف کرنے والا موجود ہوگا۔اس وقت بھی آپ کی تعریف وتوصیف جاری وساری رہے گی اس لئے آپ کو محمود کہا گیا ہے کہ پوری مخلوق میں آپ سا محمود وممدوح کوئی نہیں ہے۔

یہی "محمد" ﷺ ہیں جن کا مقدس ومطہر ومعطر نام کروڑوں کھربوں انسانوں کی زبانوں،دلوں اور دماغوں پر حکومت کررہا ہے۔یہی وہ محمد ﷺ ہیں جن کی نوبت شاہانہ پوری کائنات میں دن میں پانچ مرتبہ مساجد کے بلند میناروں سے بلند ہوتی اور گونجتی رہتی ہے۔

مجھ سے تو ہو نہ سکے پیکر دلبر کا بیان
یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

تقویم کے ماہرین نے پوری کائنات کے اوقات کی ترتیب کو سامنے رکھ حساب لگایا

8/537

ہے جس کی تفصیل کا ذکر یہاں مناسب نہیں اور ہمارے موضوع کا حصہ بھی نہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پوری کائنات میں کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں جب کہیں نہ کہیں اذان نہ ہو رہی ہو اور جہاں بھی جب بھی جیسے بھی اذان دی جا رہی ہوگی اللہ تعالیٰ کے محمود و ممدوح، فرشتوں کے محمود و ممدوح انسانوں کے محمود و ممدوح، جنات کے محمود و ممدوح کی شہادت رسالت کا ڈنکا ضرور بج رہا ہوگا۔

قلم کا شام و سحر ایک ہی وظیفہ ہے
کہ بار بار محمد ﷺ کا نام لکھتا ہے

یہی محمد ﷺ ہیں جو اپنی ذات میں بھی محمد ﷺ ہیں۔ اپنی صفات میں بھی محمد ﷺ ہیں اور اپنے اعمال و کردار میں بھی محمد ﷺ ہیں۔ یہی وہ محمد ﷺ ہیں جن کی تعلیم کی وسعتیں مشرق و مغرب، جنوب و شمال اور بحر و بر کی آخری سرحدوں کو چھو رہی ہیں۔ بے شک وہ ذات محمد ﷺ ہے۔ جن کا نام بھی محمد ﷺ ہے اور ان کی جملہ صفات بھی محمد ﷺ ہیں۔

زہے تاثیر، ان کا نام نامی جب لیا جائے
زبان کو لازماً صلی علیٰ کہنا ہی پڑتا ہے

دنیا میں شاید ہی کوئی شخصیت ہو جس کا نام جمیل ہو، شکیل ہو، حسین ہو اور وہ واقعی جمیل و حسین بھی ہو اگر وہ ہو بھی تو زیادہ سے زیادہ اس کی آنکھ حسین ہوگی، رخسار، خوبصورت ہوں گے، گلاب سی پنکھڑیوں سے ہونٹ ہوں گے اس لئے اس جمیل کو اگر اسم با مسمیٰ بھی کہیں تو اس کی آنکھ جمیل ہوگی، بینی یعنی ناک جمیل ہوگی، ہونٹ جمیل ہوں گے لیکن اس کے پورے جسم کے ہر حصے کو جمیل نہیں کہہ سکتے۔

لیکن ہمارے کریم، ہمارے ممدوح، ہمارے محمود ''محمد'' ﷺ اللہ کے محمود، محمد ﷺ فرشتوں کے ممدوح و محمود، محمد ﷺ ازازل تا بہ ابد محمود ممدوح محمد ﷺ، سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک پورے جسم کا ایک ایک حصہ، ایک ایک عضو محمد ﷺ

ہے۔آپ کے لب محمد ﷺ ہیں۔آپ کے کان محمد ﷺ ہیں کہ دور ونزدیک سے سنتے ہیں آپ کا لعاب دہن محمد ﷺ ہے کہ اس کی تخلیق میں ندرت اور انوکھا پن ہے، ہر تھوک بیماریاں پیدا کرتی ہے یہ تھوک بیماروں کے لئے شفا اور زہر کے لئے تریاق ہے۔آپ کا دست کرم محمد ﷺ ہے، آپ کی انگلیاں محمد ﷺ ہیں۔غرض آپ کے جسم طیب واطہر کا ہر عضو، ہر حصہ، ہر جوڑ محمد ﷺ ہے۔

آنکھیں: آنکھیں کس کی نہیں، نرگسی آنکھیں، ہرن کی سی حسین وجمیل آنکھیں، مدھ بھری آنکھیں، جن کے ایک ایک غمزہ سے لاکھوں دل گئے۔اس کے باوجود ایسی تمام آنکھوں میں چند نقائص ضرور ہوں گے کہ وہ صرف سامنے دیکھ سکتی ہیں، اپنے پیچھے نہیں دیکھ سکتیں۔وہ صرف ظاہر دیکھ سکتی ہیں باطن نہیں، وہ سب مخلوق دیکھ سکتی ہیں خالق کو نہیں۔ایسی آنکھ والوں کا نام لاکھ ''جمیل''، ''شکیل''، ''حسین'' رکھ لو کون روک سکتا ہے۔شخصیت کو ان ناموں سے پکارنا چاہو پکار لو لیکن ان نقائص کی وجہ سے ان آنکھوں کو یہ خوبصورت نام نہیں دیئے جا سکتے۔

آیئے اس عظیم شخصیت کی طرف جن کا نام محمد ﷺ ہے تو ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اس لئے کہ ان کی آنکھ میں یہ نقص ہرگز نہیں وہ جیسے سامنے دیکھتی ہے ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتی ہے۔جیسے ہمارے ظاہر کو دیکھتی ہے ایسے ہی ہمارے باطن کی کیفیات خشوع خضوع کو دیکھتی ہے۔جیسے وہ مخلوق کو دیکھتی ہے اس سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں اپنے خالق کو دیکھتی ہے۔آپ نے فرمایا رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ کہ میں نے اپنے رب کو بہترین شکل وصورت میں دیکھا۔

معصوم تھیں شکیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی
انصاف کی دلیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی
ہاں رحمتوں کی جھیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی

دنیا کو جو شعور کا رستہ دکھا گئیں
انسان کو رحیم کا جلوہ دکھا گئیں

انگلیاں: انگلیاں کس کی نہیں سب کی ہیں۔ چھوٹی بڑی، خوبصورت اور نازک۔ لیکن کتنی بھی حسین ہوں کیا ان میں اتنی طاقت ہوگی کہ وہ انگلیوں سے چشمے جاری کر دیں، چاند کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور پھر اسی طرح جوڑ بھی دیں۔ ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹا دیں۔ اگر ایسا نہیں تو وہ کتنی بھی اعلیٰ ہوں نازک ہوں، خوبصورت ہوں، ان کا نام شخصیت کے نام کی طرح جمیل نہیں رکھا جا سکتا البتہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی انگلیاں ایسی ہیں کہ ان کو ان کی ذات کی شخصیت کی طرح محمد ﷺ کہا جا سکتا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

انگلیاں پائیں وہ پیاری جن سے دریائے کرم ہے جاری
جوش پر آتی ہے جب غمخواری، تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت)

چہرہ: ایک سے بڑھ کر ایک حسین چہرہ دیکھتے ہیں تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے۔ دوسرا دیکھتے ہیں پہلا بھول جاتا ہے۔ یوں ساری کائنات میں لاکھوں، کروڑوں، اربوں چہرے ایک سے ایک بڑھ کر حسین، دنیا بھر کی شاعری کا حسن انہی چہروں کے حسن کے گرد گھومتا ہے۔ رنگ، تغزل میں حسن اسی حوالے سے ہے۔ عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، چینی، فرانسیسی، اردو، پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، غرض کونسی زبان ہے جس میں کسی نے اپنے مطلوب و محبوب کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے۔ کسی کے محبوب کو اس کی نظر سے کیسے گرا سکتے ہو۔ جس نے جس کا نقشہ آنکھوں میں جما لیا ہو وہ اسی کا ہو کر رہ گیا۔

ان تمام حسین چہروں کو مخلوق نے دیکھا۔ کبھی حق دیکھا اور سچ دیکھا، کبھی دیکھا تو دھوکا

کھا گئے یا ایک وقت دیکھا تو فریفتہ ہو گئے۔ دوبارہ دیکھا تو دیکھنے کو جی نہ چاہا یا پہچان ہی نہ سکے۔ نرگسی آنکھوں پر فدا ہوئے تھے بعد میں دیکھا تو بھنچ گئیں۔ گلاب سے رخسار دیکھے تھے پھر دیکھا تو گال پچکے ہوئے تھے۔ پنکھڑی کو شرماتے ہونٹ دیکھے تھے دوبارہ دیکھا تو بالکل ہی بیٹھ گئے۔ کالی سیاہ زلفوں کی زنجیر میں دل الجھا بیٹھے تھے دوبارہ دیکھا تو زلفیں ہی جھڑ گئیں اور سوائے ٹنڈ کے اب کچھ نظر نہیں آتا۔

ایسا چہرہ بھی کیا چہرہ ہوا جس کو مخلوق نے دیکھا تو جب بھی دیکھا مختلف انداز میں دیکھا۔ کبھی فدا ہو گئے کبھی جدا ہو گئے، کبھی قربان ہو گئے، کبھی نافرمان ہو گئے، کبھی دل دے بیٹھے، کبھی دل ہی گھر چھوڑ آئے۔ جس میں یہ سارے نقائص موجود ہوں اس چہرے کو آپ جمیل کہہ لیں ہم تو نہیں کہتے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

میں آپ کو ایسا حسین وجمیل، خوبصورت اور شکیل چہرہ دکھاتا ہوں جس کی زلفوں کو صدیوں پہلے اس کے خالق نے وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝ (الضحیٰ) سے تشبیہ دی وہ زلفیں آج بھی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝ سے تشبیہ دی جاتی ہیں۔ اگر چہرہ والضحیٰ تھا تو صدیوں کے گرد سے میلا نہیں ہوا۔ وہ آج بھی والضحیٰ ہے۔ وہ جیسے صدیوں پہلے مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (النجم) کے سرمے والی آنکھ تھی وہ کجلا آج بھی اس کی آنکھ میں نظر آتا ہے اگر اس کے دندان مبارک کی پہچان یٰسٓ سے تھی تو آج بھی اس کے دندان مبارک کو دیکھنے کے بعد لعل یمینی کوئی نہیں کہتا۔ آج وہ اب بھی یٰسٓ کے دندان مبارک والے کہلاتے ہیں۔ پانچ لاکھ اٹھارہ ہزار تین سو سے زائد دنوں کی طویل مسافت سے پہلے بھی ان کے چہرے کا ہر خدوخال محمد ﷺ تھا اور آج بھی محمد ﷺ ہی ہے۔

چہرے کو ان کے چاند کہوں یہ بھی ہے غلط
خورشید نیم روز کہوں یہ بھی ہے غلط
میں اور پھر خاموش رہوں یہ بھی ہے غلط

یکتا تھا بے مثال تھا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
بس اتنا جان لیجئے منبع تھا نور کا

کچھ ایسی بے مثال تھیں زلفیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
نظارہ جمال تھیں کرنیں تھیں نور کی
جیسے کہ ہوں سطور قرآن و زبور کی

وہ زلف عنبریں تھیں کہ دریا تھیں نور کا
اللہ رے بال بال وہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

دل کھینچتی ہے ایک ایک ادا سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اسی طرح اگر حضور سرور عالم شاہکار ربوبیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ایک ایک عضو کو سامنے رکھا جائے تو آپ کا ہر عضو ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

پوری دنیا کے مسلمان رنگ و نسل اور گونا گوں اختلافات کے باوجود اگر کسی بات پر متفق ہیں تو وہ صرف نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متفق ہیں۔ بلاشبہ یہ نام اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوت کا نام ہے۔ یہی نام تہذیب و تمدن، علم و فکر، حرکت و عمل کے ایک سنہرے دور کا نام ہے۔ یہ کائنات کی خیر و فلاح کا نام ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حرف شوق ہے۔ اس کو زبان سے ادا کیجئے، لب پیوستہ پیوستہ ہو جاتے ہیں جیسے کام و دہن میں شیرینی گھل جاتی ہے۔ یہ خنک خنک نام قلب کی دھڑکن، دل کا سرور، آنکھوں کا نور ہے۔ ہاں یہی نام رگ مسلم میں خون بن کر دوڑتا ہے، یہ نام ہماری زندگی ہے۔ ہم یہ نام، اس کو زندہ رکھنے کے لئے نہیں لیتے بلکہ

اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے لیتے ہیں۔اسی لئے ہم تذکار محمد ﷺ کا تکرار کرتے ہیں۔

محمد انجمن کن فکاں کے صدر نشیں　　محمد افسر آفاق و سرور عالم

وہ عبدہ و رسولہ واسمہ احمد　　کتاب وحکمت ونبوت کا خاتم وخاتم

حمود و حامد و احمد و محمود　　کریم و میر کرام و مکرم و اکرم

اسی کو صاحب خلق عظیم کہتے ہیں　　وہی نوع بشر کا معلم اعظم

شمار کرنے کو چلیں خوبیوں کو اگر

تو ساتھ چھوڑ دیں تھک کے نیل سنکھ پدم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

آپ کا دوسرا ذاتی اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔اس اسم گرامی کا مادہ بھی وہی ہے جو محمد ﷺ کا ہے۔یعنی محمد ﷺ وہ ہے جو ساری کائنات اور خالق کائنات کے ممدوح ومحمود ہیں اور حامد وہ ہے کہ ساری کائنات سے بڑھ کر اس نے اپنے خالق و مالک، اپنے رب، اپنے مربی کی تعریف کی۔دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی محمود وممدوح نہیں اور دنیا میں اس سے بڑھ کر اپنے خالق کا کوئی حامد نہیں۔اسی لئے وہ محمد ﷺ بھی ہیں، احمد ﷺ بھی۔

آپ حبیب هیں: یہی وہ ذات ہے جس نے محبت کو تاج کمال پہنایا ہے۔آپ نے اپنے خالق سے محبت کی اور باکمال محبت کی۔آپ نے ساری کائنات کو ان دیکھے محبوب رب ذوالکرم والاحسان سے محبت کرنا سکھائی۔یہی وہ ذات ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بھی ساری مخلوق سے بڑھ کر محبت کی اور ساری کائنات میں اصطفی فرما کر حبیب ﷺ کو مقام رفیع سے سرفراز فرمایا۔اسی وجہ سے ہی آپ اللہ تعالیٰ کے اور اس کی مخلوق کے سب سے بڑے محبوب ٹھہرے۔

آپ مطلوب هیں: جہاں کہیں کوئی کلمہ گو دنیا میں موجود ہے وہ آپ کا طالب ہے اور آپ اس کے مطلوب ہیں۔دنیا کے لئے تو آپ ایسے مطلوب ہیں کہ کسی طالب کی طلب کے محتاج نہیں لیکن اس دنیا میں آپ کا ایسا کوئی طالب نہیں جسے آپ کی احتیاج نہ ہو اور دنیا

میں آپ کا ایسا کوئی طالب نہیں جیسا آپ کا طالب حق تعالیٰ ہے اور آپ بھی اس کے ایسے مطلوب ہیں انہیں اس کے سوا کسی اور کی کوئی احتیاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بھی ان جیسا کوئی مطلوب اور نہیں۔

ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
اور کوئی نہیں محبوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے

آپ متبوع ھیں: آپ ایسے متبوع ہیں جن کی اتباع کا حکم خالق کائنات نے دیا ہے بلکہ دنیا بھر میں وہ واحد شخصیت ہیں جن کے علاوہ کسی اور کی اتباع کی ہی نہیں جاسکتی اور آپ ایسے متبوع ہیں کہ جو آپ کی اتباع بطیب خاطر اور خلوص و محبت سے کرے وہ دنیا بھر کا مطاع بن جائے۔

آپ نبی ھیں: آپ واقعۃً ایسے نبی ہیں جن پر کائنات ارضی و سماوی کے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے اور ہر وہ چیز جو حواس خمسہ سے حجاب میں ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ جس جس چیز کی جتنی خبر دینے کی ضرورت تھی اس سے زیادہ اس کی خبر رکھتے ہیں اس کی خبر دیتے ہیں کہ نبی جو ٹھہرے۔

نبی صرف خبر دینے والے کو نہیں کہتے ورنہ ہر اخبار، ہر رپورٹر، ریڈیو، ٹیلی ویژن سب نبی ٹھہرتے۔ وہ وہ خبریں دیتے ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح ان وسائل کے بغیر بھی باخبر ہوا جاسکتا ہے اور یہ وہ خبریں ہیں جن کے جھوٹے اور سچے ہونے کا احتمال موجود ہے لیکن نبی جو خبر دیتا ہے اس خبر کی نبی کے سوا اور کوئی خبر نہیں رکھتا اور نبی کے ذریعے کے بغیر اس کی خبر حاصل نہیں کی جاسکتی اور جو خبر نبی عطا فرماتا ہے اس خبر میں جھوٹے ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ اس میں جھوٹ کے امکان کا تصور کرنا بھی کفر کہلاتا ہے۔ اسی لئے ہر خبر دینے والے کو نبی نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو اللہ تعالیٰ غائب الغیب کی اور تمام غیوب کی خبر دے وہ نبی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خبر بھی رکھتا ہے اور اپنی امت کی خبر بھی رکھتا ہے۔

آپ نبی ہیں لیکن ایسے نہیں جیسے آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء

کرام علیہم السلام تشریف لائے بلکہ آپ ایسے نبی ہیں جس کی خبر بحکم الٰہی سارے نبی دنیا کو دیتے رہے۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی خبر بغیر دیکھنے کے دی لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھا اور خوب صورت شکل میں دیکھ کر دنیا کو خبر دی۔ اس اعتبار سے آپ تمام انبیاء کرام سے ممتاز ہیں۔ پھر دنیا کو جس جس چیز کی خبر جتنی دینی تھی اس کی اس انداز سے خبر دی کہ اب کسی اور خبر دینے والے کی ضرورت ہی ختم کر دی۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ انا خاتم النبیین و لا نبی بعدی۔

آپ کا اسم گرامی رسول ہے: ہاں آپ ہی وہ رسول ہیں جو تمام رسولوں کے آخری رسول ہیں۔ تمام رسول آپ کی عظمت و رفعت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ہی وہ رسول ہیں جن کے تذکرے اور ان کے ساتھ اور معیت کا شرف رکھنے والوں کی صفات حمیدہ اور ان کے تذکار، تورات و زبور اور انجیل میں موجود ہیں۔ آپ ہی وہ رسول ہیں جو ساری کائنات کے رسول ہیں۔ آپ نبیوں کے رسول، فرشتوں کے رسول، جنوں کے رسول، حیوانوں کے رسول، دنیا کے رسول، آخرت کے رسول، جہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ رب العلمین کی ربوبیت جلوہ گر ہے وہاں وہاں تک ہر چیز کے قیامت تک کے لئے رسول اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ عبد ہیں: عبدیت وہ درجہ کمال ہے کہ مخلوق کو خدا ہونے پر بھی نہیں ملتا بلکہ اگر مخلوق میں سے کوئی خدائی دعویٰ کر بیٹھے تو وہ انسان ہی نہیں رہتا وہ بزعم خویش خدا جو ٹھہرا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی صورت خدا تو بن نہیں سکتا کہ مخلوق ہے اور خدائی دعوے کے ساتھ وہ انسان بھی نہ رہا۔ اس کو کہتے ہیں "دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا" یا "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"۔ جب کہ عبدیت وہ عظیم مقام ہے جس پر اگر عبد فائز ہو جائے تو خود خالق بھی ناز کرتا ہے۔ آپ ہی وہ عبد کامل ہیں جن کی عبدیت نے عبدیت کے سر پر خلافت ذات باری کا تاج سجایا ہے۔ فصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ معلم ہیں: یہ خطاب اور اسم گرامی خود ذات باری تعالیٰ نے دوسرے اسماء گرامی

کی طرح آپ کو عطا فرمایا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ:129) وہ ان کو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ ہی کی تعلیم میں صداقت ہے۔ آپ کی تعلیم ایسی نہیں کہ تعلیم دے کر شاگرد سے فرمائیں تمہاری طرف اتنا بل ہو گیا ہے۔ یہ معلم فرماتے ہیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (ہود:29) میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو میرے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ ان کی تعلیم میں اپنوں کے لئے اسرار و رموز اور کوڈ ورڈز استعمال نہیں کیے گئے اور نہ اشارے اور کنائے سکھائے ہیں کہ اپنوں کے سوا کسی کو خبر نہ ہو۔ ان کی تعلیم عام، سادہ، عام فہم اور ہر دل میں گھر کرنے والی اور ابد الآباد تک حقیقت کی طرح ماہ تاباں بن کر افق عالم پر چمکنے والی ہے۔ یہی وہ معلم ہے جو علم کے دروازے ہر مرد و عورت کے لئے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے لئے کھولتا ہے۔ یہی وہ معلم ہے جن کی تعلیم کا پہلا سبق وہ ہے جو بڑے بڑے فلسفیوں اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا یعنی توحید باری تعالیٰ۔ اسی معلم نے تعلیم کے سفر کو عبادت قرار دیا۔ اس معلم کی درسگاہ "صفہ" کے تعلیم یافتہ پہلے کوئی تعلیم یافتہ نہیں تھے اور نہ اعلیٰ علمی خانوادوں سے تعلق رکھتے تھے بلکہ گڈریے، چرواہے، جاہل، گنوار، پینڈو، عوام الناس، بھوکوں مرنے والے، افلاس کے مارے، چیتھڑے پہننے والے، ڈاکو، راہزن، چور، قزاق تھے۔ اس کے حضور زانوئے ادب و تلمذ طے کیا تو دنیا کے استاد، معلم، سپہ سالار، غازی، مجاہد، منصف، ادیب، قابل دید، قابل تقلید اور قابل فخر بن گئے۔ دنیا ہر قسم کی تعلیم ان بوریا نشینوں سے لینے لگی جو کبھی دس اونٹوں کی رکھوالی کرنے سے قاصر تھے ربع مسکوں پر حکومت کرنے لگے۔ تینتیس لاکھ مربع میل ان کے زیر نگاہ تھا اور ایسی کہ دریائے نیل کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا نہیں مرنے دیا۔ یہ سب اسی کی تعلیم کے واضح اثرات تھے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کہ میں کیا کیا کہوں تجھے

آپ حریص ھیں: مجھے تو آب حیات سے بھی سیری نہیں ہوتی میری پیاس کی حرص

بڑھتی ہی جاتی ہے یعنی لینے سے میرا دل بھرتا ہی نہیں مگر جو حرص آپ کی صفت ہے اس کے معنی ہیں دینے سے دل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے۔ آپ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حریص علیکم کے معنی ہیں حَرِیْصٌ عَلٰی اَعْطَاءِ کُمْ۔

گٹھڑیاں بندھ گئیں ہیں پر ہاتھ تیرے بند نہیں
بھر گئے دل نہ بھری دینے سے طبیعت تیری

عزیز علیه ما عنتم: یہ آپ کا اسم گرامی ہے یعنی دکھیوں کے دکھ محسوس کرنے والے، درد بانٹنے والے، کسی تکلیف اور درد کو محسوس کرنے والے، پھر اس کا مداوا کرنے والے۔

فرمایا! جوتا پہننے لگو تو جھاڑ لو کہیں اس میں کوئی ڈسنے والی چیز نہ ہو اگر ایسا ہوا تو تمہیں تکلیف ہوگی جو ہمیں بھی بے چین رکھے گی۔

صبح اٹھ کر لٹکائے ہوئے کپڑے جھاڑ کر پہنا کرو ان میں کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا نہ گھس آیا ہو۔ جس مکان کی چھت پر سوتے ہو اس کی منڈیر بنا لو کہیں ایسا نہ ہو کہ رات کو سوتے میں اٹھ کر چلنے لگو ایسے چلنے میں چھت سے گرنے کا خطرہ ہے۔ گرو گے تو نہ جانے کہاں کہاں چوٹ لگے ہمارا دل بھی تو دکھے گا۔ کسی سوراخ پر بیٹھ کر پیشاب نہ کرو کوئی سانپ بچھو اچانک نکل سکتا ہے اور تمہیں تکلیف پہنچائے گا تڑپو گے فریاد کرو گے تو بتاؤ ہمیں اس کا کوئی احساس نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (النساء:64) دیکھو! تمہیں کوئی تکلیف ہو تمہیں کوئی دکھ ہو تم اپنے اوپر کوئی زیادتی کر بیٹھے ہو یا تم پر کوئی زیادتی ہو جائے تو جیسے بچہ تکلیف میں اپنی ماں کی آغوش لینے کے لئے دوڑتا ہے تمہیں بھی کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں تمہارے نبی رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں، رحمت بھی ہیں ان کے دامن میں پناہ لے لو۔ آپ تمہارے لئے دعا بھی کریں گے دوا بھی۔ ہم نے ان سے کہہ دیا ہے۔ صَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ:103) یعنی اے محبوب! ان کے لئے دعاء کیجئے آپ کی دعا ان کے لئے دلی سکون کا باعث بنے گی۔

اور فرمایا کسی سایہ دار درخت کے نیچے رفع حاجت نہ کرو اور نہ راستے کے عین درمیان میں پاخانہ یا پیشاب کرو۔ تم تو فارغ ہو جاؤ گے لیکن میرا کوئی مسافر امتی وہاں سے گزرے راستے میں گندگی، سائے میں گندگی اسے ناگوار گزرے گی وہ آرام کرنا چاہتا ہے تو نہ کر سکے گا۔ دیکھو کوئی اور اس کی اس تکلیف کو کوئی اہمیت دے یا نہ دے ہم تو اپنے امتی کی اتنی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

جب تیرا نام ورد زباں ہوتا ہے
بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

آپ امی ھیں: اور آپ کی تعلیم کتابی حروف و نقوش کی محتاج نہیں اور آپ وہ امی ہیں جن کی نسبت سے ام القریٰ کو عزت ملی۔

آپ امین ھیں: ایسے امین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنایا۔ آپ نے اس امانت کو پوری ذمہ داری سے ساری کائنات تک پہنچایا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں خیانت کی اور نہ مخلوق کے معاملہ میں خیانت فرمائی۔

آپ برھان ھیں: آپ اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل ہیں کہ آپ کو دیکھ کر وجود باری تعالیٰ کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔

آپ بشر ھیں: اور آپ ایسے بشر ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر ہونے پر اس لئے فخر ہے کہ حضرت محمد ﷺ بشر ہیں بلکہ آپ ہی خیر البشر ہیں۔

آپ بشیر ھیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر کہا اور آپ نے اس کی مخلوق کو دنیوی واخروی ساری بشارتیں مرحمت فرمائیں۔

آپ مبشر ھیں: آپ نذیر و منذر ہیں، آپ حلیم ہیں، آپ خازن ہیں، آپ خلیل الرحمٰن ہیں، آپ خطیب الانبیاء ہیں، آپ خافض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔ وَ

اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء) یعنی اہل ایمان کے لئے اپنی رحمتوں اور شفقتوں کے پر جھکا دینے والے۔ آپ داعی الی اللہ ہیں، آپ رحمت ہیں، آپ روح الحق ہیں، آپ سید ہیں، سید ولد آدم ہیں، آپ شارع ہیں، آپ شافع ہیں، آپ شاہد ہیں، آپ صادق ہیں، آپ مصدوق ہیں، آپ طیب ہیں، آپ طٰہٰ ہیں، آپ طاہر ہیں، آپ عبداللہ ہیں، آپ فاتح ہیں، آپ قاسم ہیں، آپ مصطفیٰ ہیں، آپ متاع ہیں، آپ ماحی ہیں، آپ حاشر ہیں، آپ عاقب ہیں، آپ مزمل ہیں، آپ مدثر ہیں، آپ رؤف ہیں، آپ رحیم ہیں، آپ مبارک ہیں، آپ مہاجر ہیں، آپ یٰسین ہیں، آپ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

حیراں ہوں میرے شاہ، میں کیا کیا کہوں تجھے

انتہائی اختصار سے چند اسماء گرامی تحریر کر سکا ہوں اگر ان پر تفصیل سے لکھتا اس کے بعد پھر تفصیل سے لکھتا تو کیا لکھتا، ہاتھ تھک گئے، قلم گھس گئے، کاغذ ختم ہوئے، روشنائی ساتھ چھوڑ گئی، لمحے، دن، ہفتے، مہینے، سال، صدیاں بیت گئیں، زمانے دم توڑ گئے، قرن ھا قرن روانہ ہوئے لیکن آپ کی تعریف و توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا۔ آخر کہنا ہی پڑتا ہے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
ترے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

☆☆☆

داماں نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

نام مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے چونکہ محبت کے انداز مختلف ہوتے ہیں اس لئے یاد کے انداز بھی مختلف ہوں گے بلکہ انوکھے اور نرالے ہوں گے۔ کبھی تو اپنے محبوب کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے اور باقی ہر ماسوا کو بھول جاتا ہے ایک دعا ہر وقت اس کے لبوں پر مچلتی رہتی ہے۔

دل سے مرے ہر چیز کی ہوجائے فنا یاد
یا رب نہ رہے کچھ بھی مجھے اس کے سوا یاد

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تو بتا وہ کون سی ہستی ہے جس کے لئے تیرا دل دھڑکتا ہے وہ کون ہے جو تیرے سپنوں کا راجہ ہے؟ تیری پلکوں پہ اشکوں کے موتی کس کے ذکر سے چمکنے لگتے ہیں؟۔ میں کہوں گا میرا محبوب وہ ہے جس کی خاطر کائنات تخلیق کی گئی ہے۔ تاروں کی جھلملاہٹ، چاند کے ہالے، سورج کی کرنیں، قوس وقزح کی رنگینیاں، پتوں کی تالیاں، شاخوں کا رقص، صبحوں کا مسکانا، شاموں کا سنولانا، راتوں کا کجلانا اور کرنوں کا بل کھانا، چڑیوں کی چہچہاہٹ، اوس کے موتیوں کی ڈھلک اور چرخ نیلگوں کا نیلا خم، غرض ہر چیز ہر لحہ جس کا مجرا بجالاتی ہے، مؤذن کی اذانوں میں اس کا نام ہے، مکبر کی تکبیر میں اس کے مقدس نام کی جھلک ہے، نماز میں ان پر سلام بھیجا جاتا ہے، کائنات ارضی وسماوی کا ہر ذرہ جس کا مرہون منت ہے، خالق کائنات اس پر درود پڑھتا ہے، نعت خوانوں کے تخیلات وعقیدت کا مرکز اس کی ذات، مقررین کی تقریریں، واعظین کے وعظ اس کے پیارے نام سے شیریں بنتے ہیں، دکھی اس کا واسطہ دے کر دکھوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

اگر کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ اس کا نام تو بتاؤ تو میں کہتا ہوں کچھ لوگوں کا کہنا ہے چھوڑو جی

نام میں کیا رکھا ہے تم شخصیت پر گفتگو کرو، تم سیرت و کردار پر زبان کھولو تو میں کہتا ہوں نہیں ایسا نہیں بلکہ یہاں تو نام میں بھی بہت کچھ ہے۔ دونوں جہاں کی دولتیں، ثروتیں اور رعنائیاں صرف اسی محبوب کے نام سے عبارت ہیں۔ جو کچھ اس نام میں ہے اگر ساری کائنات کو سمیٹ کر رکھ دیا جائے تو اس کی قیمت اس نام کے برابر پرکاہ کی حیثیت بھی نہ رکھے۔

آسمان کا کوئی ستارہ ایسا نہیں جو اس نام جیسا روشن ہو۔ سمندر کی پنہائیوں میں ایسا کوئی گوہر نہیں جو اس نام سے زیادہ قیمتی ہو۔ منجم حضرات نے تقدیر کائنات کو نجوم و سیارگان سے وابستہ کر رکھا ہے لیکن دنیا میں ایسا کوئی تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ستارہ و سیارہ نہیں جس کی اپنی تقدیر اس نام سے وابستہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد و بے شمار ہیں اور ان میں ہر نعمت ایسی ہے کہ اس کے بغیر زندگی کی رعنائیاں دم توڑنے لگیں۔ ابھی کوئی پھل حضرت انسان کے علم میں نہیں اور نہ ہی ابدالآباد تک آنے کا امکان ہے جو پھل اس نام نامی، اسم گرامی سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہو۔

ارض و سماء میں جو چیز بھی حضرت انسان کے لئے تخلیق ہوئی اس کی دو حیثیتیں ہیں وہ رحمت بھی ہے اور زحمت بھی۔

1۔ **پانی:** پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کی ہر زندہ چیز کسی نہ کسی طرح اس سے پیدا کی گئی۔ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیاء: 30) ہر زندہ چیز کی زندگی اسی سے وابستہ ہے لیکن یہی پانی سیلاب بلاخیز کی صورت میں امنڈ آئے تو اس سے بڑھ کر کوئی زحمت ہی نہیں۔ عالی شان مکانات اور محلات فلک بوس، زمین بوس ہو جائیں۔ فصلیں غرق آب ہو جائیں۔ باغات تباہ و برباد ہو جائیں۔ زندگی معطل ہو جائے اور نظام مواصلات درہم برہم۔

2۔ **ہوا:** ہوا ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر ایک لحہ بھی زندہ رہنا محال ہے انسان، حیوان، چرند، پرند، نباتات و جمادات کی زندگی کے لئے اس کا وجود رحمت ہی رحمت ہے لیکن اگر یہی ہوا، طوفان، آندھی اور بگولے کی صورت اختیار کر لے تو ہر شخص الامان والحفیظ

پکار اٹھے۔ پھر اس سے بڑھ کر اور زحمت کیا ہوگی۔

3۔ **بجلی:** بجلی نے انسانی بود و باش کو ایک نیا رنگ بخشا ہے۔ ٹیوبوں، بلبوں اور قمقموں کی صورت میں اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کیا ہے۔ پنکھوں، موٹروں اور انجنوں کی صورت میں حرکت میں مزید برکت پیدا کی ہے۔ اب اس کے بغیر زندگی اندھیر ہو جائے۔ لیکن اگر یہی آسمان سے کسی جگہ گر پڑے تو ہر چیز نیست و نابود ہو جائے۔ اس کے ننگے تار پر ہاتھ لگ جائے تو سانس کی ڈوری دفعۃً ٹوٹ جائے۔

4۔ **اولاد:** اولاد ایک ایسی نعمت ہے جس کی طلب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی کی ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں جا بجا ہوا ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں مانگیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے عطا کرنے کو بھی بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا۔ اگر یہ نعمت اتنی عظیم نہ ہوتی تو خدا رسیدہ شخصیات اس کے حصول کے لئے خصوصی التجا نہ کرتیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے کتنے ہی بیٹے عطا کئے لیکن ان میں سے صرف ایک بیٹا حضرت یوسف علیہ السلام سے کچھ عرصہ کے لئے جدا ہوتے ہیں تو رو رو کر ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ آخر وہ کیا بات ہے جو اس نعمت کے حصول پر شکر گزاری اور عدم حصول پر بے چینی و بے قراری کیوں بڑھ جاتی ہے۔ اس کا جواب خود اس سوال کے اندر موجود ہے کہ نعمت ہی ایسی ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی متبادل نہیں۔

دانشور حضرات کا قول ہے کہ

دنیا وچہ ایک میوہ ڈٹھا جناں کچا اوناں مٹھا

اور وہ میوہ سوائے اولاد کے کوئی نہیں۔ لیکن یہ اولاد جتنی بڑی نعمت ہے اتنی ہی بڑی زحمت بھی ہے۔ اولاد نیک ہو، صالح ہو، فرمانبردار ہو، محبت کرنے والی ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی میٹھا پھل نہیں اور خدانخواستہ یہ بدنیت ہو، بدسرشت ہو، ناکارۂ خلائق ہو،

نافرمان ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی زحمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا تذکرہ کیا جائے۔ جس نعمت پر بھی ہاتھ رکھوں وہ نعمت جتنی بڑی ہوگی بصورت دیگر اتنی ہی زحمت بھی ہوگی۔ لیکن قسم بخدا! میرا محبوب جو اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے، جس کے نام کو میں نے حرز جاں بنالیا ہے، جس کے نام کے بغیر اب کوئی وظیفہ مجھے اچھا ہی نہیں لگتا کوئی اس کا نام ہی لے لے تو فرط جذبات سے آگے بڑھ کر اس کا منہ چوم لوں، جس کے نام سے میری جان اور میرا ایمان زندہ ہے اس کا نام اور اس کی ذات صرف رحمت ہی رحمت ہے اور ہر اعتبار سے رحمت ہے اپنوں کے لئے بھی، غیروں کے لئے بھی، اچھوں کے لئے بھی، بروں کے لئے بھی، کسی بھی دور کا کوئی انسان، کوئی حیوان، اس کی رحمت سے محروم نہ ہوا ہوگا۔ اس کا نام میرا ورد وظیفہ ہے، میری تسبیح ہے۔

ٹھہرو ٹھہرو پوچھتے ہو اس کا نام کیا ہے۔ سنو! سنو! دل کے دریچے کھول لو، جذبات کی بھٹی تیز کرلو، ہمہ تن گوش ہوجاؤ، سرنیاز جھکالو۔

میں نام لینے لگا ہوں ان کا نیازمندی سے سر جھکالو
درود پڑھ لو، سلام پڑھ لو، وہ رحمتوں کی پھوار آئی

تم نے اپنی آنکھوں کے کٹورے بھر لئے ہیں، لبوں کو پاک کرلیا ہے، کیا اپنا سارا ماحول پاکیزہ کرلیا ہے، ہاں تو پھر سنو! وہ حامد ہیں، وہ محمود ہیں، وہ محبوب ہیں، مطلوب ہیں، رحمت ہیں، راحت ہیں، مراد المشتاقین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، سراج السالکین ہیں، وہ دافع البلاء ہیں، وہ دافع القحط والمرض ہیں، وہ شفیع ہیں، مطاع ہیں، نبی ہیں، کریم ہیں، قسیم ہیں، جسیم ہیں، نسیم ہیں، محب الفقراء ہیں، انیس الغرباء ہیں، معراج انسانیت ہیں ﷺ۔

ہاں ہاں، مجھے ان کا نام لینے سے پہلے صفاتی نام لینے کی حاجت ہے، ضرورت ہے، میری مجبوری ہے۔ دراصل یہ سارے نام بلکہ اس جیسے ہزاروں خوبصورت نام جو آثار کتب سیرت میں نظر آتے ہیں صرف ایک ذات کے نام ہیں۔

گلاب کو جس نام سے یاد کرلو وہ گلاب ہے۔کوئی کہے خوشبو ہے سبحان اللہ،کوئی کہے مہک ہے واہ کیا کہنا،کوئی کہے نزاکت ہے الحمد اللہ۔البتہ نام تو پھر بھی نام ہی ہے۔

کہتے ہیں کہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام اوران کے وزیر حضرت ایاز رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام اسی مقدس اور عظیم نام پر نام تھا جس نام کے ذکر کے لئے میرے قلم کی زبان ہزار بار بوسے لینے کو بے چین و بے قرار ہے۔محمود غزنوی اس غلام زادے کو اسی پیارے نام سے بلایا کرتے اور بڑی محبت سے بلایا کرتے۔ایک دن نہ جانے کیا ہوا انہوں نے اسے اس پیارے نام سے بلانا چاہا لیکن نہ بلا سکے۔سوچنے لگے کیسے پکاروں؟دل میں آواز آئی ایاز کا بیٹا کہہ کر پکار لیتے ہیں۔اس سے بھی تو وہ ہی مراد ہوگا۔آخرانہوں نے اسے ایاز کا بیٹا کہہ کر بلالیا لیکن وہ بھی بڑے حساس تھے آتو گئے لیکن سلطان معظم کے بلانے کا انداز پسند نہ آیا۔ایاز کا بیٹا کہہ کر بلایا۔بے شک میں ایاز کا بیٹا ہوں اور مجھے ان کے بیٹے ہونے پر فخر بھی ہے لیکن اس نام سے بلاتا تو مجھے ان کے بیٹے ہونے سے زیادہ عزیز ہے۔

سوچا کوئی خطا ایسی ضرور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے سلطان عالی مقام نے میرا نام لینا گوارانہ کیا۔یہ سوچ کر گھر بیٹھ گئے اور اپنی ناکردہ لغزش پر نادم ہونے لگے۔سوچتے سوچتے تھک گئے میں نے کیا غلطی کی ہے جس کی جا کر معذرت کروں۔ادھر سلطان معظم کو بھی ان کی غیر حاضری کھٹکی وہ تو انہیں جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔وہ جان جاں کی غیر حاضری کیسے برداشت کرتے۔ایاز سے پوچھا۔ایاز!بیٹا کہاں ہے؟وہ گویا ہوئے عالم پناہ نہ جانے اس سے کیا خطا ہوئی آپ نے اسے اس کے نام سے نہیں بلایا تھا بلکہ ایاز کا بیٹا کہہ کر بلایا تھا حالانکہ اس کا نام تو آپ کو بھی بہت پسند تھا۔

سلطان معظم محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے سے توقف کے بعد کہا ایاز اس سے غلطی تو کوئی نہیں ہوئی دراصل وہ نام اتنی عظمت والا،شان والا اور اتنی قدر و منزلت والا ہے کہ اس نام کو میں نے کبھی بے وضو نہیں لیا چونکہ اس وقت میں بے وضو تھا اس لئے وہ مقدس و معطر و مطہر نام لینے سے محروم رہا۔اب میں باوضو ہوں اسے بلاؤ۔میں اب اسے اس کے

اسی پیارے نام سے بلاؤں گا۔

تمام عمر کے سجدوں کو غسل کروا دوں
چند قطرے جو پاؤں آب وضوئے رسول

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام لینے سے پہلے اتنا اہتمام کیوں کرنا پڑتا ہے۔

آپ کا نام کلمہ طیبہ میں بھی آتا ہے بلکہ اسی نام کا کلمہ پڑھ کر جہنمی جنتی بنتا ہے، غیر اپنے ہو جاتے ہیں، معتوب محبوب بن جاتے ہیں لیکن عشاق کا کہنا ہے کہ ان کا نام کلمہ طیبہ میں رکھنے میں ایک خاص اہتمام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے بھی ان کا نام لینا ہو وہ پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنی زبان کو پاک کرے پھر ان کا مقدس نام لے۔

اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے نا۔ اسے کس کی پرواہ۔ اللہ الصمد جو ٹھہرا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے، کس میں اتنی جرأت اسے کہے کہ اے پروردگار عالم! تو نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن سوچو! اس بے نیاز خالق و مالک پروردِگار کائنات جل وعلیٰ نے نسل انسانی میں معراج انسانیت کا درجہ پانے والے جتنے بھی لوگ ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ان کو انہی کے ناموں سے بلانے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔

حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلانا چاہا تو یا آدم کہہ دیا۔ آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا تو یا نوح سے خطاب کیا۔ جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی اس بے نیاز نے یا ابراہیم کہہ کر پکارا۔ پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کرنے والے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف پانے والے بھی یا موسیٰ سے خطاب کئے گئے۔ حسن کی دولت کو عام کرنے والے جنہیں دیکھ کر زنان مصر اپنے ہاتھ کاٹ لیں، بھوک و افلاس کے مارے شرف دیدار پائیں تو تین تین ماہ تک دیکھنے والوں کے پیٹ کی بھوک ختم ہو جائے انہیں بھی یا یوسف کہہ کر بلایا بلکہ یہ کہا جائے تو بہتر ہے کہ دنیا میں ہر وہ حسن جس سے کسی کو عروج ملا وہ ان سراپا قدس ہستیوں کے طفیل ملا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان عزت مآب ہستیوں کو ان کے نام سے یاد فرمایا جس نام سے ان کے والدین ان کو بلاتے تھے یا عام

زمانہ انہیں جس نام سے بلاتا تھا۔

ہاں ہاں! جب میرے آقا، کریم آقا، میرے مولا، میرے ہادی اور میرے محبوب جن کا نام ہی میرے لئے راحت جاں ہے، سکون ہے، آرام ہے، ایمان ہے، جب ان کی بات آئی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس انداز سے نہیں بلایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے نفوس قدسیہ کو بلایا تھا بلکہ جب بھی پکارا آواز دی یا بلایا تو بڑے خوبصورت اور حسین القابات سے نواز کر بلایا۔ قرآن پاک کے تیس پاروں کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات مبارکہ میں سے کسی ایک آیت میں بھی آپ کو نام لے کر نہیں بلایا بلکہ جو ان کی قربت پانے والے ہیں جو ان پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے ہیں ان سب کو بھی خصوصاً منع فرمایا کہ اے میرے محبوب سے محبت کرنے والو! یہ تمہارے ہی محبوب نہیں میرے بھی محبوب ہیں انہیں بے دھیانی میں یا آداب محفل کا خیال رکھے بغیر نہ بلانا۔ بلکہ جب بھی تمہیں ان کو بلانا مقصود ہو تو میری سنت اپناؤ۔ ان کو حسین وجمیل القابات سے پکارو، یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ کہہ کر بلالو، یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ بھی کہہ سکتے ہو، یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ سے بھی پکارا جا سکتا ہے، یَآاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ بھی خوبصورت لقب ہے اور سنو! ذرا دھیان سے اور کان کھول کر سن لو اگر تم نے ان آداب کا خیال نہ رکھا بلکہ جیسے منہ میں آیا نام لے لیا تو تم اپنی نمازوں، اپنے روزوں، زکوٰۃ، عبادتوں اور ریاضتوں کے زعم میں نہ رہنا، ایک لمحہ بھی نہ گزرے گا کہ تمہارے نیک اعمال کی تختی یوں دھو دی جائے گی جیسے اس پر کچھ لکھا ہی نہ تھا اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

اے میرے دوست! جب تم نے اپنے دل کو، اپنی محفل کو، اپنے خیال وتصور کو ان کے ذکر سے پاک کر لیا ہے، اپنے ذہن کی رسائی کی حد ان کو مقرر کر لیا ہے، تصورات کی دنیا میں ان کو بسا لیا ہے، دل کی دھڑکنیں ان کے نام سے منسوب کر لی ہیں، کجلا ہی کے تمام کروفر کے بت توڑ کر سر عقیدت جھکا لیا ہے، زبان ان کی نعت سے لذت لینے لگی ہے، ان پر درود پڑھ لیا ہے، سلام عرض کر لیا ہے، تو اگر چہ ادب کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں بھی اور آپ بھی ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا نام لے سکیں لیکن چونکہ ان کے نام کے سوا ہمارے پاس ہے بھی

کیا؟ ہم جیسے بھی ہیں انہی کے ہیں۔ہم نالائق سہی، ناکارہ خلائق سہی، آخرنام تو انہی کا لے لے کر جی رہے ہیں اس لئے ان کا نام نامی اسم گرامی لیتا ہوں۔

نام لینے لگا ہوں ان کا نیاز مندی سے سر جھکالو
درود پڑھ لو سلام پڑھ لو، وہ رحمتوں کی پھوار آئی
قسیم بھی وہ، نسیم بھی وہ، وسیم بھی وہ، جسیم بھی وہ
شفیع اعظم، مطاع مطلق کرم سے جھولی بھری ہوئی ہے
محمد ﷺ ان کا ہے نام نامی، امین عظمت، بڑا گرامی
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا، مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے
فصل اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ تو خالق کائنات ہے اور ایسا خالق کہ سبحان اللہ۔ جس طرف بھی نظر اٹھا کے دیکھتے ہیں مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران: 191) کہنا ہی پڑتا ہے۔ آسمان و زمین کی پیدائش، اختلافات لیل و نہار، سمندروں اور دریاؤں میں چلنے والے جہاز اور کشتیاں جن سے پوری کائنات کا نظام معیشت و معاشرت قائم ہے۔ آسمان سے پانی کا نزول جو مردہ زمین کو از سر نو تازگی، روئیدگی اور زندگی عطا فرما دیتا ہے۔ فضاؤں کی وسعتوں اور زمین کی ہر سطح اور سمندروں کے دامن میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں چلنے، پھرنے، رینگنے اور اڑنے والے جانور اور پرندے، ٹھنڈی و گرم، باد صبا و باد سموم کا ادھر ادھر ہمہ وقت چلتے پھرتے رہنا، کبھی مشام جان کو معطر کر جانا اور کبھی اجسام کو جھلسا دینے والی کیفیت پیدا کر دینا، کبھی دماغوں میں عطر بیزیاں اور کبھی متعفن ہواؤں سے دلوں کا مکدر ہونا، ہزاروں من پانی کا بوجھ اٹھائے فضاؤں میں زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا روئی کے غالوں کی مانند بھاگتے پھرنا، کبھی پیاس سے تڑپتی مخلوق کو ترساتے ترساتے گزر جانا اور کبھی خود ہی جل تھل کر جانا۔ یہ تمام حسین مناظر دیکھ کر کہنا ہی پڑتا ہے کہ اے ہمارے مولا! اے ہمارے مالک تو نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں فرمائی۔

خشک سالی کی وجہ سے کھیت اور باغات اپنی شادابیاں کھو چکے ہوتے ہیں، زمین کی روئیدگی کی قوت فرط تشنگی سے دم توڑنے لگتی ہے ایسے میں رحمت باری مائل بہ کرم ہوتی ہے۔ ابر رحمت نامعلوم وادیوں سے نکل کر آسمان پر چھا جاتا ہے اور موسلا دھار بارش برسنے لگتی ہے۔ اس کے حیات بخش قطروں کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز میں زندگی انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔

کائنات انسانی نفس واحد سے پیدا کرنا پھر اس کے بعد حضرت انسان کی تسکین قلبی اور

راحت وآرام کے لئے اسی کی جنس سے صنف نازک تخلیق کرنا پھر ان میں میاں بیوی کا مقدس رشتہ قائم کر کے شاخ آزاد پر امیدوں کے پھول کھلانا اور اداس گودوں میں خوبصورت بچوں سے آبادیاں اور رعنائیاں پیدا کرنا، اس مادر گیتی کی آبادی وشادابی کے سامان خود ہی پیدا کرنا اور انسانی زندگی کے لئے جیتے رہنے کی امنگ موجود رکھنا، فکر انسانی کو اس کی عطاؤں، عنائیتوں، کرم نوازیوں اور عظمتوں کے حضور سر افگندہ رہنے کے لئے کافی نہیں؟

جگہ جگہ پہاڑوں کا قائم کر دینا بھی اسی کی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہے۔ کس کس طرح ان کو بلند کیا، ان کو مستحکم کیا، ان میں ان گنت معدنیات کے خزانے پیدا کئے۔ کہیں کوئلہ ہے اور کہیں لوہا، کہیں سونا چاندی برآمد ہو رہا ہے۔ پہاڑوں کے سخت پتھروں اور سنگین چٹانوں سے ہزار ہا فٹ کی بلندیوں سے پانی کے ایسے چشمے جاری کرنا جن سے بڑے بڑے دریا بہہ نکلیں اور میدانی علاقوں میں لاکھوں مربع میل زمینوں کو سیراب کر دینا یقیناً اس کی کبریائی کی دلیل ہیں۔

پھولوں کی اقسام کا شمار ممکن نہیں ان میں رنگ وبو اور ذائقہ وتاثیر کا جو واضح فرق ہے وہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ آپ کسی بھی انداز سے قدرت کی تمام نیرنگیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ صرف پھل کو لے لیجئے۔ ایک ہی زمین، ایک ہی موسم اور ایک ہی چشمے کے پانی سے آب پاشی ہوتی رہی لیکن اس کے باوصف ان میں یکسانیت نہیں۔ ذرا سوچیں ان میں رنگ وبو، ذائقہ وتاثیر کا تفاوت کہاں سے آیا؟۔ طبعی وظاہری اسباب تو یکساں تھے لیکن ان جملہ طبعی عوامل کے پیچھے کوئی اور قوت بھی کار فرما ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اسباب میں اثر بھی اسی نے رکھا ہے، اثر کا ظہور بھی اسی کی اجازت وحکم سے ہوا اور اس کا اندازہ بھی اسی نے مقرر کیا۔

تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ جتنی بھی جڑی بوٹیاں، فصلیں، پھل اور درخت اور بیلیں ہیں ان سب میں کوئی نر ہے اور کوئی مادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوائیں مقرر کر دی ہیں جو نر پودوں سے مادۂ تولید لے کر مادہ پودوں پر ڈالتی ہیں تاکہ عمل تنقیح انجام پذیر ہو سکے۔

آپ غور فرمائیں دن کے اجالے کے بعد رات کی تاریکی کا پھیل جانا کیا اس کی قدرت کی واضح دلیل نہیں۔ اگر لیل ونہار کا یہ تسلسل نہ ہوتا تو یہ دنیا یا سائبیریا سے بھی زیادہ سنسان برفستان ہوتی یا چٹیل لق ودق صحرا ہوتی اور دونوں ماحول زندگی کی رعنائیوں سے محروم ہوتے۔

غرض معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات کسی اچانک حادثے سے پیدا ہونے کا نتیجہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے جمال میں یہ رعنائی اور اس کے کمال میں یہ نکھار نہ ہوتا۔ آسمان سے لے کر زمین تک، سورج سے لے کر ذرے تک، دریاؤں سے لے کر ایک معمولی جڑی بوٹی تک ایسا نظم ونسق قائم ہے گویا کسی ماہر کاریگر نے کائنات کی بظاہر ان مختلف اور متضاد وبکھری ہوئی چیزوں کو ایک ایسی لڑی میں پرو دیا ہے کہ کسی ایک کو چھوڑ کر دوسری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پہاڑوں کو پیدا کرنا، ان سے گرم اور سرد پانیوں کے چشمے جاری کرنا، سورج اور دوسرے ستاروں وکواکب کو ایک خاص نسبت سے اتنی مسافت پر رکھنا اور ان سے پیدا ہونے والی حرارت وروشنی اتنی مقدار میں پہنچے جس سے زندگی نشو ونما پا سکے۔ کائنات کے تنوع میں وحدت، اختلافات میں یکسانیت اور ہر چیز کا دوسری چیز سے گہرا مربوط ہونا ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جو اس کے قادر مطلق، حکیم ودانا اور ہمہ تن ذات باری تعالیٰ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

جب اس کی ہر تخلیق بے مثل وبے مثال ہے اور ہر چیز اپنے اندر ہزاروں ایسی رعنائیاں پنہاں رکھتی ہے کہ اس کی مثال ممکن نہیں۔ تو جب خالق کائنات نے اس کائنات کے اصل مبداء فیض کو پیدا کرنا چاہا ہوگا جو اس کی اولین پہچان ہو اور اس کے معبود ہونے کی بھی دلیل ہو کہ اس کو دیکھ کر کسی اور دلیل کی حاجت ہی نہ رہے بلکہ اس کا وجود ہی باعث تخلیق کائنات ہو۔ ستاروں کی چمک اس کے صدقے، چاند کے ہالے اس کے چہرہ انور سے بھیک لے کر روشن ہوں، بادصبا کا نرم وگداز ٹھنڈا خرام اس کی زلف معنبر کا اتارا، خوش رو خوش لقا گلاب کی پنکھڑیوں کی مہک اور نازکی جس کے لب ہائے مرمریں کا عکس جمیل۔

جب اس ذات کو خالق ارض وسماء نے بنانا چاہا ہوگا تو کیا اس میں کوئی نقص کوئی عیب رکھا ہوگا؟ نہیں بلکہ مبدأ فیض میں جو جو حسن آپ کو ودیعت کیا گیا ہوگا اس حسن میں جو خصوصی کمالات ہوں گے ان سے بھرپور آپ کو مزین کیا گیا ہوگا۔ ''ہوگا'' کے لفظ میں تشکیک کا تصور نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب کو محبوب کائنات کو ایسے محاسن سے مزین کیا اور ایسا کیا کہ لامحالہ کہنا ہی پڑتا ہے۔ لَیْسَ فِیْ الدَّارَیْنِ غَیْرُکَ یَا مُحَمَّدُ مُصْطَفٰی علیہ السلام یا پھر یوں کہے بغیر نہیں بنتی۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَاسَیِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْر لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرِ
لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی۔ قصہ مختصر

یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درباری نعت خواں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں پکار اٹھتے ہیں۔

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ہماری زبان، ہمارے قلم، ہمارے فہم اور ہمارے ادراک، ان کے محاسن بیان کرنے، لکھنے اور ان کی عظمت تک تصور میں لانے سے قاصر ہیں۔ ازل سے لے کر ابد تک بے حدو عدز بانیں تعریف وتوصیف کرتے گم ہوئیں اور ہوں گی، قلم ٹوٹے، فہم وادراک کی رسائی تھکی ہاری اور عقول درماندہ ہوئیں اس کے باوجود ہر زبان، ہر متنفس اور ہر مدرک کی نجات اس کی تعریف وتوصیف ہی میں ہے۔ اس لئے ہم اپنی اس درماندگی کو اپنے لئے وجہ افتخار سمجھتے ہوئے اور اس بے چارگی کو وجہ نجات تصور کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

ہے ازل سے ہر زبان و ہر قلم پر ان کی نعت
اور ابھی تک نعت کے مضمون کی تمہید ہے

خالق کائنات کی تخلیقات میں اشرف المخلوقات کا تاج صرف حضرت انسان کے سر زیب دیتا ہے۔ کروڑہا قسم کی مخلوقات میں اس کی ہر تخلیق عظیم ہے لیکن لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا سہرا صرف سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے سر باندھا۔ اس اشرف المخلوقات صنف میں اعلیٰ ترین شرف انسانیت کے حامل انبیاء کرام ذوی الاحترام ہیں جو عظمتیں انبیاء اور رسولان محترم کو ملیں وہ کسی اور کو نہ مل سکیں۔ ان کی سیرت، ان کی صورت، ان کا کردار بے مثل و بے مثال، ان کی گفتگو، ان کا پیغام، ان کی تعلیمات بے مثل و بے مثال گویا انسانیت کی لاج ان کی ذات بلکہ ان کی عظمت کی معراجُ یہ کہ ان کا چناؤ خود ذات باری تعالیٰ نے فرمایا۔ علی نبینا علیھم الصلوۃ والسلام۔

یہ عظیم شخصیات جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پہنچتی ہے ان جملہ برگزیدہ شخصیات کے امام و سردار، ہمارے آقا حضور، رحمت عالم، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ ہیں۔ خالق ارض و سماء نے جس طرح پوری مخلوقات میں سے افضل و اشرف اور اعلیٰ انسانوں کو تخلیق فرمایا اس طرح انسانوں میں انبیاء کرام کو چنا اور ان تمام انبیاء کرام میں سے ہمارے کریم آقا حبیبی و مولائی ﷺ کا انتخاب فرمایا اور خوب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو نعمتیں، جو جو فضائل اور جو کمالات و اعزازات اور معجزات ان جملہ انبیاء کرام کو مرحمت فرمائے وہ جملہ اعزازات، اکرامات اور معجزات سمیٹ کر ہمارے کریم آقا ﷺ کو عطا فرمائے بلکہ اس کے علاوہ ایسے بے شمار انعامات عطا فرمائے جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہیں۔ کسی اور کی وہاں تک رسائی نہیں۔

ہر نبی کو ملا معجزہ ایک ایک ۔۔۔ معجزہ بن کے آیا ہمارا نبی

زیر نظر نگارش میں میرے کریم آقا ﷺ کے چندان کمالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

1۔سب سے پہلی بات آپ کی ذات ہی تخلیق اول ہے اور اس اولیت میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی رحمت ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے آقا بتائیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز کو تخلیق فرمایا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

دوسری حدیث قدسی بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ کوئی مجھے دیکھے اور میرے دیدار سے مشرف ہو میری تعریف میں رطب اللسان ہو تو میں نے سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا پھر آپ حجاب رحمت میں اپنی اس تخلیق کے بعد نہ جانے کب تک دیدار خداوندی سے مشرف ہوتے رہے اور کب تک اپنے پروردگار کی حمد و ثناء بیان فرماتے رہے۔اس وقت کا تعینِ اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اس وقت ابھی وقت کی بھی تخلیق نہیں ہوئی تھی البتہ تخلیق ثانی میں سب سے بہتر مخلوق ملائکہ کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ایک روز حضور رحمت عالم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرائیل آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا میرے کریم آقا! مجھے اپنی عمر کا کوئی خاص اندازہ نہیں البتہ حجاب رحمت میں ایک ستارہ دیکھا کرتا تھا جو ستر ہزار سال بعد طلوع ہوتا تھا مجھے اس ستارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو وہ ستارہ کون سا تھا؟ جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ۔یعنی وہ ستارہ میں ہی تھا۔گویا جبرائیل علیہ السلام کی عمر اندازۃً پانچ ارب چار کروڑ سال ہے جب کہ نبی رحمت حضور ﷺ کی عمر مبارک نہ جانے کتنی ہے۔

معلوم ہوا کہ مشہوداول کے شاہد اول آپ ہیں۔معبود اول کے عابد اول آپ ہیں۔مطلوب اول کے طالب اول آپ ہیں۔مقصود اول کے مقصد اول آپ ہیں ﷺ۔اس اولیت کبریٰ میں کوئی شریک،کوئی ثانی اور کوئی دوسرا آپ کے ساتھ نہیں ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے روشنی مانگ کر، بزم کون ومکاں کو سجایا گیا

2۔ جس طرح اللہ تعالیٰ خالق اول جل جلالہ کی تخلیق حضور ﷺ ہیں اسی طرح آپ کی تخلیق اور آپ کی نبوت بھی عام انبیاء کرام کی تخلیق اور نبوت پر مقدم ہے اور عہد الست میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کرنے کے لئے آپ ہی نے ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کے جواب میں ''بلیٰ'' کہا اور یہ حق بھی صرف آپ کا بنتا تھا کہ بلیٰ بھی سب سے پہلے آپ ہی عرض کرتے۔

حضرت سہل بن صالح ہمدانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو جعفر بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام سے مقدم کیسے ہو گئے جب کہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام نسل انسانی کو پیدا فرمالیا تو اللہ جل مجدہ الکریم نے سب سے گواہی لی اور پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب سے پہلے اس سوال کا جواب اثبات میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہی دیا اور سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے ''بلیٰ'' نکلا۔ یعنی ہاں پروردگار آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اس لئے آپ تمام انبیاء کرام پر مقدم ہوئے اگرچہ بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔

3۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے، آپ کی تائید و نصرت کرنے کا عہد لیا گیا۔

قرآن پاک کی سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ 81 شاہد ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۸۱﴾۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء کرام سے عہد و میثاق لیا کہ جب آپ منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہوں، دنیا آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہو،

آپ کے امتی آپ کو اپنا مقتدیٰ تسلیم کر چکے ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وحکمت آپ پر نازل ہو چکی ہو ایسے میں میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو تمہیں ضرور بالضرور ان کی رسالت اور نبوت پر ایمان لانا ہوگا، ان کی مدد کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد ان سے پوچھا اے گروہ انبیاء کرام! بتاؤ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور تم ایسا کرو گے تو سب نے بیک زبان کہا اَقْرَرْنَا۔ جی ہم سب اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم آپس میں ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں تم پر گواہ ہوتا ہوں اور یہ بھی سن لو اب جو بھی اس عہد سے پھر گیا وہ نافرمانوں میں تصور کیا جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت عاملہ اور شاملہ ہے اور آپ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں۔ اس بیان سے آپ کے ارشاد "بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً" کا صحیح مفہوم بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس ارشاد سے یہ مطلب سمجھنا کہ آپ کی نبوت آپ کے زمانے سے قیامت تک کیلئے ہے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ آپ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ "کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

تمام محشر میں آپ کا پیش قدمی فرمانا اور تمام اولاد آدم کا آپ کے جھنڈے اور لواء رحمت کے نیچے جمع ہونا اور شب معراج اور بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام کی امامت کرانا حضور ﷺ کی انہی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے ایسے آثار میں سے ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

یہ میثاق ایسا ہے جیسا خلفاء سے بیعت لی جاتی ہے ممکن ہے کہ خلفاء سے بیعت کا طریقہ بھی اسی آیۃ مبارکہ سے ماخوذ ہو۔ ذرا میرے کریم آقا رحمت عالم ﷺ کی شان عظمت کا اندازہ کیجئے آپ تمام انبیاء کرام کے نبی ہیں چنانچہ روز قیامت تمام کائنات کے

انسانوں کے ساتھ انبیاء کرام اور رسولان معظم علیہم السلام بھی آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور شب معراج میں بھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگر آپ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں تشریف لاتے تو ان جملہ انبیاء کرام پر آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ کی اتباع کرنا اور آپ کی مدد و نصرت کرنا اسی طرح ضروری ہوتا جیسے ہم پر ضروری ہے اور ان کی امتوں پر بھی ہماری طرح آپ پر ایمان لانا ضروری ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء کرام سے عہد و میثاق لیا اسی لئے تمام انبیاء کرام کے لئے آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنا لازمی ہے اگرچہ ان انبیاء کرام اور آپ کی ذات پاک کا زمانہ ایک نہ رہا مگر آپ کے آخری زمانے میں اس وصفی اقتضاء میں کوئی کمی نہیں آتی۔

4۔ یہ خصوصیت بھی صرف ہمارے کریم آقا ﷺ کے حصہ میں آئی کہ آپ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے مبارک و مسعود نام کے ساتھ ساق عرش پر لکھا ہوا ہے۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم میرے بعد خلیفہ ہو تم تقویٰ اختیار کرو اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ضرور لو کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے پائے پر لکھا دیکھا تھا۔ جب میں روح اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا تو میں نے آسمانوں پر کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی جہاں حضرت محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہوا ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت میں کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔ میں نے نام محمد ﷺ حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی آنکھوں کی پتلیوں پر، طوبیٰ کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر لکھا دیکھا ہے تم بھی ان کا ذکر کثرت سے کرو کیونکہ فرشتے بھی کثرت سے انہیں کا ذکر کرتے ہیں۔

میرے کریم آقا ﷺ کی شان و عظمت کی بہار دیکھنی ہو تو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

(انشراح) کی ایک جھلک اس بیان کردہ روایت میں دیکھیں۔ ذرا چشم تصور سے جنت میں گھوم پھر کر دیکھیں آپ جدھر بھی دیکھیں حسن مصطفےٰ ﷺ ہی کی جھلک نظر آئے گی۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

☆☆☆

یہ کیفیت بھی بار ہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوۂ حضور ﷺ جہاں تک نظر گئی

☆☆☆

حمد محمودے کہ در جملہ صور
شد بہ انوار محمد ﷺ جلوہ گر

5۔آپ کی بے شمار خصوصیات میں سے اس خصوصیت میں بھی آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی آسمانوں پر آپ کا اسم گرامی اذانوں میں گونجتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہند میں اترے تو (اس سے ہندوستان کا ایک جزیرہ سراندیپ مراد ہے جہاں آپ کا نقش قدم ایک پہاڑ پر آج بھی موجود ہے اور مرجع خلائق ہے) تو آپ کو (تنہائی میں) اکتاہٹ سی محسوس ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اذان دی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرْ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، دو مرتبہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، دو مرتبہ کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا یہ محمد ﷺ کون ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی ﷺ ہیں۔

وہ جن کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
نمازی کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

6۔حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی اور تذکرہ مبارک تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں موجود تھا۔آپ کی یہ شان اور یہ مرتبہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

ابن عساکر' تاریخ دمشق' میں حضرت محمد بن حمزہ رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت کے بارے میں سنا تو وہ آپ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا تم سرزمین یثرب کے مالک ہو، ابن سلام ہو۔ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تورات میں میرا کوئی تذکرہ موجود ہے تو ابن سلام بولے پہلے آپ ﷺ اپنے بارے میں بتائیں۔ یہ سن کر آپ پر ایک کپکپی سی طاری ہوئی۔حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ یَلِدْ ۙ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۝۳ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

(اخلاص) یہ آیات مبارکہ سن کر حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔تورات میں آپ کا وصف مبارک اسی طرح مذکور ہے۔

7۔چند ایسے اوصاف حمیدہ جو حضور سرورانس وجاں ﷺ نے خصوصاً دیگر انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بتائے یعنی چند ایسے خواص جن کے حامل ہونے کا اعلان آپ نے خود فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بیٹھے آپس میں باتیں کررہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے ان کی باتیں سنیں۔

ایک صحابی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل یا دوست بنایا، دوسرے صحابی فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی، تیسرے بولے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، چوتھے صاحب

نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سب باتیں سن کر فرمایا میں نے تمہاری باتیں سنیں ہیں اور تمہارے اس تعجب کو محسوس کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا اور واقعۃً کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعۃً اللہ کی روح ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں۔ لیکن سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ بات کسی فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، قیامت کے روز ''لوائے حمد'' یعنی حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر جملہ انبیاء کرام ہوں گے اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا، پہلا کامیاب شفاعت کرنے والا شافع میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازے کو حرکت دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا، میرے ساتھ ایماندار فقراء ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسانوں میں سب سے زیادہ معزز، افضل اور اکرم ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ (الترمذی، الدارمی، مشکوٰۃ)

یہ وہ فضائل ہیں جو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور آپ ہی کا فرمان ہے کہ یہ کسی اور میں موجود نہیں اور اس میں کمال یہ ہے کہ یہ صفات بیان کرتے ہوئے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے تقابل بھی ہے۔ دیگر انبیاء کرام سے زیادہ اپنی شان فضیلت بھی بیان ہو رہی ہے لیکن ہر اعزاز کے ذکر کے ساتھ اس بات کا اعلان بھی ہے کہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

سبحان اللہ کیا عجز وانکساری ہے۔ منزل عروج کی یہ انتہا؟ پھر اس پر یہ عجز وانکسار؟ یہ بھی ایک خاص شان وعظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

8۔ چند مزید ایسی خصوصیات جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر جملہ انبیاء کرام پر

فضیلت و عظمت بخشی ہے اور دوسرے نبی آپ کے ساتھ ان خصوصیات میں شریک نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے یعنی یہ چھ خصوصیات ایسی ہیں جو دیگر انبیاء و رسل کے حصہ میں نہیں آئیں۔

جملہ احادیث جو اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف، صحیح بخاری شریف میں آئی ہیں ان کو جمع کیا جائے تو یہ آٹھ خصوصیات بنتی ہیں۔

۱۔ نصرت بالرعب ۔ ۲۔ روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا

۳۔ غنائم کا حلال ہونا ۔ ۴۔ منصب شفاعت پر فائز ہونا

۵۔ تمام کائنات کے لئے مبعوث ہونا ۔ ۶۔ عطیہ جوامع الکلم

۷۔ ختم نبوت ۔ ۸۔ روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا ہونا

ان آٹھ خصوصیات میں سے ہر ایک کے حوالے سے مختصر گفتگو۔

نصرت بالرعب

ہجرت مدینہ منورہ سے تین روز پہلے مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے رئیسوں نے بہادر دشمنوں کی ایک فوج تیار کر لی۔ ان بہادر جیالوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ حضور نبی رحمت ﷺ کے گھر کا مکمل محاصرہ کر لیا ہے لیکن ان میں ہر ایک کے دل میں اس قدر رعب و دبدبہ چھایا ہوا ہے کہ کسی کو اس چھوٹے سے مکان کے کواڑ توڑ کر اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں ہوتی وہ ساری رات باہر کھڑے انتظار میں ہیں کہ حضور ﷺ باہر نکلیں اور آپ پر بہ یکبار حملہ آور ہو جائیں۔ حضور ﷺ تنہا باہر نکلتے ہیں اور شَاهَتِ الْوُجُوْهُ لَا یُبْصِرُوْنَ کہہ کر انہیں غصہ دلاتے ہیں۔ مٹھی بھر مٹی ان کے سروں پر ڈالتے ہیں اور یہ خاک ان تمام کے سروں اور آنکھوں میں پڑتی ہے اس کے باوجود کسی میں ہمت نہیں پڑتی کہ آپ پر حملہ آور ہو اور آپ کے چہرہ تاباں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی لے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے نصرت بالرعب کی مثالیں اس زمانہ میں بڑی بڑی سلطنتوں

کے حالات سے ظاہر ہیں۔ سلطنت ایران کے قبضہ سے یمن نکل جاتا ہے اور سلطنت یمن بغیر جنگ وجدل کے ایمان قبول کر لیتی ہے۔ سلطنت ایران اس دور کی سپر پاور ہونے کے باوصف اس کی طرف منہ نہیں کرتی اس کی وجہ صرف حجاز مقدس کے اس عظیم بوریہ نشین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب ودبدبہ ہے جو اس کے ذہن پر مسلط ہے۔

سلطنت روم بھی اس وقت عظیم طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ شمالی عرب اس کے قبضے سے نکل کر اہل ایمان کے دامن میں آجاتا ہے۔ روم کے شہنشاہ اور سلاطین فوجوں کو جمع بھی کر لیتے ہیں، حملہ آوری کے احکامات بھی جاری کر دیئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ سے ایک مہینہ کی راہ سے دور یروشلم میں بیٹھے ان کے دل میں عرب کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب اتنا طاری ہے کہ سرحد تبوک تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچتے ہیں اور وہ ایک لاکھ کی فوج کو تیس ہزار مسلمان مجاہدین کے مقابلے میں لانے سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔

ذوالکلاح حمیری اپنے گھر میں بیٹھا پندرہ ہزار غلاموں سے سجدہ کرواتا ہے اور ان کا معبود بنا بیٹھا ہے۔ لیکن مسجد نبوی کی ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر عبدہ ورسولہ کی مسند بچھا کر دنیا کے فرعونوں کو سر جھکانے پر مجبور کرنے والے کی دہشت کا یہ عالم ہے کہ وہی ذوالکلاح اپنے گھر بیٹھے معبود بننے کے باوجود مغلوب ہو کر بیٹھا نظر آتا ہے۔

حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ کتنی صداقت پر مبنی ہے۔ آپ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔ مَنْ رَآہُ بَدِیْھَةً ھَابَهٗ۔ یعنی جو شخص آپ کو اچانک اور یکا یک دیکھ لیتا اس پر دہشت طاری ہو جاتی تھی اور وہ چند لمحات کے لئے مبہوت ہو جاتا۔

روئے زمین کا مسجد اور طہور ہونا

دنیا کے چار بڑے مذاہب میں یہود اپنے کنیسہ میں عبادت کرنے پر مجبور ہیں اور عیسائی اپنے گرجا یعنی کلیسا سے باہر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مجوسی آتش پرست بھی آتش کدہ سے

باہر عبادت میں مصروف نہیں رہ سکتے اور یہی حال ہنود کا تھا اور ہے کہ وہ بھی اپنے مندروں سے باہر اپنے معبود کے حضور حاضری نہیں دے سکتے۔

الحمد اللہ! مسلمانوں کی نماز اور دیگر عبادات نہ محراب کی محتاج ہیں نہ مسجد کی، ان کا گرمایا ہوا دل اور روشن کی ہوئی آنکھیں کسی مخصوص مقام کی محتاج نہیں۔ یہ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ...... (آل عمران: 191) کی کیفیت کے مالک ہیں۔ یہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے جہاں کہیں ہوں اپنے مالک کے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔ ہمہ وقت اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ اس خالق و مالک، محسن و مربی اور بلا وجہ عنایات کریمانہ کی نوازشوں کا مینہ برسانے والے کی محبت سے سرشار ہو کر جہاں کہیں بھی سر جھکانے کو جی چاہا سربسجود ہو گئے۔

زنہار کہ بیروں روم از سجدہ گہہ خویش
آنجا کہ خدا ہست مرا سجدہ روا است

یعنی میں اپنی سجدہ گاہ سے باہر نکل جاؤں ممکن ہی نہیں جہاں کہیں میرا خدا موجود ہے اسی جگہ سجدہ کرنا میرے لئے جائز ہے اور میں اس کے حضور سجدہ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ یقیناً اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا۔ یعنی میرے لئے روئے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ طہور سے مراد وضو ہے۔ چند اعضاء جسمانی کا دھونا وضو کہلاتا ہے اور یہ نماز کے لئے شرط ہے اگر ان میں سے کوئی عضو خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا اور یہ وضو صرف پانی سے جائز ہے کسی اور مشروب سے وضو جائز نہیں۔ یہ تصور ہو سکتا تھا کہ اگر شرط نہ پائی جائے تو مشروط خود بخود مفقود ہو جائے یعنی اگر پانی نہ ملے وضو نہ ہو اور اگر وضو نہیں اور جہاں جہاں پانی میسر نہ ہو وہاں وہاں نماز بھی فرض نہ ہو، نہیں ایسا نہیں ہوا۔ کیوں؟

اس لئے کہ کیا نماز ان لوگوں کے لئے معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے ایک پتے میں

جلوہ یار دیکھ دیکھ کر سر بسجود ہونے کو تڑپتے ہیں جو درختوں کی شاخوں، پھولوں کی کلیوں، فضاؤں میں بکھری کہکشاؤں، دریاؤں کی روانیوں، اٹھکھیلتی لہروں، سمندروں کی گہرائیوں کی غوطہ خوریوں میں، مٹی کے رنگوں اور اس کی تاثیروں میں، ہواؤں کی سبک خرامیوں اور بادِ سموم کے تھپیڑوں میں اس کے حسین جلوؤں کی تابانیوں سے اس کی ذات میں گم ہو جاتے ہیں۔ پھر پکار اٹھتے ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران: 191) پھر اس کی عظمتوں، شانوں، رحمتوں، کرامات و فضائل کے حضور سر نیاز اسی جگہ جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اگر ان کو پانی میسر نہ آئے تو وہ نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جائیں نہیں دین فطرت میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

ضروری تھا کہ ان کے لئے طہور و پاکیزگی اور وضو کا کوئی اور طریقہ ہوتا جس محبوب ﷺ نے اپنے غلاموں کو ایسے وحدہ لاشریک کا پتہ دیا جو ہمہ جہت، ہمہ وقت، ہمہ دم ان کے ساتھ ہے ان کے لئے یہ بھی لازم تھا کہ اس کے حضور پیش ہونے کے لئے ہمہ وقت و ہمہ دم حاضری سے محروم نہ رکھا جاتا۔ پانی تو دنیا کے بے شمار خطوں میں موجود نہیں۔ سینکڑوں فٹ گہرائیوں میں بھی پانی نہیں ملتا تو کیا ہوتا۔

انسان مٹی سے بنا ہے۔ مٹی ہی اس کی اصل ہے۔ مٹی ہی میں دفن ہوگا۔ ساری مخلوقات کا گہوارہ بھی مٹی ہے اور مٹی ہی سے ساری کائنات خوراک حاصل کرتی ہے اور کوئی جاندار مکلف ایسا نہیں جہاں رہتا ہو وہاں مٹی نہ ہو۔ لہٰذا اس ذات نے اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں کو اپنے حضور سجدہ ریزی کی لذتوں سے محروم نہ رکھنے کے لئے مٹی کو پاک وطہور بنا دیا۔

ہندوؤں کی ایک عبادت کا نام "سندھیا" ہے جو صبح، دوپہر اور شام کے وقت ادا کرتے ہیں اس عبادت میں ان کی ایک رسم کا نام ہوم یا ہون ہے۔ جس عبادت کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ ۳۰ چیزیں ضروری شامل ہوں ان ۱۳۰ اشیاء میں ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ چمچ آگ میں ڈالنے ضروری ہیں اور ایک چمچہ ۶ ماشہ کا ہونا ضروری ہے۔ (ستیارتھ پرکاش)

سندھیا کے لئے ہون کی شرط میں ۳۰ چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کو

سندھیا سے محروم کر دیا جیسے کہتے ہیں "نہ نو من تیل ہو اور نہ رادھا ناچے"۔

لیکن مٹی کہاں نہیں مل سکتی اگر کسی جگہ پانی میسر نہیں تو مٹی ضرور مل جائے گی اور عام ملتی ہے۔ مفت میں۔ ہنگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا آئے۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے اور ہاتھوں پر مل لینا انتہائی عجز و انکسار کی علامت ہے جس نے ایک ایماندار کو مٹی کے طہور سے سرشار کر دیا۔

الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی اس خصوصیت کبریٰ نے تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے مٹی کو پاک کر کے اس کے حضور حاضر ہونے کی نعمت سے محروم نہیں ہونے دیا۔

حلت غنائم

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا۔ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ۔ یعنی میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے۔

سورۃ حشر کی آیات مبارکہ ۸ تا ۱۰ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان، مہاجر و انصار اور ان کے بعد میں آنے والوں کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ۝ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۟ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۝ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

"نیز وہ مال ان غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے محروم کر دیئے گئے اور گھروں سے نکال دیئے گئے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت پر کمربستہ ہیں۔ یہی لوگ راست باز ہیں اور وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ لوگ ان مہاجرین سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں جو کچھ بھی ان کو دیا جائے وہ اس کی حاجت اور ضرورت اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے وہی فلاح اور کامیابی پانے والے ہیں اور وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان پہلوں اور اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں "اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے"۔

سورۃ احزاب کی آیت ۲۷، ۲۸ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا ۟ يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

"پھر اہل کتاب میں جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا ان کے قلعوں سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے ہو۔ اس نے

تم کو ان کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا ہے اور ان کا علاقہ بھی تمہیں دے دیا ہے جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

سورہ احزاب کی ان آیات میں غزوہ خندق کے بعد کافروں کے ساتھ مل جانے والے اور مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر ان کے ساتھ حملہ آوروں میں شامل ہو جانے پر یہود و نصاریٰ پر جو قیامت گزری اس کا ادنیٰ اشارہ ہے۔ تفصیلات میں جائے بغیر اتنا کافی ہے کہ بنو خزرج کو ان کی معاہدہ شکنی کی سزا خود ان کے اپنے مقرر کردہ اور ثالث تسلیم کردہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر پہنچی۔ جب انہوں نے ان کے متعلق فرمایا "میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال اور جائیدادیں مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی جائیں" تو حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ سعد! لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ۔ کہ تو نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر ان کے لئے فیصلہ مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کی غداری، عہد شکنی اور دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے پر قتل کر دیا گیا۔ مال و اسباب اور غنیمت کے مال پر قبضہ کر لیا گیا جس کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ اسلحہ کا ایک وسیع انبار تھا جو انہوں نے عقب سے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کے لئے جمع کیا ہوا تھا اس میں پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے، پانچ سو ڈھالیں اور دوسرا اسلحہ بھی تھا۔ کثیر تعداد مویشی اور اونٹ بھی تھے۔ شراب کے مٹکوں کا کوئی حساب ہی نہ تھا وہ سب کے سب انڈیل دیے گئے اور ساز و سامان پر قبضہ کر کے مہاجرین و انصار میں بانٹ دیا گیا۔ ان کے گھروں، کھیتوں اور دیگر تمام املاک پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔

ان تفصیلات میں جانا ہمارا موضوع نہیں۔ یہ صرف ایک جھلک دکھانا مقصود تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی شریعت میں فتوحات سے حاصل کردہ مال میں جس قدر غنیمت حاصل ہوتی اس سب کا جلا دینا فرض ہوتا تھا۔ ان کے

جانوروں، ان کے کھیتوں اوران کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی تھی اس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جو مال غنیمت موصول ہوا وہ غزوہ بدر میں ملا تھا۔ حضور ﷺ نے وہ سارا مال جمع کیا۔ مہاجرین و انصار میں اس کو تقسیم بھی کیا لیکن کچھ ایسے احباب تھے جو سابقہ شرائع کے مطابق اس مال غنیمت کو بطیب خاطر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے یا دلوں میں اس کے لینے پر بوجھ محسوس کرتے تھے تو اللہ نے فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال:69) فرما کر ان کے دلوں کو تسلی عطا فرمائی اور پھر اس مال غنیمت کو امت مسلمہ کیلئے چند شرائط و چند مسائل کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حلال قرار دیتے ہوئے حضور نبی رحمت ﷺ کی خصوصیت کبریٰ عطا فرمائی جو پہلوں کے لئے نہیں تھی۔

عطاء منصب شفاعت

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ واعطیت الشفاعۃ۔ یعنی مجھے شفاعت کا حق عطا فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے مذاہب میں شفاعت کرنے کا تصور موجود تھا لیکن حضور شفیع المذنبین ﷺ کے ارشاد سے محسوس ہوتا ہے کہ سابقہ امم میں شفاعت کا تصور ان کا اپنا پیدا کردہ تھا اس لئے ان میں شفاعت کے غلط عقیدہ کی بہتات ہے اگر یہ شفاعت کا تصور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ اپنی خصوصیات میں اس کو شامل نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کافروں، یہودیوں، عیسائیوں کے اپنے پیدا کردہ عقائد شفاعت کا بڑی شد و مد کے ساتھ رد نہ فرماتا۔ شفاعت اخروی کے حق میں جتنی بھی تردید آتی ہے وہ سب ان کے غلط عقائد سے پیدا کردہ خیالات کی تردید ہے۔

شفاعت کبریٰ کے لئے دو شرائط

(الف)۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اس شفاعت کے لئے اذن الٰہی شرط ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیۃ الکرسی میں موجود ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ:255) یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر ان کے حضور شفاعت کر سکے۔

(ب)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں جو بات کرے وہ ٹھیک ٹھیک کرے۔ جس کا ذکر سورہ النباء کی آیہ مبارکہ نمبر ۳۸ میں ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ یعنی کوئی اس کے حضور بات نہ کر سکے گا مگر جس کو رحمان اجازت عطا فرما دے اور وہ شخص ٹھیک بات کرے۔

اب ان اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی شفاعت کبریٰ پر گفتگو کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

جہاں تک اذن الٰہی کا تعلق ہے تو وہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ واعطیت الشفاعۃ۔ یعنی مجھے شفاعت کرنے کا درجہ عطا فرما دیا گیا ہے اگر سابقہ عطا کردہ خصوصی انعامات پر بلا ردو کد ہم ایمان لانے پر مجبور ہیں تو حضور ﷺ کی اس صفت شفاعت کبریٰ کا انکار کر کے ہم شفاعت سے کیوں محروم رہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت کے لئے وہ مفصل حدیث مبارکہ ہم پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

جو دل میں قد نہیں ہے جو نیت بد نہیں ہے
ان کے کرم کی حد نہ پوچھو ان کے کرم کی حد نہیں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے انسانوں کو قیامت کے دن اکٹھا فرمالے گا تب ان کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لئے پیش کریں تو بہتر ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مجموعی عذاب سے نجات عطا فرما دے۔ یہ سوچ کر سب لوگ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اپنے ابا جان کے پاس حاضر ہوں گے اور شفاعت کے لئے درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ آپ ابو البشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے آپ کو جنت میں ٹھہرایا، فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا، تمام اسماء کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی لہٰذا آپ ہمارے لئے شفاعت فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو روز حشر کی اس تکلیف سے نجات عطا فرما دے۔ وہ کہیں گے میں نہیں کر

سکتا۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ جاؤ میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ ساری دنیا پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے گی کہ وہ پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنی خطا کا تذکرہ کریں گے اور شفاعت وسفارش کرنے سے معذرت کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راستہ بتائیں گے۔ ساری دنیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا وہ بھی کہیں گے نہیں میں شفاعت نہیں کرسکتا۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ساری کائنات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور شفاعت وسفارش کے لئے درخواست کرے گی اور کہے گی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلیم بنایا ہے تو راۃ بخشی ہے وہ بھی کہیں گے نہیں میں نہیں کرسکتا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے روح قرار دیا ہے ان کے پاس چلے جاؤ۔ جب دنیا ان کے پاس آکر شفاعت کی درخواست کرے گی تو وہ بھی معذرت کرتے ہوئے کہیں گے میں تو ایسا نہیں کرسکتا البتہ تم سب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کا اگلا پچھلا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تب سارے لوگ جمع ہوکر میرے پاس آئیں گے میں اپنے خالق ومالک سے اذن حاصل کروں گا۔ جب مجھے اذن مل جائے گا تو میں اپنا سر سجدہ میں رکھوں گا پھر اللہ تعالیٰ خود ہی مجھے دعا سکھائے گا جو کچھ وہ چاہے گا وہ میری زبان سے کہلائے گا۔ میرا سجدہ طویل ہو جائے گا۔ مخلوق خدا انتظار میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ مجھے ارشاد فرمائے گا کہ یا محمد اِرْفَعْ رَأْسَکَ یعنی اے محمد ﷺ اپنا سر سجدے سے اٹھایئے۔ قُلْ تُسْمَعْ آپ جو کہیں گے سنا جائے گا سَلْ تُعْطَعْ جو کچھ آپ مانگیں گے دیا جائے گا اِشْفَعْ تُشَفَّعْ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت وسفارش قبول کی جائے گی۔

حضور نبی آخرالزماں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا جو تحمید وتہلیل وہ مجھے سکھائے گا میں کروں گا پھر میں ان سب کی سفارش کردوں گا پھر میرے لئے

حد مقرر کردی جائے گی کہ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں اور جنت میں داخل کروں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری چوتھی دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کہہ دوں گا کہ اے میرے رب! اب جہنم میں صرف وہ رہ گیا ہے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی وہی جن پر جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء) یعنی جس مقام محمود کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ یہی ہے۔ حضرت بیکل وارثی فرماتے ہیں۔

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالی کملی وہ آجائیں گے حشر کا سارا نقشہ بدل جائے گا

بہت دیر گزری ہے کہ میں راقم الحروف خواب دیکھ رہا ہوں کہ میرے پیر و مرشد ہادی و رہبر آقائی و مولائی حضرت ابو الحقائق شیخ القرآن پیر محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی نظامی گولڑوی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلسہ عام سے خطاب فرمانے والے ہیں مجھے ارشاد فرماتے ہیں عبدالحق اٹھو ایک نعت سناؤ آپ کے سامنے جو نعت میں نے پڑھی یہ خواب ہی میں لکھی گئی تھی اس لئے کہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں پڑھی اور نہ بعد میں کہیں یہ نعت میری نظر سے گزری ہے۔

میں جو محشر میں بھٹکا ہوا پھر رہا
ایسے میں مجھ کو آئے نظر مصطفیٰ
خود ہی بولے او جھلے کہاں تو رہا
ہم تو بادہ کوثر لٹا ہیں رہے
انبیاء اولیاء بھی واں دیکھے کھڑے
کچھ گنہگار بھی سر جھکائے کھڑے

رب اکبر کے محبوب بڑے عجز سے
اک ہمارے لئے سر جھکا ہیں رہے
ارفع راس کی آئی ندا میں سنی
بخش دیئے میں نے جو ہیں تیرے امتی
پھر تشکر کے آنسو جو رخ پر گرے
حسن جنت بھی اس پہ لٹا ہیں رہے

یہ اذن الٰہی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق صرف حضور نبی کریم ﷺ تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت کبریٰ جس سے دیگر انبیاء کرام اوران کی امتوں کے اولیاء محروم تھے وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے صلحاء واولیاء کے ساتھ ساتھ قرآن کی شفاعت، رمضان المبارک کی شفاعت، کُلُّ اُنَاسٍ یَدْعُوْا بِاِمَامِهِمْ یعنی ہر شخص اپنے امام کے نام پر پکارا جائے گا اس امام کی شناخت و رحمت وشفقت اور شفاعت غماز ہے، مساجد اوران کی دیواریں، حجر اسود کی شفاعت یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ میں امت مصطفیٰ ﷺ کے گنہگاروں کو ملتی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ لوگوں کا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی چوکھٹوں پر پھرانے میں ایک حکمت یہ بھی سامنے آتی ہے کہ کوئی نہ کہہ سکے گا کہ یہ کام تو ہمارے نبی بھی کر سکتے تھے۔ کوئی کہتا کہ جناب یہ ہمارے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ بات واضح کر دی کہ نہیں یہ نعمت کبریٰ صرف حضور نبی رحمت ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہے۔

کرتا ہوں سفر روز جہنم کی طرف میں
دیتا ہے جنتوں سے صدائیں نبی کا نام
پھرتی ہیں آس پاس بلائیں تمام رات
کرتا ہے ساری رات دعائیں نبی کا نام

بعثت عامہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً دوسرے مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان ارشادات پر حاکم ہے۔ حکم خداوند ذوالجلال ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (سبا:28) یعنی ہم نے آپ کو جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کے ارشادات کا بھی یہی مفہوم ہے کہ میں ساری کائنات کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں سب کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اگر ان ارشادات کی روشنی میں حالات کا جائز لیا جائے تو بتایئے کوئی ایسا ہے جس کا نام نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر کی خاک تک دن میں پانچ مرتبہ اتنی بلند آواز سے گونجتا ہو جتنی بلند آواز سے محمد رسول اللہ ﷺ گونجتا ہے۔ عرب کے جزیروں سے دیوار چین تک کس کے نام کی، پیغام کی، ارشاد کی رسائی ہوئی کون ہے ہر زبان، ہر رنگ، ہر نسل، ہر خطہ، بر اعظم، بر صغیر، مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں پہچانا جاتا ہو اور پہچان بھی انتہائی گہری عقیدت کے ساتھ ہو۔ مغربی مفکر ہو یا مشرقی، اپنا ہو یا بیگانہ اسے ان کی عظمت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔

یوں تو دنیا میں بے شمار ادیان نے پنپ لیا۔ بڑے بڑے عروج کو پہنچے لیکن ایک وقت کے ساتھ خود ہی دم توڑتے چلے گئے۔ دنیا میں پھیلے ہوئے مذاہب میں دو چار مذاہب ایسے ہیں جو معروف ہیں۔ ہم ان کی کتب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس دین کا مصلح کن لوگوں کے لئے مصلح بن کر آیا اور اس نے اپنی تبلیغ و دعوت اور فیوض و برکات کی تقسیم کہاں تک وسیع رکھی۔

دین موسوی، کتاب الخروج کے تیسرے باب میں ہے۔

"وہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک پودے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ پودا جل نہیں جاتا وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے۔ تب خدا نے پودے کے اندر سے پکارا (۶)۔ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی جو خراج کے محصلوں کے سبب سے بے بسی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں (۷)۔ اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں

مصریوں کے ہاتھوں سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں شہد موج مارتا ہے، کنعائیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حوریوں اور بلوسیوں کی جگہ میں لاؤں (۸)۔ اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد تجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے (۹)۔ بس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال (۱۰)۔

مندرجہ بالا فقرات (۷،۸،۹،۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اس کی تائید میں ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی زمین تک لے جانے کے سوا دیگر دنیا کی اقوام کے ساتھ کوئی سروکار نہ رکھا۔

دین عیسوی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی واضح ارشادات موجود ہیں کہ آپ کی نبوت کن لوگوں کے لئے تھی۔

انجیل متی کا باب ۱۵ پڑھنا ضروری ہے جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لئے آتی ہے کہ حضور اپنے معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو تندرست کردیں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۱۵/۲۴۔ پر وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا اے خداوند میری مدد کر ۱۵/۵۔ مسیح نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دوں ۱۵/۲۶۔

اس سارے واقعہ کو غور سے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف اسرائیلیوں کے لئے ہی نبی بن کر تشریف لائے تھے اور تمام غیر اسرائیلیوں کو کتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسرائیلیوں کو اپنے لڑکے تصور کرتے ہیں کیا واقعی ایسا نبی ساری دنیا جہان کے لئے نبی تصور کیا جا سکتا ہے؟

اس طرح دنیا کے دیگر مذاہب اور اقوام میں کوئی بین الاقوامی رہنما نہیں ملتا جس کی تبلیغ

اس کے اپنے خطہ یا اپنی قوم سے باہر نکلتی نظر آتی ہو۔ بدھ مت، ویدمت، وید، چھ شاستر، منوسمرتی سب خاموش ہیں۔

اب ذرا غور کریں کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا۔ ایشیائی نسل کا کبھی کوئی پوپ نہیں بنتا۔ ہندو قوم میں کوئی یہودی، کوئی عیسائی یا مغربی نسل کا کوئی شخص رشی یا مہارشی بلکہ کبھی کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔

صرف یہ اعزاز حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ نے عرب کے رئیسوں کی موجودگی میں غلاموں اور غلام زادوں، عجمیوں اور غیروں کو عربوں کا سپہ سالار بنایا۔ ان کا امام اور استاد بنایا اور کہا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے اور یہی آپ کے دین کی عمومیت ہے کہ آج بھی کسی عبادت گاہ میں صف اول میں کھڑے ہونے والوں کے لئے وجہ امتیاز نہیں اور ان کا امام بننے کے لئے کسی قوم کی تخصیص نہیں بلکہ پورے مسلم معاشرے میں بسوں میں سوار ہونے سے لے کر کارزار حیات کے ہر شعبہ میں کالے گورے، چھوٹے بڑے، ادنیٰ اعلیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ اسی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ ساری کائنات کے امتیازات کو ختم کر کے جامعیت کبریٰ کے مالک ہوئے اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28) کے اعزاز کا جھنڈا ساری کائنات پر لہرا دیا۔

عربی، عجمی و رومی، شامی کے بکھرے دانوں کو یکجا کر کے
بنا دی پیاری سے ایک مالا یہ مالا کتنی سجی ہوئی ہے

جوامع الکلم

جملہ انبیاء کرام پر فضیلت کا تاج جس کے سر زیب دیتا ہے جو سارے نبیوں اور رسولوں کے خاتم ہوئے۔ جنہیں نصرت بالرعب سے مالا مال کیا گیا جن کے لئے غنائم حلال کر دی گئیں، ساری روئے زمین جس آقا کے لئے مسجد و طہور بنا دی گئی، جو ساری

کائنات کے لئے رسالت و امامت اور قیادت کا سہرا سجا کر تشریف لائے ان کی زبان فصاحت لسانی، شیرینی اور بلاغت امکانی سے بھر دی گئی۔ آپ فرماتے ہیں اُعْطِیْتُ بِجَوَامِعَ الْکَلِمِ یعنی مجھے کلام کی جامعیت کا عطیہ عطا فرمایا گیا۔ الحمد اللہ

کچھ اہل دانش کے نزدیک اس ''جوامع الکلم'' سے مراد قرآن پاک ہے اور قرآن پاک کے جوامع الکلم ہونے میں کوئی شک وریب بھی نہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں اسی طرح اس کے کلام کا بھی کوئی مثل مثال اور مثیل نہیں۔ اس کا چیلنج آج بھی گونج رہا ہے اس کے باوصف اس جوامع الکلم کے ساتھ آپ کے ارشادات کو جوامع الکلم ہی کہا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہی تعلیم دی ہوئی شخصیت ہیں۔ آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے لفظ کوئی عام لفظ نہیں جو وقت کے پانی میں گھل گئے اور ان کا وجود ختم ہو گیا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ؁ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ؁ (النجم) کے نطق اعلیٰ سے نکلے ہوئے لفظ تابدار ہیروں کو شرماتے ہیں۔ شعراء کی شاعری اس کے حضور سر خجالت جھکاتی ہے۔ فصیحوں کی فصاحت، بلیغوں کی بلاغت سر بجیب ہے کہ اس زبان فیضان ترجمان سے نکلے ہوئے کیسے الفاظ ضرب الامثال بن گئے۔ کیسے بین الاقوامی حقیقت بن گئے، کیسے ابدی اور لازوال آفتاب بن گئے۔ کسی مفکر کی زبان سے نکلے ہوئے دو چار الفاظ ضرب الامثال بن جاتے ہیں تو دنیا اسے اس دور کا مفکر، نابغہ روزگار، حکیم الامت وغیرہ کے خطابات سے نوازتی ہے اور جس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ، ہر جملہ، ہر لفظ اور لفظ کا ہر حرف لازوال ہو، غیر متبدل ہو، لافانی ہو، چودہ صدیوں کے امتداد زمانہ سے بھی بوسیدہ نہ ہوا، نہ پرانا، نہ اس کی حقیقت بدلی نہ ہیئت، نہ اس کی حقیقت سے انکار اور نہ اس کی صداقت میں کوئی شبہ۔ اس کی اس جوامع الکلم کی عطائی صفت پر صدیوں کے عروج و زوال کے غفلت کے غبار کا کوئی اثر نہیں پڑا اور ہر روز نئے چڑھتے ابھرتے سورج کی طرح مزید نکھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ نشتر تحقیق جوں جوں اپنے عمل کو تیز کرتا چلا جاتا ہے زبان مقدس سے نکلے ہوئے الفاظ مزید دلوں کی

گہرائیوں، دماغوں کی لطافتوں میں، فکروں کے عمق میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ مشتے از خروارے کے طور پر چند الفاظ اپنے اس مضمون کو زینت بخشنے کے لئے اور اپنے ایمان و یقین کو جلا دینے کے لئے زیب تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهٖ فَقَالَ اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِيْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ وَالْحُبُّ اَسَاسِيْ وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ وَذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ وَالْعِلْمُ سَلَاحِيْ وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ وَالرِّضَاءُ غَنِيْمَتِيْ وَالْعِجْزُ فَخْرِيْ وَالزُّهْدُ حِرْفِيْ وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِيْ وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ وَالطَّاعَةُ حَسْبِيْ وَالْجِهَادُ خُلُقِيْ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔

"یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ کا طریقہ اور سنت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) معرفت میرا راس المال ہے (۲) عقل میرے دین کی اصل ہے (۳) محبت میری بنیاد ہے (۴) شوق میری سواری ہے (۵) ذکر الٰہی میرا انیس و ہمراز ہے (۶) اعتماد میرا خزانہ ہے (۷) حزن و غم میرا رفیق ہے (۸) علم میرا ہتھیار ہے (۹) صبر میرا لباس ہے (۱۰) رضا میری غنیمت ہے (۱۱) عجز میرا فخر ہے (۱۲) زہد میرا حرفہ ہے (۱۳) یقین میری خوراک ہے (۱۴) صدق میرا ساتھی ہے (۱۵) طاعت میری ایجاد ہے (۱۶) جہاد میرا اخلق ہے (۱۷) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔

حدیث دیگر۔

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ۔ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ بُحَسْبِ اِمْرِءٍ مِنْ اِشْرَاكِ يَحْقِرُ اَخَا الْمُسْلِمِ۔ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ

وَدَمُهُ وَعِرضُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَاَجسَادِکُم وَلٰکِن یَّنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَاَعمَالِکُم اَلتَّقوٰی ھٰھُنَا التَّقوٰی ھٰھُنَا وَیُشِیرُ اِلٰی صَدرِہٖ۔ اَلَا لَا یَبِیعُ بَعضُکُم عَلٰی بَعضٍ وَکُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخوَانًا وَلَا یَحِلُّ لِمُسلِمٍ اَن یَّھجُرَ اَخَاہُ فَوقَ ثَلَاثٍ وَاَخرَجَہُ السِّتَّةُ اِلَّا النِّسَائِیَّ وَھٰذَا اللَّفظُ مُسلِمٍ عَن اَبِی ھُرَیرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنہُ۔

''خبردار بدگمانی کی عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کانوں تک پہنچنے دینا، آگے بڑھنے کے لئے مت جھگڑنا، باہمی حسد نہ کرنا، باہمی بغض نہ رکھنا، کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا۔جیسا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔مسلم، مسلم کا بھائی ہے، بھائی پر کوئی ظلم نہ کرے، نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے، انسان کے لئے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، مسلم کا خون وعزت دوسرے مسلمان پر بالکل حرام ہے۔اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے، دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، خبردار ایک کی خرید پر دوسرا خریدار نہ بنے، اللہ کے بندو بھائی بھائی بنو، مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔یہ حدیث مسلم کے علاوہ صحاح ستہ میں موجود ہے اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مجھ میں اور میرے قلم میں یارا نہیں کہ ایک ایک حرف اور ایک ایک جملے پر گفتگو کروں لیکن بتاؤ ان جملہ ارشادات میں کوئی ایسا جملہ ہے جس پر بوسیدگی کے اثرات ہوں۔

۱۔اَلمَعرِفَةُ رَاسُ مَالِی۔معرفت میرا اصل مال ہے۔

راس المال وہ ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی شخص اپنے کاروبار کو شروع ہی نہ کر سکتا ہو اور جس کا راس المال سونا، چاندی، ہیرے جواہر، سیم وزر نہیں کہ جو ڈھلتی چھاؤں ہیں ان کی حیثیت وقت کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے بلکہ اس کا راس المال معرفت الٰہی

ہے۔عرفان ذات راس المال ہونے کی دولت سرمایہ کی اہمیت اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔

اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔

عیسائی مذہب میں عقل کو دخل ہی نہیں۔ وہ عقیدہ تثلیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالاتر ہے وہ شاگرد کو تثلیث کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ لقمہ اور کڑوا گھونٹ حلق سے نیچے اتار لو خواہ تمہارا دل مانے یا نہ مانے۔

اسلام ایسے احکام نہیں دیتا جو عقل اور فکر و تدبر سے بالاتر ہوں۔ قرآن پاک میں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرہ) وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (العنکبوت) اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (الانعام) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ (النساء:82) اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ (السجدہ) قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (البقرہ) اور لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ:256) کے ارشادات کی روشنی میں عقل انسانی کو قدم قدم پر مہمیز لگاتا ہے۔

دنیاء دانش و فکر کے اور عقل و شعور کی آگہی پانے والے حضور نبی کریم صاحب جوامع الکلم ﷺ کے صرف ایک ارشاد پر تحقیق و تدقیق کے دروازے پر بیٹھ کر گتھیاں سلجھانا شروع کر دیں دیکھیں اس مختصر فقرہ میں سارے جہاں کے تدبر و تفکر کو کیسے دعوت نظارہ دی گئی ہے۔

وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ۔ محبت میری بنیاد ہے

صاحب جوامع الکلم ﷺ کے اس مختصر ۱۰ حرفی جملہ میں جو حقیقتیں چھپا دی گئی ہیں ان کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنا ہر کس و ناقص کا کام نہیں۔

قاضی محمد سلیمان سلمان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد سوم میں حضور کریم گنجینہ علوم و معارف الٰہیہ ﷺ کی اس حدیث کے ضمن میں جو ضبط تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔ دنیا دیکھے اس جامع الکلم کے اس چند حرفی ارشاد میں کتنی وسیع و عریض دنیاء ایقان و عرفان پوشیدہ ہے۔

عربی زبان میں لفظ حب سے پانچ محاورے استعمال ہوتے ہیں۔

ا۔ حب الاسنان: یعنی دانت روشن اور صاف ہیں۔

۲۔ حب الماء: پانی نتھرا ہوا پاکیزہ ہے۔ اسی لئے بلبلے کو حباب کہتے ہیں جس میں نفاست، نزاکت اور صفائی کا بھرپور مبالغہ ہوتا ہے۔

۳۔ حب البعیر: اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ جب اونٹ گھٹنے ٹیک دیتا ہے تو لزوم و ثبات وقرار پایا جاتا ہے۔

۴۔ حب: دانہ، تخم یا اصل شئے۔

۵۔ حب الماء: وہ جوہڑ جہاں پانی ٹھہرا ہو۔ حفاظت ونگہداشت کے مفہوم کو واضح کرتا ہے۔

ان جملہ محاورات کے ساتھ ساتھ ان کے معانی واستعمالات پر توجہ دیں اور یہ بھی دیکھیں کہ حب کا لفظ جب بھی استعمال ہوگا اس کو حرکت ضمہ دی جائے گی جو دیگر تمام حرکات سے قوی تر ہوتی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حب میں صفائی، علو مرتبہ ارتقاء و بلندیاں اور لزوم وثبات کا پایا جانا ازبس ضروری ہے۔ حب ہی کو جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔

محبت ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سبب بن کر محبوب کی صفت سے موصوف کرتی ہے۔ محبت ہی میں خوف اور امید پائی جاتی ہے۔ محبت ہی انسان کو مقام رضا پر قائم رکھتی ہے۔ محبت ہی محبّ کو شکر کی منزل سے آشنا کرتی ہے۔ صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بنیاد محبت پر ہو ورنہ اس کا نام بیچارگی ہے۔ زہد بھی وہی زہد ہے جس کی منشاء محبت ہو ورنہ رسائی ممکن نہیں۔ حیا بھی وہی حیا ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہو جو ادب اور تعظیم کی فضا میں پرورش پائے ورنہ اس کا نام شرم وخجالت کی انتہا ہے۔ فقر بھی وہی فقر ہے جو محبّ کو محبوب کی عطا سے ملے ورنہ اس کا نام تنگدستی ہے۔ الغرض محبت ہی دلوں کو مضبوط وقوی کرتی ہے۔ محبت ہی روحوں کی غذا ہے۔ محبت ہی قرۃ العیون یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ محبت ہی جسموں اور بدنوں کو حیات بخشتی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی ہے ہاں محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام بخشتی ہے۔ محبت ہی بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔

محبت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

الف: سب سے پہلے کسی سے تعلق پیدا ہوتا ہے یعنی دل کا کسی کی طرف میلان ہوتا ہے۔

ب: پھر اس تعلق اور میلان طبع کو قوت ارادی مضبوط کرتی ہے۔

ج: اس کے بعد کشش پیدا ہوتی ہے جس طرح پانی نشیب کی طرف خود ہی بہنے لگتا ہے۔

د: دوسرا درجہ سوزش کا پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایک جلن سی رہنے لگتی ہے۔

ہ: اب پیار نمودار ہوتا ہے اور دل آشنائی کی صفت سے واقف ہوتا ہے۔

جب اس پر ترقی ہوتی ہے تو محبت کا اثر دل کی گہرائیوں پہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مصائب کے برداشت کا حوصلہ بڑھتا ہے، قرب و وصال کی تراکیب میں شب و روز درنگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ محبوب کے ماسوا ہر چیز سے رغبت ختم ہونے لگتی ہے۔ بس محبوب کا تصور ہی جسم و روح پر حکمرانی کرنے لگتا ہے۔ فکر و تخیل میں وہم و گمان میں، خواب اور نیند میں اسی کی یاد کے تانے بانے اپنا جال بنتے رہتے ہیں۔

اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے جو لفظ عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک پیلی زرد رنگ کی بیل کا نام ہے کہ جس درخت پر چڑھ جاتی ہے خود نشو و نما پاتی جاتی ہے اور درخت کو خشک کرتی چلی جاتی ہے۔ یہی حال مریض عشق کا ہوتا ہے کہ مرض عشق نشو و نما پاتا جاتا ہے اور مریض کے اپنے وجود کی انانیت خشک ہو کر دم توڑنا شروع کر دیتی ہے۔

کہتے ہیں اس سے آگے والی منزل تیّم کی ہے۔ تیّم کا معنی غلامی ہے پھر انسان اس کا غلام بن جاتا ہے جس سے لگن کی انتہا ہو رہی ہو اور غلام اس غلامی سے کبھی رہائی حاصل کرنے کا سوچتا بھی نہیں۔

ان تمام درجات سے بڑھ کر سب سے بڑا درجہ عبودیت کا ہے۔ یہ اس مقام کا نام ہے جب محب ہر ایک دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ کوئی شے اس کی اپنی نہیں رہتی، اس کا

جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا، اس کی مراد اپنی نہیں رہ جاتی اور ہر چیز بصد خوشی و مسرت چھوڑ کر محبوب کے معبود ہونے پر اکتفا کر جاتا ہے اور وہ اس پر صبر و قناعت کر جاتا ہے کہ وہ محبوب کا محب ہے معبود کا عبد ہے۔

ان درجات و مقامات سے آگے ایک اور مقام خلت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال، نبض کی ایک ایک حرکت، دماغ، طبع، روح پوری قوت کے ساتھ محبوب حقیقی کی رضا ہی مطلوب ہو جاتی ہے۔

ایک عام شخص کا فہم وادراک ان مدارج سے آشنا نہیں ہو سکتا بلکہ بعض خاص حضرات کی رسائی بھی ممکن نہیں۔ اس مقام تک رسائی صرف ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ہمارے کریم ورؤف ورحیم آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی حاصل کر سکے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان درجات تک تھوڑی بہت رسائی کے حصول کا طریقہ کار کیا ہے؟ اگر کوئی طالب اس طرف سفر کرنا شروع کرنا چاہے تو کس طرح کرے تو اہل محبت نے ارتقاء محبت الٰہیہ کے اسباب یہ بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ تلاوت کلام حمید، دوران تلاوت الفاظ و معانی و مشتقات پر غور و فکر۔

۲۔ بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے اوقات میں حاضری میں استقامت و دوام، فرائض کی ادائیگی کے ساتھ کثرت نوافل اور ان نفلی عبادات میں روز افزوں لذت و سرور کے ساتھ مستقل مزاجی۔

۳۔ ذکر الٰہی، لسانی، ارکانی و قلبی، جہری و خفی، یہ ذکر بالعمل بھی ہو اور بالحال بھی ہو۔

۴۔ اسماء و صفات معبود و محبوب میں تدبر و تفکر اور مشاہدات نظری و قلبی۔

۵۔ اپنے خالق و مالک کے انعامات و اکرامات کا اظہار برملا۔ ان پر شکر و امتنان۔ یہ احسانات روحانی ہوں یا جسمانی، ظاہری ہوں یا باطنی۔

۶۔ عبادت و ریاضت میں ادب و احترام اور حضور قلبی۔

۷۔ اپنی خواہشات نفسانی کا برائے رضاء الٰہی ایثار و قربانی۔

۸۔اہل محبت کی محافل میں ان کی ہم نشینی، صحبت صلحاء امت۔

اے میرے قاری۔ اے میرے کریم آقا مولیٰ ﷺ کی صفت جوامع الکلم کی پہنائیوں میں چھپے موتیوں، لعل و جواہر کے حسن میں ڈوب کر میرے ساتھ سفر میں شریک قاری! ذرا غور کر جس محبوب کی شان وعظمت کے ایوان کی بنیاد سے محبت ہو اور وہ کہے کہ وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ اس کے بلند اور عظیم مقام کی رفعتوں کا اندازہ کون کرے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَارْزُقْ حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِيْبِکَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ۔

بہار مصطفوی ﷺ

جب سے حضرت آدم علیہ السلام نے اس دنیا میں قدم رکھا ان گنت معصوم اور محفوظ ارواح مقدس لاتعداد ماؤں کی زندگیوں میں پاکیزہ مسرتوں کے سدا بہار پھول کھلائے، لاکھوں محسنان انسانیت جن میں انبیاء کرام بھی تھے، رسول بھی، کشور کشا بھی، مقنن بھی، راہبر و راہنما اور فلسفی بھی، اپنے معہود وقت پر ظہور فرما کر اس فانی دنیا کو الوداع کہہ چکے لیکن حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جنم لینے والے بچے کو دیکھ کر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ ایک یتیم، دنیا بھر کے بے کسوں کا غم گسار، بے یار و مددگار، مظلوموں کا مربی، ستم رسیدہ غلاموں کا آقا، لاچار و بے نواؤں کا مونس و یاور اور بے سہارہ یتیموں کا سرپرست ہوگا۔ جس کی آمد کے صدقے میں خزاں رسیدہ دنیا ابدی اور سرمدی بہاروں سے ہمکنار ہوگی۔ جس کے معطر قدسی انفاس کی برکت سے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل کر پھول بن جائیں گی۔ کفر و شرک اور لادینیت اور الحاد کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔ جہالت کے بت سرنگوں ہو جائیں گے۔ شقاوت و طغیان کے صنم کدے زمین بوس ہو جائیں گے۔ وحدت کے دلنواز نغمے ہر طرف گونج اٹھیں گے۔ ظلم و تشدد، حق ناشناسی اور خدا ناترسی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وحشت و درندگی، سفاکی و مردم آزاری کو دیس نکالا مل جائے گا۔ ذاتی اور نسلی تفاخر کے صنم توڑ پھوڑ دیئے جائیں گے۔ فرعونیت کے فلک بوس محل، رعونت و نخوت کے رفیع مینار پیوند خاک ہو جائیں گے۔ جاہلی تمدن کے طور طریقے اور لادینی سماج کے مروج اقدار کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ حسن اخلاق کو جلا ملے گی اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری قرار پائے گا۔

مرحبا یہ معجزہ شان نبوت مرحبا
تیرا کلمہ سنگریزوں کو بھی ازبر ہوگیا

الحمد للہ ساعت سعید آ پہنچی۔سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں اللہ تعالیٰ کی وحدت کا پرچار کرنے والا، نغمہ توحید سے دنیا بھر میں پوجے جانے والے بتوں کو مسمار کرنے والا، خود پسندی اور نخوت کے پندار میں ڈوبے ہوؤں اور خدائی دعویٰ کرنے والوں کو ہر انداز سے شان رعنائی وزیبائی دکھا دکھا کر شرم وخجالت سے آشنا کرنے والا، فاران کی چوٹیوں سے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کی حقیقت محققہ کا ڈھنڈورا اس انداز سے پیٹنے والا کہ خدائے بزرگ و برتر کی ربوبیت جہاں جہاں جلوہ گر ہے وہاں وہاں اپنی رحمت وشفقت کی دلنواز، دلگداز کرنوں سے عالم کو منور کرنے والا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام وحدت لے کر بکھری ہوئی انسانیت کو ایک سلک مروارید میں پرونے والا آیا۔

ہزاروں جبرائیل الجھے ہوئے ہیں گرد منزل میں
نہ جانے کس قدر اونچا ہے کاشانہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

اگر بغور دیکھا جائے تو دنیا میں رعونت ونخوت کے بے شمار انداز ہیں۔حضرت انسان میں کوئی خوبی بھی کہیں کمال کو پہنچی وہیں حضرت انسان اپنی حیثیت کو بھولا اور اپنی انا کی دلدل میں جا پھنسا اور خدائی دعوے کرنے لگا۔اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت، کائنات کے آقا، خواجہ کون ومکاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں ہر قسم کی پائی جانے والی خوبی کو یا وہ کمال کہ جس کا تصور بھی کیا جا سکتا ہو اس خوبی، اس عروج اور اس کمال سے کما حقہ متصف فرما کر بھیجا اور جس جس انداز سے خودستائی اور خودنمائی کو بو پائی جاتی ہے اس اس انداز سے اپنے کمال کی خوشبو بکھیر کر فضا کو وحدت کی عطر بیزیوں سے معطر کیا۔

اب کبھی الجھن نہ ہوگی دین احمد کی قسم
زندگی کی الجھنیں سلجھا گیا بطحا کا چاند
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حسن صورت، حسن سیرت، حسن اختیارات، حسن کمالات، حسن علم، حسن عمل، حسن

تدبیر، حسن ترنم، غرض ہر وہ حسن جو مبداء فیض میں موجود تھا اس سے آپ کو مزین کیا گیا اور ساتھ ہی آپ ﷺ کو یہ فریضہ سونپا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اے محبوب ﷺ! دنیا میں کئی فرعون مختصر سی حکومت اور مختصر اور محدود اختیارات کے حصول پر خدائی دعوے کرتے رہے اور اپنی حیثیت بھول جاتے رہے لیکن ہم نے آپ کو زمین و آسمان کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی سلطنتوں کا واحد مالک بنایا ہے۔ دنیا و مافیہا کو آپ کے قبضہ و اختیار میں دے دیا ہے۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

آسمانوں پر آپ کے وزراء ذی احتشام زمین پر آپ کے وزراء کرام ذوالاحترام، چرند پرند، نباتات و جمادات اور حیوانات آپ کے حکم کے پابند، ہوائیں آپ کی اور آپ کے غلاموں کی پیغام رساں، جن و انس آپ کے قدموں پہ نثار۔ آپ کو اتنے کمالات و اختیارات کا مالک بنا کر مبعوث فرمایا کہ جب کوئی مغرور، نخوت زدہ انسان اپنی تھوڑی اور چھوٹی سی حکومت کے بدلے میں آپ کی حکومت، آپ کی مملکت اور آپ کے اختیارات پر نظر ڈالے گا تو شرم و خجالت کے پسینے سے خود ہی شرابور ہو جائے گا اور خدائی دعویٰ کرنے سے پہلے ہی خجالت کے پسینے میں ڈوب مرے گا۔

جو حقیر کو بھی سنوار دے جو فقیر کو بھی نواز دے
اس شاہ بطحا کا ذکر ہے اسی تاجدار کی بات ہے

اسی طرح آپ کے جد امجد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نمرود کے سامنے میری ذات کے تعارف کے حوالہ سے مناظرہ میں مصروف تھے تو اس مناظرہ میں خدائی دعویٰ کرنے والے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے اگر تم بھی خدائی دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو تو ایک بار صرف ایک بار سورج کو مغرب سے طلوع کر دو لیکن وہ کم بخت ایسا نہ کر سکتا تھا نہ کر سکا اس

لئے اپنی ہی محفل میں اور اپنے ہی چاہنے والوں کی بھری مجلس میں لاجواب ہو کر مبہوت الحواس ہو کر رہ گیا لیکن آپ کی ذات ستودہ صفات کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہوا سورج لوٹ آیا گویا وہ آپ کے اشارے پر چلتا ہوا سورج مغرب سے طلوع ہوا۔ چاند انگشت مبارک کا اشارہ پا کر دو ٹکڑے ہوا اور قدم بوسی کر کے واپس اپنی جگہ جا پہنچا۔ ان حالات میں آپ ان صفات و کمالات سے متصف ہو کر بھی یہ اعلان فرمائیں کہ دیکھو! اے دنیائے انسانیت! دیکھو توجہ کرو میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکم خداوندی سے ڈوبے ہوئے خورشید کو واپس لا سکتا ہوں، درخشندہ و تابندہ چاند کو انگلی کے اشارے سے چیر سکتا ہوں، میں پھر بھی اعلان کرتا ہوں کہ میں خدا نہیں، میں معبود نہیں بلکہ معبود برحق کا بندہ ہوں۔ وہ ایک ہے، وحدہ لاشریک ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی کے ہونے کا تصور کیا جا سکتا ہے وہ اس کے ہونے سے ہے اس کا کوئی ہم پایہ اور ہم پلہ نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی باپ نہیں، اس کا کوئی بیٹا نہیں، اس کی کوئی بیٹی نہیں، اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، دنیا و مافیھا کا بلاشرکت غیرے مالک ہے وہی ایک ذات ہے جو عبادت کے لائق ہے سجدوں کی سزاوار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب ﷺ! تیرے جیسے عظیم، جس پر ہر قسم کی عظمتیں ختم کر دی گئیں ہیں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سن کر کسی نمرود، کسی ہامان اور کسی بھی فرعون کو خدائی کا دعویٰ کرنے کا یارا نہ ہوگا۔

دنیائے دوں میں ''حسن صورت'' بھی ایک ایسا کمال ہے جس سے متصف ہونے والے افراد کے غمزوں اور نخروں پر لوگ نقد دل کی بساط نذر کر دیتے ہیں۔ شعراء غزلوں اور قصیدوں کے تحفے پیش کرتے ہیں تو وہ حسن کے پیکر اپنے ہی حسن کے حسن میں ڈوب کر ایسا ڈوب جاتے ہیں کہ اپنی اصلیت ہی بھول جاتے ہیں۔ ان کے سامنے حسن ظاہر کے پرستار اپنی گردنیں خم کر دیتے ہیں تو ان کی گردنیں اور تن جاتی ہیں۔

لیکن اے مملکت حسن اکمل کے تاجدار! اے مسند نشین مملکت خوباں! تجھے ہم نے ایسے

حسن سے نوازا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں کوئی حسن کی جھلک نظر آتی ہے وہ تیرے ہی حسن کی بھیک ہے۔ خُلِقْتَ مُبَرَّا مِنْ کُلِّ عَیْبٍ کے مصداق نہ تیرے حسن صورت میں کوئی نقص نہ حسن سیرت میں، نہ حسن سماعت میں نہ حسن تکلم میں، نہ حسن تدبر میں نہ حسن تدبیر میں، تیری پیشانی سے بھیک لے کر چاند روشن ہو، تیرے حسن کی مکمل تعریف و توصیف میں قرآن پاک جیسی عظیم الشان اور لازوال کتاب ہے، تجھے تو ہم نے ایسے تخلیق کیا ہے کہ چشم بینا رکھنے والا جب تیری ذات کے حسن میں ڈوب کر تجھے دیکھے گا تو خود بخود تجھے دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے گا کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ کہ جیسے تجھے تیرے خالق اور تیرے بنانے والے نے تجھے پوچھ پوچھ بنایا ہے کہ اے محبوب! تو بتا تجھے کیسا بناؤں؟

جب تیرے کمال حسن اور اس کی رعنائیوں سے دنیا مسحور ہوگی۔ تیرے نام کا نشہ جب دنیا کو ہر نشے سے بے نیاز کر دے گا جب سنگریزوں تک کو تیرا کلمہ ازبر ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی تو اپنی بڑائی کی بجائے میرا بندہ بن کر میری وحدانیت کا اعلان فرمائے گا میری ذات کے واحد ہونے کی دلیل میں تو خود اپنے آپ کو پیش کرے گا اور جب اعلان کرے گا اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ اَللّٰہُ الْبَاقِیُّ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ السَّمِیْعُ۔ اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ تو حسن فانی میں ڈوبے فخر و غرور کے تمام بت خود ہی پاش پاش ہو جائیں گے اور پھر کوئی حسین خدائی دعویٰ نہ کر سکے گا۔

جب حسن علم و فضل کے شملے بڑے ہو جاتے ہیں جب علم، حجاب اکبر بن جاتا ہے جب علم کی مسند پر بیٹھنے والوں کو اپنے سر، اپنے اصلی قد سے بھی بڑے نظر آنے لگتے ہیں، تو سینے فخر سے تن جاتے ہیں۔ علم و فضل کے بھوکے اور لالچی، جب ان اونچے شملوں کے سامنے اپنی دستاریں اتار دیتے ہیں، نقد دل کے نذرانے قدموں پر ڈھیر کرنے لگتے ہیں، ایسے میں کئی عالم، کئی فاضل، علم و فضل کی دنیا کے خدا بن بیٹھتے ہیں۔

لیکن میرے محبوب! رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ) کا سبق یاد کرنے والے اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ

فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ کی حسن تربیت پانے والے عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (النساء:113) کی سند پانے والے عَلِمْتُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ کا اعلان کرنے والے اور سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰیۤ (اعلٰی) کی تسلی پانے والے محبوب سے جب کہا کہ بایں ہمہ صفت موصوف تم یوں اعلان کرو کہ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمُ اللّٰہ کہ میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جو علیم بھی ہے خبیر بھی ہے وہ دلوں کی ان دھڑکنوں تک کو جانتا ہے جو الفاظ و معانی کی تعبیر کا جامہ نہیں پہن سکتیں۔ وہی معلم حقیقی ہے۔ میرا مبلغ علم اس کے وسیع علم کے مقابل میں ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ میرا علم اسی کے کرم اور عطا کا نتیجہ ہے۔ میں اس کی اجازت کے بغیر لب کشائی نہیں کر سکتا۔ علم کے تمام خزانے اسی علیم و خبیر کے پاس ہیں لہٰذا آؤ تمہیں اس علیم و خبیر کے حضور لے چلوں جس نے مجھ جیسا صاحب علم و بصیرت بنایا۔ یہ اعلان سنتے ہی تمام علموں اور عالموں کے طرے اور ان کا کروفر خاک میں مل جائے گا اور ان کی خدائی پندار کے بت پاش پاش ہو جائیں گے۔

اے کہ بر تخت سیادت زازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بطحا کی سنسان وادی اور فاران کی چوٹیوں سے اس پیکر رعنا، مالک و مختار، خدائی کے واحد فرمانروا کی زبان فیض بار سے کیا ہوا اعلان پوری دنیا پر غالب آ گیا۔ جھوٹی خدائی کے خداؤں کے سر جھک گئے۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

سونے چاندی، مٹی، لوہے، اور لکڑی کے بت ریزہ ریزہ ہو گئے۔ دنیا کا کوئی خطہ، کوئی وادی، کوئی قریہ، کوئی شہر اور کوئی ملک ایسا نہیں، کوئی سطح ارض ایسی نہیں جہاں میرے مولا کا اعلان توحید گونج نہ رہا ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ نہ گونجتا ہو۔

یہ نغمہ توحید از تخلیق آدم تا عیسیٰ علیہ السلام ہر نبی، ہر پیغمبر اور ہر رسول نے بلند کیا لیکن کسی کی آواز ایک علاقہ تک محدود رہی، کسی کی آواز ایک قریہ اور ایک وادی تک ہی پہنچ سکی بلکہ بعض اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ شخصیات کی آواز اپنے گھر کے افراد تک بھی نہ پہنچ سکی انہوں نے اپنے فرائض میں نہ کوتاہی کی اور نہ تساہل، وہ اپنا اپنا فرض ادا کرنے میں بڑے مخلص ہی نہ تھے بلکہ صحیح معنوں میں باقی مخلوق میں سب سے زیادہ مخلص ہی وہ تھے لیکن ان کے اعلان توحید کی گونج یوں بلند نہ ہوئی جس طرح آمنہ کے لعل، عبداللہ کے بیٹے، حلیمہ کے دلارے، اللہ تعالیٰ کے محبوب گرامی، مجھ جیسے کروڑوں ناکارہ عصیاں شعاروں کی آخری پناہ گاہ۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

گویا اس وقت چار دانگ عالم میں محافل میلاد کی بہار ہے۔ فضاؤں میں درود و سلام کے نغمے بکھرے ہوئے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مومنین کے قلوب ضیا پا رہے ہیں۔ ماحول نکہتِ ونور سے معمور ہے۔ یہ سب اسی داعی توحید کی آمد آمد کا صدقہ ہے جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک در پر لا جھکایا۔ جس نے انسانیت کو ایک چوکھٹ پہ لا کھڑا کر دیا۔ جس نے آدمی کو عظمت انسانیت سے آگاہ کیا جس نے ہر شخص، ہر فرد اور ہر مرد و زن کو راہ دکھائی کہ اس ایک ذات باری تعالیٰ نے تیرے لئے کیا کچھ پیدا کیا ہے اور تجھے کس لئے پیدا کیا ہے۔

جانور پیدا کئے تری وفا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تری غذا کے واسطے

چاند سورج اور ستارے تیری ضیاء کے واسطے
سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

اور وہی عظیم شخصیت ہے جس کی وساطت سے تسلیم شدہ توحید ہی قابل اعتبار ہے۔

ساعت ذکر پاک رسول آ گئی سارے عالم پر اک کیف چھانے لگا
مطربان ازل زمزمہ سنج ہیں روح کونین کو وجد آنے لگا

ان کی آمد کے پھر تذکرے چھڑ گئے ذکر میلاد پھر دل لبھانے لگا
گلستاں گلستاں پھر بہار آگئی پھر چمن کا چمن مسکرانے لگا

سلام ہو اس کی ولادت باسعادت پر اس کی آمد پر درود ہو جس کا نام نامی اسم گرامی ہی کفر شکن ہے اس کی عظمت کے حضور ذہن وفکر کی پر خلوص عقیدتوں اور بھرپور قلبی کیفیات کے ساتھ سر جھکانے کو جی چاہتا ہے۔

اے نوائے ساز فطرت رونق بزم جہاں
نغمۂ حق سے تیرے گونجے مکان و لامکان
تیری خلقت پر ہے نازاں خود خدائے انس وجاں
تیرے قدموں پر فدا ہے رفعت ہفت آسماں

☆☆☆☆☆☆☆☆

حمد بے حد اس خدائے پاک کو
اور درود اس سید لولاک ﷺ کو
نعت کے شایاں محمد مصطفیٰ ﷺ
جن کے صدقے ہم نے پہچانا خدا

اللهم صل علی محمدن نبی الامی وسلم تسلیما

نسبت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تجربہ شاہد ہے کہ نسبت باعث نجات ہے۔ نسبت باعث جنت ہے۔ نسبت خود سپردگی کا دوسرا نام ہے۔ نسبت جذبات کا تلاطم ہے۔ نسبت سر اونچا کرتی ہے۔ نسبت بے بسی اور بے کسی کے گہرے غار سے نکالتی ہے۔ نسبت تنہا نہیں رہنے دیتی۔ خلوتوں میں ہم جلیس ہوتی ہے۔ سفر میں ہم سفر ہوتی ہے۔ حضر میں بھی قریب رگ جاں ہوتی ہے۔ نسبت لطف دیتی ہے قرار دیتی ہے۔ نسبت بے چین رکھتی ہے اور بے قرار بھی۔ نسبت رلاتی بھی ہے ہنساتی بھی ہے۔ نسبت اس وقت بھی ساتھ ہوتی ہے جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا بلکہ منسوب خود ایسا وقت تلاش کرتا ہے جب وہ ہو یا اس کا منسوب الیہ۔ اگر وہ نہ ہو تو اس کی یاد ہو۔ وہ پہروں اپنے محبوب سے باتیں کرتا ہے اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کی سنتا ہے اپنی سناتا ہے۔ نسبت حفاظت کرتی ہے نسبت محفوظ رکھتی ہے۔ منسوب الیہ کی نسبت سے منسوب کا درجہ و مرتبہ اور مقام بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ لوگوں سے قرب اور دوریاں اسی نسبت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ نفرتیں اور محبتیں جنم لیتی ہیں وقار اور ذلتیں آگے بڑھتی ہیں۔

اور اگر یہ نسبت اس سے ہو جس کی مثال نہیں، نظیر نہیں، ماضی میں، حال میں اور نہ استقبال میں، جس نے وحشیوں کو جینا سکھایا، غلاموں کو زمانے کا آقا بنایا، جس نے خود نہ کھایا بھوکوں کو کھلایا، جس نے خود کچھ نہ رکھا سب کچھ لٹا دیا، جس نے ہماری خاطر، ہماری آسائش کے لئے اپنا آرام ٹھکرا دیا۔ ہاں ہاں! جب زمانہ اسے ٹھکرا رہا تھا تو اس کا مولیٰ اس کو آفتاب عالمتاب بنا رہا تھا جو افق عالم سے گرتی ہوئی قوم کو آن کی آن میں اس بلندی پر لے گیا کہ سارے عالم نے اسے چڑھتے ہوئے دیکھا، سرفراز ہوتے دیکھا اور اس عظمت تک پہنچتے پہنچتے نہ کسی کھائی میں گرا نہ ڈگمگایا۔ ہاں وہی افق عالم پر آفتاب ہدایت بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا۔ جو قلب و نظر کا مرکز بننے کے قابل ہے۔ وہی

ایک ہے جو دل میں بسایا جاسکتا ہے بلکہ اس جیسا کوئی ہو تو لاؤ، دکھاؤ، ایسا کبھی نہ کر سکو گے۔

ملی جبریل کو بھی سرفرازی ان کی نسبت سے
وگرنہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں
جو ان کی یاد میں گزرے وہی پل زندگی ٹھہرے
بظاہر ساری گھڑیاں سارے لمحے ایک جیسے ہیں

مجازی عاشقوں کا اور معشوقوں کا حال ہم نے دیکھا ہے وہ محبوبوں، معشوقوں پر جان چھڑکتے ہیں۔ اشاروں پر ناچتے ہیں۔ جو کہتا ہے کر گزرتے ہیں۔ آسمان کے تارے توڑ لاتے ہیں۔ ہمالیہ کی چوٹیاں سر کرتے ہیں۔ خون کے نذرانے پیش کرتے بھی دیکھا ہے۔ ان کی یاد میں آہیں بھرتے، آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ دودھ کی نہریں جاری کرتے ہیں ان کی اداؤں پر قربان ہوتے ہیں۔ ان جیسا لباس زیب تن کرتے ہیں نہ جانے کیا کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے وہ محبوب بے وفا ہوتے ہیں۔ قدر نہ کرنے والے، وفاؤں کو نظر انداز کرنے والے، منہ موڑ لینے والے، طالب کی بے بسی کی تضحیک کرنے والے، مذاق اڑانے والے، رقیبوں سے رابطے بڑھا بڑھا کر جلانے والے پھر بعض اوقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منہ موڑ جانے والے ہوتے ہیں۔

اور اگر ہم اپنی نسبت، اپنی محبت کا مرکز، اپنی طلب کی انتہا، اپنی چاہتوں کا محور اس محبوب کو بنالیں جس کو محبوبیت زیب دیتی ہے، جو دنیا میں چاہے جانے والوں میں سب سے زیادہ چاہا جانے والا ہے۔ جسے انسان چاہیں، حیوان قدموں پہ نچھاور ہوں، جانور سجدہ کریں، چرند پرند سلامی کو آئیں، فرشتے سلامی اور دربانی کو آئیں۔ خود خالق اس کو چاہے اس کی راہوں کے تقدس کی قسمیں کھائے۔ مولا خود اس کے حسن کی داد دے۔ اس کی اداؤں کو تلاوت کا حصہ بنا دے تو اس کی نسبت ہمارے لئے یقیناً باعث عظمت بھی ہو، باعث نجات بھی، حضر میں بھی ہماری ساتھی ہو، سفر میں بھی ہم رفیق ہو، دنیا بھی سنوار دے آخرت بھی۔

ظفر چشتی دی کیہ اوقات سی دنیا دے وچ آقا
تیری نسبت تھیں ہوگئی بلے بلے یارسول اللہ (ﷺ)

اگر یہ تمنا ہے تو آؤ جمال محمدی ﷺ چہرے پہ سجائیں سنت مصطفےٰ ﷺ کی بہار سے چہروں کو چمکائیں۔

تیرے در کے سوا آسودگی اور کہاں ملتی ہے
تیرے در پر زمانہ ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا

آنکھ ہو یا دل، ہاتھ ہو یا پاؤں، جب اس کا تعلق کسی سے ہو جاتا ہے تو اس کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ مقناطیس سے چمٹ کر لوہا خود کب جدا ہو سکتا ہے۔

چمٹا لیا تصور جاناں کو جان سے
اللہ رے شعور، دلِ بے شعور کا

البتہ جن سے نسبت کا مجھے دعویٰ ہے اس نے کہا تھا اپنی ہر چیز اللہ کو سونپ دے اور خود اپنے دل کے دروازے پر اس کا دربان بن کر بیٹھ جا۔ وہ جس کو دل میں آنے کی اجازت دے اسے آنے دے اور جسے منع کرے اسے روک دے اور ہوائے نفس کو دل کی دنیا سے دیس نکالا دے کر دوبارہ ادھر نہ آنے دے لیکن میں دل کے دروازے پر اس کا دربان بن کر نہ بیٹھ سکا۔ میری چاہتوں پر غالب آنے والا ہر غیر، میرے دل کے دروازے کی کنڈی خود ہی کھولتا ہے اندر آتا ہے اور میری چاہتوں کی ہوس اور تیز کرتا ہوا خود ہی باہر نکل جاتا ہے۔

دل میں اس کی یاد اور فکر جہاں بھی پیارے
ایک نیام میں ہم نے رکھی ہیں یہ دو تلواریں

سوچ! ایک وقت آنا ہے اور ضرور آنا ہے۔ زمین کے اندھے غار قبر میں، وہاں ان سے سامنا ہونا ہے، وہ دیکھیں تو پہچان لیں واہ یہ تو ہمارا ہے، اپنا ہے، اس کی جبین شوق پر سجدوں کی چمک ہے، اس کا چہرہ میری سنت کی بہار کی لڑیوں سے سجا ہوا ہے۔ اس کے دل، خیال، دماغ میں میری یادوں کا بسیرا ہے۔ یہ تو سارا ہی میری اداؤں سے سجا ہوا ہے۔

آپ کی یہ پہچان، ہاں یہی اپنائیت ابدالآباد تک راحتوں کی خیرات سے جھولیاں بھر دے گی اور اگر انہوں نے دیکھ کر پوچھا تو کون ہے؟ تمہارا نام کیا ہے؟ میں کہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا غلام، مجھے غلام محمد کہتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ فرمادیں ہم نے کیا کہا تھا تم کیا بن کر آگئے ہو۔ ایسے ہوتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام؟

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں افسوس ہے ان پر جو روتے ہیں اس پر جس کا جسم مردہ ہو گیا لیکن اس پر نہیں روتے جس کا دل مردہ ہو گیا۔

"اور مردہ دل وہ ہوتا ہے جو یادِ محبوب سے خالی ہو جائے"

میرے دوست گرنا آسان ہے چڑھنا مشکل ہے۔ کنویں میں گرنے کے لئے صرف چھلانگ لگا دینا ہی کافی ہے لیکن چڑھنے کے لئے کئی عوامل رسی، رسی کا پکڑنا، اوپر چڑھنے کے لئے تگ ودو کرنا، رسی پکڑنے کے لئے رسی کا تعاون و مدد حاصل کرنا۔ غرض چڑھنے کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت ہے لیکن حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی اتنا عظیم ہے کہ سوسالہ کفر وطغیان میں ڈوبا ہوا شخص بھی یہ نام لے کر ایمان واتقی کی آخری سرحدوں کو فوراً چھو لیتا ہے۔ یہ اسی عظیم ترین محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا رنگ ہے۔ اگر چڑھ جائے تو منسوب اس نسبت کے حوالہ سے ساری دنیا کے لئے محسود بن جائے۔

نظروں میں میری حسن کی جنت بسا گیا
سینے میں میرے ایک شرر سا چھپا گیا
بخشا میرے نیاز کو جب ذوق بندگی
قدموں میں میرے عرش کے تارے گرا گیا

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ شہر مدینہ کے ایک بازار میں کسی کام سے جا رہے تھے۔ تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جیسے دور جہالت کا دستور تھا اور معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ البتہ یہ حرکت کچھ بڑائی کا احساس دلاتی تھی۔ اچانک پیچھے سے آواز آئی: یَا عُبَیْدُ اِرْفَعْ اَزَارَکَ فَاِنَّهُ اَتْقٰی وَاَبْقٰی۔ اس آواز میں حکم بھی تھا درس بھی اور حکمتوں

کا سبق بھی کہ عبید اپنا تہبند اونچا کرو کہ یہ پرہیزگاروں کی علامت ہے اور پائیداری کا نشان بھی۔

عبید نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاہکار ربوبیت، حسن و جمال کی زندہ تصویر، خلق و مروت کا اعلیٰ نمونہ، معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے ملاقات ہوگئی۔ تبسم کناں درس طہارت وتقویٰ دے رہے ہیں۔ غلام نے عرض کیا آقا! اس کا کیا ہے ایک چادر سفید اور کالی دھاری والی ہے اور کیا ہے۔ آپ کا تبسم، جلال رسالت ونبوت میں بدل گیا اور پرجوش لہجہ میں ارشاد فرمایا: اَمَالَکَ فِیَّ اُسْوَۃٌ۔ کیا تیرے لئے میری ذات ایک نمونہ نہیں؟ فضا میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی یہ الفاظ بجلی بن کر کوند بن کر بکھرے اور دنیا بھر میں غلامی کا دم بھرنے والوں، نسبتوں پر فخر کرنے والوں کو ایک پیاری اور البیلی راہ دکھا گئے۔ نسبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ منسوب الیہ کو یہ نہ کہنا پڑے کہ اَمَالَکَ فِیَّ اُسْوَۃٌ کہ کیا تیرے لئے میری ذات میں کوئی نمونہ نہیں۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لاالہ را

ماہر رضویات، مسعود ملت اسلامیہ، حضرت پروفیسر محمد مسعود صاحب کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ سن 1824ء کی بات ہے کہ ایک ہندوستانی ادیب، مرزا قتیل سے ایک ایرانی ادیب بہت متاثر ہوا۔ ایرانی ادیب مرزا قتیل کی زیارت کا شرف حاصل کرنے ایران سے چلا۔ ہندوستان پہنچا جب ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو مرزا قتیل اس وقت داڑھی مونڈ رہے تھے ایرانی ادیب بہت حیران ہوا۔ مرزا قتیل کو دیکھتے ہی کہنے لگا آغا! ریش می تراشی؟ آقا داڑھی چھیل رہے ہیں آپ؟

اس نے جواب دیا۔

بلے! موئے می تراشم۔ دلے دلے کسے نے خراشم۔ ہاں اپنے بال تراش رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا۔

ایرانی ادیب نے کہا۔

آرے دل رسول اللہ ﷺ می خراشی۔ ہاں تم رسول اللہ ﷺ کا دل تو ضرور دکھا رہے ہو۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ فقرہ تیروسناں کی طرح سید حامرزا قتیل کے دل پر جا کر پیوست ہو گیا اور مرزا قتیل واقعی قتیل ہو گئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آیا تو وہ واقعی ہوش میں آ چکے تھے۔ کہنے لگے آغا

جزاک اللہ چشمم باز کردی

مرابا جانِ جان ہمراز کردی

یعنی اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور میری جان کی جان، میرے محبوب میرے آقا، میرے منسوب الیہ سے آپ نے مجھے ہمراز کر دیا ﷺ۔

ہمارے محبوب وہ ہیں جو محبوب ذوالکرم والاحسان بھی ہیں ﷺ۔ ان کے محب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے تمام چاہنے والوں اور آپ سے نسبت رکھنے والوں کو حکم دیا ہے کہ میرے محبوب سے نسبت کا دعویٰ کرنے والو، دعوے کا ثبوت دو۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7) یعنی دعویٰ نسبت ومحبت کا تقاضا یہ ہے کہ میرا محبوب تمہیں جو کچھ دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔

اور اپنے محبوب سے بھی کہلوا دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آل عمران:31) یعنی اے میرے محبوب! آپ ان سے فرمادیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتے ہو تو اس کا ثبوت دینے کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے۔ میرے ہو جاؤ جو میرا ہوا وہ اللہ کا ہوا۔ جو مجھ سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے فیضان سے بھی آگاہ کر دیا کہ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:31) کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس کے محبوب ہونے کی شان شاید ہر کوئی نہ جانتا ہو اس کی شان پھر یہ ہوتی ہے کہ خالق کائنات پھر ساری کائنات کی تقدیر اس کے ہاتھ دیتے ہوئے کہتا ہے پیارے "یہ

جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں' اب زمانے کی تقدیر تیرے ہاتھ میں ہے۔

میرے دوست! میرے عزیز! میرے بھائی! جس کی نسبت اس مقام پر پہنچ جائے کہ عزت بھی دے عظمت بھی مالک ارض وسما بھی بنائے اور تقدیر زمانہ کی باگ بھی اس کے ہاتھ میں تھما دے تو اس سے نسبت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کے ہو جائیں۔

کیا تمازت دھوپ کیسی اور کہاں کی حدتیں
ان کا دامن تھام لو پھر حشر تک سایہ بہت

ذات مصطفوی ﷺ

جب کبھی میں حضور رحمت عالم، معلم کائنات، متمم مکارم اخلاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک چمن پر بہار کے دروازے پر آ کھڑا ہوں اور اس چمن کا ہر پھول، ہر پتہ اور ہر پھول کی پنکھڑی اور پتے کا ریشہ مجھے دعوت نظارہ دیتا ہے اور میں ہر پنکھڑی کے حسن میں یوں گم ہو جاتا ہوں کہ اس کی مہک میرے مشام جان ایمان کو معطر کیے دیتی ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

آیئے! آج ہم اپنے آقا و مولا، راحت جان و ایماں ﷺ کی سیرت طیبہ کے چمن پر بہار کے چند گوشوں کی سیر کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا بچپن ایسا ہے کہ اس کے حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ کے بچپن میں وہ لڑکپن جو کھلنڈرے لڑکوں میں ہوتا ہے نہیں تھا کہ کھیل کود اور لہو و لعب کے لئے نکلے تو پھر واپسی کا راستہ ہی بھول گئے یا وہ گوئی، بے ہودگی، قہقہے، تمسخر، خود فراموشی اور ناعاقبت اندیشی جیسی بے ہودہ صفات بچپن ہی میں آ جاتی ہیں لیکن حضور معلم کائنات ﷺ کے بچپنے میں ایسی کسی حرکت کا کہیں دور تک اندیشہ نہیں۔ کھیل کود سے کوسوں دور یا وہ گوئی و بے ہودگی کا کوئی تصور نہیں بلکہ سنجیدگی اور وقار کے پیکر جمیل ﷺ نے قہقہے اور تمسخر کا ناپاک منہ زندگی بھر نہیں دیکھا۔ ناعاقبت اندیشی ایک اندھا پن ہے وہ اس ذات والا صفات میں کیسے آ سکتا ہے جس نے ساری انسانیت کو بصارت و بصیرت کی دولت سے مالا مال کرنا ہے۔

آپ نے بچپن میں ہی فکر و تدبر کے ایسے حسین کارنامے سرانجام دیئے کہ سر گردان

عرب کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ کسے یاد نہیں جس پر پورا عرب رَضِینَا ھٰذَا اَمِیْنٌ کے نعرے لگانا شروع کر دیتا ہے۔

آپ کا بچپنا جس میں بچوں کو شعور نیک و بد تو کیا اتنا بچپنا کہ کسی کو ابھی پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا نیک و بد کی تمیز کرنے کی اہمیت سے عاری ہوتا ہے یعنی شیر خوارگی کا زمانہ۔ اس میں بھی آپ نے وہ حسن شعور و آگہی کا معجزہ دکھایا کہ کسی اعلیٰ سے اعلیٰ انسان کی زندگی میں ڈھونڈے سے نہ ملے کہ رضائی والدہ کی چھاتی سے منہ لگاتے ہیں دائیں جانب سے دودھ نوش فرما لینے کے بعد جب حلیمہ نے آپ کو بائیں طرف دودھ پینے کے لئے مائل کیا تو آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا کہ اگر میں بھی اپنے دودھ شریک بھائی کے حصے کا دودھ پینے لگوں تو مکارم اخلاق کے پہلوؤں میں سے اس پہلو کی تکمیل کون کرے گا۔

گویا آپ کے بچپن کا ہر دن اور ہر دن کا ہر لحہ آپ کی ذات کریمہ کے حسن عمل کی ایسی مہک پیش کرتا ہے کہ کائنات انسانی آج تک اس مہک سے مسحور و مخمور ہو رہی ہے اور قیامت تک اس کی مہک اپنی خوشبو پھیلاتی رہے گی۔

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

یہ بچپنے کے مکارم اخلاق کا ایک حسین پہلو ہے آپ نے اپنی رضاعت کے لئے اس عورت کا، اس خاندان کا انتخاب فرمایا جو اپنی غربت اپنے افلاس اپنی کمزوریوں کی وجہ سے امراء کے بچوں کے حصول میں ناکام ہو کر مزید اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہا تھا۔ بے چارگی اور شکستگی کے بھرپور احساس کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسانوں کو اپنے فیوض و برکات سے اس قدر مالا مال کر دیا کہ اسے کسی اور کی طرف منہ اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہی بلکہ دنیا بھر کے امراء، وزراء اور شہنشاہان زمانہ اس کے کچے سے کوٹھے کی عظمت و رفعت اور شان پر رشک کرنے لگے۔ وہ چھوٹی سی کٹیا مرکز انوار الٰہیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز عقیدت و محبت بھی بن گئی۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تونے نبی کو پالا ہے

میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

آپ کی جوانی اتنی پاکیزہ اور مقدس ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن اور ناقد آپ کی جوانی پر کوئی حرف نہ لا سکا۔ عرب کا وہ ماحول جس پر شراب، جوا، قتل و غارت، فخر و غرور، کبر و نخوت، خودنمائی اور جنگ وجدل کے ناپاک اور گہرے بادل چھائے ہوئے تھے کہ کوئی گھر اور گھر کا کوئی فرد ایسا نہیں جوان ناپاک بادلوں میں گھرا ہوا نہ ہو اور اس پر ستم ظریفی کہ کسی کو ان گھمبیر اندھیروں سے خوف نہیں آتا بلکہ کفر و شرک، ضلالت و گمراہی سے یوں چمٹے ہوئے تھے جیسے اس سے جدائی ان کے لئے موت کا پیغام ہو۔

بگڑ بگڑ کر تھا اتنا بگڑا کہ کتنی نسلیں بگاڑ کر بھی

دل یہ چاہے میں اور بگڑوں میں اور بگڑا ہی جا رہا تھا

ایسے میں عبدالمطلب کا پوتا، عبداللہ کا بیٹا اور آمنہ کا لعل ﷺ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے کہ دنیا کی آنکھیں حیرت و استعجاب کی تصویر بن جاتی ہیں۔ اس ھاشمی و مطلبی جوان کی بے داغ جوانی معاشرے کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ اس عمر میں جب کہ نگاہ نیک بھی بدنام ہوتی ہے میرے ہادی، میرے راہبر ﷺ کا شباب ایک مثالی نمونہ ہے۔ اتنا خوبصورت اور اتنا پاکیزہ ہے کہ اس کے تقدس کی گرد راہ کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے باوصف جو آپ کے اس عالم شباب کی سیرت و کردار کو دیکھ لیتا ہے اس کا اسی حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کم از کم میری نسل ضرور اس سانچے میں ڈھل جائے۔

کیا کوئی نشاندہی کر سکتا ہے کہ عرب و عجم کے نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسنے والے اس عرب نوجوان کی آنکھ نے کہیں خیانت کی ہو۔ اس کی خلوت نے کوئی ایسا قدم اٹھا ہو جو وجہ انگشت نمائی بن سکتا ہو۔ اس کی جلوت پر کسی نے حرف رکھا ہو۔ اخلاق جمیلہ کے ہر پہلو کی تکمیل کرنے والے معلم اخلاق ﷺ کی جوانی دیکھو! یہاں جوانی دیوانگی نہیں فرزانگی ہے، عقل و شعور ہے، فہم و فراست ہے بلکہ ان کے ہاں جوانی تقدس، پاکیزگی اور

شیوۂ پیغمبری بن جاتی ہے۔غرض آپ کی جوانی اور عالم شباب کی سیرت کے جملہ ابواب ایسے روشن ہیں کہ پوری دنیائے انسانیت اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کے لئے بے چین و بے قرار ہے۔

مجھ سے تو ہو نہ سکے پیکر دلبر کا بیاں
یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

حضور رحمت عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی حیات طیبہ کے لاکھوں پہلو ایسے ہیں جن پر گفتگو قلم، قرطاس جاں پر موتی بکھیرتا ہے۔قلب و زبان کو لذت ملتی ہے۔اس دنیا نے دوستی کے پیکر جمیل اور دوستی کے عجیب انداز دیکھے ہوں گے لیکن قریش عرب کے ایک سلجھے ہوئے شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ آپ کے دوست حضرت محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں تو کیا وہ بے ساختہ نہ کہتے ہوں گے کہ میری ترجمانی تو حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ثابت کر دی ہے۔

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ ☆ وَاَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

آپ فرماتے ہیں میں نے ان سے ان کی نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے دعوے کی کوئی دلیل نہیں مانگی۔آپ کی صداقت، امانت، دیانت اور دوستی پر مجھے ناز ہے۔میرا تن من دھن ایسے دوست پر قربان۔جی تو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے کہ میری زندگی کے تمام اثاثے اس دوست پر نذر ہو جائیں اور میری نظریں ہوں اور آپ کا چہرہ انور ہو اور میں اسے دیکھتا ہی رہ جاؤں۔

چن جی نوں ویکھنے دی اکھیاں نو بھکھ اے
تے بھکھ لتھی کدی وی نہ ایہو مینوں دکھ اے

خالق کائنات نے اپنی تخلیق کی تمام رعنائیاں جس شخصیت میں سمو کر رکھ دیں اس ذات ستودہ صفات کو اس کے ایک اور نازک پہلو سے دیکھتے ہیں جس پہلو سے شاید ہی دنیا کا کوئی عظیم الشان حسن مجسم کا پیکر نظر آتا ہو اور وہ ہے ایک عورت کا شوہر ہونے کی حیثیت۔

ہم نے دیکھا ہے کہ وہ شخص جس کے نام پر دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں افراد اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں ضروری نہیں کہ اس رہبر و قائد کے لئے اس کی بیوی کے دل میں بھی اسی طرح کے جذبات ہوں اور وہ رہبر و قائد اپنی زوجہ کے لئے بھی اسی طرح دل کی دھڑکنوں کا باسی ہو لیکن جس ذات ستودہ صفات کا ذکر اس وقت ہماری نظروں، ذہنوں اور دماغوں کے لئے عطر بیزیاں کر کے ہمیں مسحور کر رہا ہے اس کی ایک دو بیویاں نہیں گیارہ بیویوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں جو آپ کو اس طرح نہ چاہتی ہو جس طرح انہیں ہر کلمہ پڑھنے والا چاہتا ہے بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ حتیٰ کہ یہ کمال اس عروج اور اوج تک پہنچتا ہے کہ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد اعلان ہوتے ہی سب سے پہلے جو شخص کلمہ ندرانہ پیش کرتا ہے وہ آپ کی بیوی ہے جو دنیا بھر کی جہاں دیدہ، طاہرہ، طیبہ اور دولت مند بھی ہے اور زندگی میں آپ کی شریک حیات ہو کر پندرہ سال کا طویل عرصہ آپ کی خلوت وجلوت کی ساتھی رہی ہے۔ وہی بیوی نہ صرف آپ کا کلمہ پڑھتی ہے بلکہ زندگی بھر کا سرمایہ قدموں پر ڈھیر کر دیتی ہے کہ اے میرے آقا اے میرے مولا تم پہ لاکھوں سلام ہوں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

دنیا میں جتنے بھی رہبر و قائد اس فضائے بسیط میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی میٹھی میٹھی گفتگو کی گولیاں کھا کر لوگ ان پر فدا ہو جاتے ہیں۔ پروانوں کی طرح جانیں نچھاور کرتے ہیں لیکن عمل کی دنیا میں وہ رہبر و قائدین خود اپنے بتائے ہوئے راہ عمل کے معیار پر پورے نہیں اترتے جس کا خطرات ان سے تقاضا کرتی ہے وہ لوگوں کو عمل کی راہ بتا سکتے ہیں لیکن خود اس راستے پر چلنا ان کے لئے بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

راہ صحرا تو دکھا دی اس نے اہل شوق کو
اور خود بیٹھا رہا محفل میں فرزانہ بنا

لیکن عمل کے اس آئینے میں بھی کوئی میرے ہادی ورہبر ﷺ کو دیکھے۔ سبحان اللہ اور عمل کی کسی راہ پر بھی اس کو دیکھنا چاہے تو اس کو نظر آئے گا کہ وہ عظیم انسان، عظمت انسانیت کا علم بردار اس راہ پر بہت آگے نکل گیا ہے۔ دنیا کا کوئی رہبر، کوئی قائد، کوئی ہادی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اگر کوئی میرے آقا ﷺ کو عبادت وریاضت، سجدہ ریزی وآہ وزاری، شب بیداری وآہ سحر گاہی، تدبر و تفکر اور ذکر وفکر میں ڈوبے ہوئے دیکھے تو وہ ان کو اتنا آگے بڑھا ہوا پائے گا کہ خود خالق حقیقی، معبود برحق، جل وعلیٰ اسے کہہ رہا ہوگا کہ اے کالی کملی اوڑھنے والے محبوب ﷺ! قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝ (مزمل) راتوں کو قیام کرو اور ضرور کرو لیکن تھوڑا رات کا نصف حصہ یا اس سے کم وبیش۔

اور اگر کوئی اسے مسند انصاف پر بیٹھا ہوا پائے تو اپنی عینک پر لاکھ غیریت کے غبار ڈال لے پھر بھی اسے اس جیسا کوئی منصف نہ مل سکے گا کہ وہ کہتا رہا ہو کہ مجھے اس ذات باری تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے الفا الفا۔ اگر بنی تمیم کی عورت کی جگہ میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرنے والی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

سائنس چاہے کتنے ہی مہتاب طے کرے
لیکن پہنچ سکے گی نہ گرد رسول ﷺ کو

اگر کوئی میرے سر پر اپنی رحمتوں کی چادر کا سایہ ہمیشہ رکھنے والے کو بحیثیت امین اور امانت دار دیکھنا چاہے تو دیکھے وہ ایسا امین ہے کہ امانت رکھی ہوئی چیز کی نوعیت بدلنا بھی پسند نہیں کرتا۔ وہ یہ سبق دیتا ہے کہ اگر کسی چیز کی حیثیت ایک جیسی ہو اور نمبر مختلف ہوں اور سوائے نمبر کی تبدیلی کے اس کی حیثیت میں ایک شمہ بھی فرق نہ ہو پھر بھی امانت رکھنے والے نے اس کو جیسا تمہارے پاس رکھا ہے عرصہ دراز کے بعد بھی آپ سے طلب کرے تو بعینہ اسی طرح اس کو لوٹانا ضروری ہے۔ امانت رکھنے والے کے ساتھ ممکن ہے تعلقات اس طویل عرصہ میں بہتر نہ رہے ہوں پھر بھی تمہیں اختیار نہیں ہے کہ اس کی امانت میں خیانت

کرو اور اس حکم کے پس منظر میں اس کا اپنا کردار اس حکم سے بھی بہت آگے ہے۔ اس کی جان کے دشمن راہ میں کانٹے بچھانے والے، اس کے جاں نثاروں کو دہکتے انگاروں پر لٹانے والے، گلے میں رسی ڈال کر گلیوں، بازاروں میں گھسیٹنے والے بھی اس کے پاس اپنی امانتیں رکھتے ہیں اس لئے کہ انہیں یقین ہے کہ ہزار مخالفت کے باوجود، ہماری امانتوں میں خیانت نہیں کریں گے۔ چرخ نیلگوں کے چمکتے ستاروں نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ ننگی تلواریں جو اس کے خون کی پیاسی گھر سے باہر صرف ان لمحات کے انتظار میں ہیں کہ جونہی باہر نکلے اور اس کے خون کا خراج وصول کر کے اپنی پیاس بجھا لیں لیکن میرا عظیم تر پیغمبر ﷺ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے ان کی امانتیں اپنے چچازاد بھائی، اپنے جاں نثار علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیتا ہے کہ ان نادانوں کی امانتیں ان کے سپرد کردی جائیں۔ یہ تو مجھے نہیں جانتے، میں تو اپنی حیثیت اپنے مقام، اپنے مرتبے اور اپنے منصب اور اس منصب کے تقاضوں کو خوب سمجھتا ہوں۔

قرآں کے لفظ لفظ کی سچی دلیل ہیں
میرے حضور میرے خدا کی دلیل ہیں

تہذیب کوئی نہ کر سکے جس کو مسترد
انسان کے عروج کی ایسی دلیل ہیں

اگر کوئی سکول و کالج اور یونیورسٹی کا استاد اپنے لئے کسی عظمت کے مینار کو سامنے رکھ کر اپنے راہ عمل کا بہترین انتخاب مقرر کرنا چاہے تو اسے آپ جیسا کوئی معلم نہیں مل سکے گا۔ اس کا تو منصب ہی معلم ہونا ہے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا اور وہ ایسا معلم ثابت ہوا کہ اس کے مدرسہ، اس کی یونیورسٹی، صفہ سے پڑھے لکھے لوگ دنیا کے عظیم مقنن، عظیم سپہ سالار، عظیم قائد، عظیم منتظم اور انسانیت کے درد آشنا بن کر دنیا کے سامنے آئے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں، پندرہویں صدی کے سفر کا آغاز ہو چکا اور اگر ایسی اور بھی ہزار صدیاں آ کر گزر جائیں ترقی و عروج کی تھگلی پھینکنے والے اوج ثریا سے گزر جائیں پھر بھی اس کے پڑھائے

لوگوں کی گرد راہ کو نہیں پہنچ پائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

جو قدریں، حسن، حیات کا ہیں
عکس آپ کی تعلیمات کا ہیں
جتنے بھی علوم ہیں دنیا میں
سب ترجمہ آپ کی ذات کا ہیں

حرص و آز کی اور چاہتوں کی بڑی بڑی کرسیوں تک رسائی کے لئے ساری کائنات میدان کارزار بنی ہوئی ہے۔ قتل و غارت، حسد و بغض اور کینہ پروری کی غلاظتوں کے ڈھیر سے زمین فکر میں نفرتوں کے کانٹے بوئے ہوئے ہیں۔ حل و حرمت کی تمیز کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ سیم و زر جمع کرنے اور کرسی اقتدار تک پہنچنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ انسان درندے بن گئے ہیں۔ ایسے عالم میں اگر کہیں کسی جگہ فتح مل گئی تو خصیم کو تاخت و تاراج، تباہ و برباد اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ بچے، بوڑھے، جوان اور عورتوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں، شہر برباد کر دیئے گئے، بستیاں اجاڑ دی گئیں، درخت کاٹ دیئے گئے، پانی کے ذخائر میں زہر ملا دیئے گئے، انتقام کی آگ اور فتح کے نشے میں انسان دیواروں میں چن دیئے گئے۔ نیزوں کی انیوں پر اچھال دیئے گئے۔ غرض ہر طرف موت و قیامت کی قیامت خیزیاں اور ویرانیاں چھائی ہوئی ہیں۔

ان کے مقابلے میں اگر شاہکار ربوبیت رحمۃ للعالمین ﷺ یعنی ذات مصطفےٰ ﷺ کی عظمت کا جائزہ لینا ہو تو اس سے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ حرص و آز اور کرسی اقتدار اور تاج شہنشاہی کے حصول کے لیے جو کردار دنیا ادا کر رہی ہے ان کو دشمن کی طرف سے یقیناً اتنی تکالیف، دکھ، اذیتیں اور کرب نہیں ملے ہوں گے جتنے محسن انسانیت، حبیب کبریا ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو اٹھانے پڑے۔ لیکن یہی عظمتوں کا تاج پہننے والا جب ان ظالموں پر فتح پاتا ہے تو ۱۳ سالہ مشرکین مکہ کا دور ظلم و بربریت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اس کی راہ میں کانٹے بچھانے والے، پتھر مار مار کر لہولہان کر دینے والے، کوڑا کرکٹ سر پر

پھینکنے والے، غلاظت بھری اوجھ عین سجدے کی حالت میں ڈالنے والے، تمسخر اور طنز کے زہر میں بجھے ہوئے تیر ہر وقت برسانے والے، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چاہنے والوں کے گلے میں رسی ڈال کر بازاروں اور گلیوں میں گھسیٹنے والے، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے تسلیم کرنے کے جرم میں انتہائی سفاکی اور بربریت سے ذبح کر دینے والے، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی دونوں ٹانگوں کو مختلف اونٹوں کے ساتھ سمت مخالف اونٹوں کو بھگا کر درمیان سے چیر دینے والے، آپ کے شفیق چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ناک، کان اور ہونٹ کاٹ کر شکل بگاڑ دینے والے حتیٰ کہ آپ کا کلیجہ نکال کر چبانے والے، شہر مقدس مکہ مکرمہ کی پاکیزہ سرزمین سے ہجرت پر مجبور کرنے والے سب اس کے حضور میں ایک مجرم و بے بس کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ کوئی ایسا فاتح لا کر دکھاؤ جس نے دکھ سہے ہوں، اتنی اذیتیں برداشت کی ہوں، اتنے کرب برداشت کئے ہوں اور ان پر فتح حاصل ہونے کے وقت ان سے انتقام لینے میں کچھ مانع بھی نہ ہوا یسے میں وہ آمنہ کا لعل، امن کا داعی، حلیمہ کا دلارا، حلم و بردباری کا پیکر، قبیلہ سعد سے دودھ پینے والا، سعادتوں کی تقسیم کنندہ ذات مصطفےٰ ﷺ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور فاتح مکہ فرماتا ہے کہ آج میرے چچا جان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرا کے کلیجہ چبانے والی ہندہ کے خاوند کے لئے حکم نافذ کرتا ہوں کہ آج نہ صرف یہ کہ اسے عام معافی دی جاتی ہے بلکہ آج جو اس کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے کہ ہم نے اس گھر کو بھی دارالامان بنا دیا ہے۔

حکم ہوتا ہے جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اسے کچھ نہ کہا جائے گا۔ جو صلح کی پیشکش کرے اس سے صلح کی جائے گی وہ نہ ان پر پانی بند کرتا ہے نہ ان کو غلام بناتا ہے نہ ان کی عورتوں پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے بلکہ وہ پوچھتا ہے اے شہر مکہ والو بتاؤ تم سے آج کیا سلوک کیا جائے؟ ایک طرف سے آواز آتی ہے آپ بھی کریم ہیں آپ کا باپ بھی کریم تھا اور آج۔

تیرے کرم سے ہماری سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

ارشاد ہوتا ہے کہ آج میں وہی اعلان کرتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف:92) جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔

سلیمان ندوی خطبات مدارس میں میرے کریم آقا ﷺ کی ذات کے حوالہ سے مختصر اور جامع نقشہ پیش کرتے ہیں۔

''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو وہ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کی سیرت ہے۔ اگر تم دولت مند ہو تو مکے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو ﷺ۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب میں محصور اور مدینے کے مہمان کی کیفیت سنو ﷺ۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو ﷺ۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نظر ڈالو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو ﷺ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو ﷺ۔ اگر تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکے کے صادق و امین کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے ﷺ۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو ﷺ۔ اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو ﷺ۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچائیت کے ثالث ہو تو کعبے میں طلوع آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے ﷺ۔ مدینے کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے ﷺ۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقدس شوہر کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرو

ﷺ۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نانا کا حال پوچھو ﷺ۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور، محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے"۔ (مرقع اردو اشاعت دوم ص ۲، ۳)

ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی رات
تب سے جبرئیل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

میرے کریم گلیوں بازاروں میں چلیں تو ساری دنیا کو حسن کی دولت بکھیرنے والا اس کے راہ گذاروں کی قسمیں کھائے۔ وہ سفر پہ نکلے تو اس کے سفر معراج کی روداد، سفر کرانے والا پروردگار خود لکھے اور بیان کرے، اس کے بچے وصال فرما جائیں تو خود تسلیاں دے، کپڑوں میں کالی کملی اوڑھ لے تو وہ اس کے کالے کمبل میں اوڑھے ہوئے انداز کو مزمل کہہ کر ساری کائنات کے لئے ایک لازوال ادا بنائے۔ وہ سفید چادر اوڑھ لے تو مدثر کے لقب سے نوازا جائے۔ کوئی دشمن بکواس کرے اور آپ کے یداللّٰہی ہاتھوں کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرے تو وہ ذات باری تعالیٰ اس کے ہاتھ خود آپ توڑے اور اپنی لازوال کتاب میں اس کی اس خباثت کا یوں تذکرہ کرے کہ جب کوئی قاری قرآن پڑھے تو اس کے محبوب کے گستاخ کے ہاتھ توڑنے اور اس کو تباہ و برباد ہونے کا تذکرہ کرے۔ کوئی اس کی ذات ستودہ صفات کی شان میں بکواس کرے تو وہ اپنے کلام ازلی میں اس کے عیب گنوا گنوا کر اس کے بداصل ہونے کا بھانڈا پھوڑ دے۔ کہیں اس کی مبارک زندگی کی قسمیں کھائے کہیں اس کے چہرۂ انور اور ضیاء بار کی تعریفیں کرے غرض۔

کوئی کیا تعریف اسم محمد کرے
حمد کی حمد ہے، نعت کی نعت ہے

اے ناظر! جس ذات مصطفےٰ ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہو اس

ذات والا صفات کی تعریف ایک ظفر چشتی کیا کر سکتا ہے۔ لاکھوں صدیوں کی عمریں بھی مل جائیں اور ان میں مجھے صرف تعریف سرکار ﷺ ہی لکھنا ہو اور میری اس سعادت میں لاکھوں کروڑوں انسان، فرشتے اور ہمہ قسم کی مخلوق شامل ہو جائے پھر بھی ان کی مقدس زندگی کے کسی ایک پہلو کی کما حقہ تعریف ناممکن ہوگی۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

☆☆☆☆☆

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆☆☆☆☆

مجھ سے تو ہو نہ سکے پیکر دلبر کا بیاں
یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

نورانیت مصطفوی ﷺ

میرے نزدیک یہ سوال ہی جہالت کی پیداوار ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں اور نہ بشر کی ضد نور ہے یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی پوچھے بتاؤ وہ فلاں شخص کالا تھا یا ٹھنگنا؟ اسے کہا جائے گا کہ بھئی کالے کا متضاد ٹھنگنا نہیں سفید ہے اور ٹھنگنے کی ضد کالا نہیں لمبا تڑنگا ہے یا اگر کوئی پوچھے کہ جی فلاں صاحب پڑھے لکھے ہیں یا اپاہج؟ تو اس سے کہا جائے گا ارے نادان! پڑھے لکھے کا متضاد جاہل ہے اور اپاہج کا متضاد تندرست و توانا ہے۔
بعینہٖ اگر حضور رحمت عالم ﷺ کے بارے میں کوئی سوال کرے کہ بتاؤ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ تو ہم کہیں گے کہ تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں ظلمت ہے اور بشر کی ضد نور نہیں بلکہ جن یا فرشتہ ہے۔ اس وضاحت کے بعد اس سے کہو کہ اب سوال کرو کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ نور ہیں یا ظلمت؟ یا حضور ﷺ بشر ہیں یا جن یا فرشتہ۔

میرے خیال میں احمق سے احمق ترین شخص بھی یہ سوال لب پر نہ لا سکے گا وہ اپنی تمام تر خباثت نفسی و باطنی کے باوجود یہ سوال کر ہی نہیں سکے گا۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ ظلمت نہیں نور ہیں۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ فرشتے یا جن نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں گویا حضور نبی رحمت ﷺ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں یعنی آپ بے مثل اور بے مثال نوری بشر ہیں۔

ہمارے نزدیک حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں نور ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی الانبیاء ﷺ کی ذات کے نور کا مادہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے العیاذ باللہ۔ اور اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز نہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح ازلی و ابدی ہے اور اس کا یہ مفہوم بھی نہ سمجھا جائے کہ

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ فداہ امی وابی الفاالفا کی ذات میں سرائیت کر گیا ہے۔

یہ جملہ امور غلط فہمی کی پیداوار ہیں۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات کے نور ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بلاواسطہ فیض لینے والے ہیں جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر اس چراغ سے آگے ہزاروں لاکھوں چراغ جلا لئے جائیں یا ایک آئینہ سورج سے بلاواسطہ چمک حاصل کرتا ہے اس کا دوسرا رخ اندھیرے کمرے میں پڑے ہزاروں آئینوں کی طرف بھی ہو تو وہ اس سورج سے بالواسطہ نور لے کر روشن ہو جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے آئینے میں سورج نے نہ تو سرایت کیا ہے اور نہ حلول کیا ہے اس کے باوجود اگر یہ آئینہ درمیان میں سے ہٹا دیا جائے تو باقی آئینے پھر اندھے کے اندھے ہو کر رہ جائیں۔ اگر پوری کائنات میں بے حدو عدد علم و فضل کے چراغ روشن ہیں تو صرف یہ اسی آئینہ حق نما ﷺ کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ وہ آئینہ آج بھی اسی طرح ذات باری تعالیٰ سے فیض یاب ہو کر پوری کائنات کو منور کر رہا ہے ﷺ۔

نور کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے ایک نور حسی جسے آنکھوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے جیسے دھوپ، چاندنی، روشنی، بجلی اور چمک وغیرہ۔ یہ اجالا بھی نور ہی کہلاتا ہے اور اسے ہر آنکھ والا اور چشم بینا والا محسوس کرتا ہے۔ دوسرا نور عقلی ہے جسے آنکھ سے محسوس تو نہ کیا جا سکے البتہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ نور ہے جیسے علم وفن، ہدایت و رہنمائی، حقیقت و معرفت کی پہچان، دین اسلام، کتاب ہدایت، تجربات، فہم و بصیرت، یہ ایسا نور ہے جو صرف دل بینا کو نظر آتا ہے اور اس نور کو صرف صاحب بصیرت ہی دیکھ سکتا ہے۔ جاہل و عالم میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ تجربہ اور ناتجربہ کاری میں کیا فرق ہے۔ دین دار اور بے دین میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ یہ فرق کر سکنا بھی نور ہے۔ آنکھ کو تو بظاہر ان میں کوئی وجہ امتیاز اور کوئی فرق نظر نہیں آتا دونوں کے اعضاء جسمانی ایک سے ہیں۔ دونوں کا انداز گفتگو و رفتار ایک سی ہے۔ اس لئے ایک جاہل مطلق شخص ان ہر دو حقائق میں فرق نہیں کر سکے گا اس نور کو تو صرف کوئی نور والا ہی

پہچان سکتا ہے۔

نور کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ خود بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ صفت نور حسی اور عقلی دونوں کی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، بجلی، چراغ، شمع خود بھی منور ہیں اور دوسروں کو بھی منور کرتے ہیں۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں، یہ نور حسی ہے۔ یہ نور بھی صرف دیدۂ بینا والے کو نظر آتا ہے۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوسرا نور عقلی، عالم فاضل، صاحب فن، صاحب تقویٰ یا دنیاوی اعتبار سے تجربہ کار خود بھی آگاہ ہوتا ہے اور وہ اس آگاہی کے نور کو آگے بھی پھیلاتا چلا جاتا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس ہدایت و رہنمائی کو نور نہیں کہا جا سکتا اور اس نور کو بھی وہی دیکھ سکتا ہے جو اس وادی میں قدم رکھنے والا ہو۔ ایک جاہل مطلق کے لئے اس مینارۂ نور میں اور ایک عام انسان میں کوئی وجہ امتیاز نظر ہی نہیں آئے گی۔

یہ نور ابوجہل کو، ابولہب کو، عتبہ و عتیبہ کو نظر نہیں آیا۔ یہ نور صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نظر آیا انہوں نے دیکھا، جانا، پہچانا اور پسند کیا۔ پھر اسی نور سے ان کی راہیں منور ہوئیں۔ ذرا آیئے دیکھیں وہ کس طرح اس نور کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وَلَدْتَّ اَشْرَاقَتِ
اَلْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقِ
فَنَحْنُ فِیْ ذَالِکَ الضِّیَاءُ وَ فِیْ النُّوْرِ
سَبِیْلُ الرِّشَادِ نَخْتَرِقُ

یعنی آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین و آسمان کے کنارے چمک اٹھے تو ہم اسی نور سے منور، روشنی میں بستے ہیں اور اسی نور سے ہدایت کے راستے تلاش کرتے ہیں۔

کیا زمین و آسمان کے کنارے آپ کی ولادت باسعادت سے روشن و منور ہوتے ہوئے عرب کے ان ہزاروں انسانوں کو نظر آئے؟ جن کو آپ کی ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگوں کو نہ جب نظر آئے تھے اور نہ آج نظر آرہے ہیں حالانکہ دیکھنے والے جب بھی دیکھتے تھے اور آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت سے پوری کائنات منور ہوئی تھی اور آج بھی منور ہے اور تا قیامت رہے گی۔ آپ نے اپنے پروردگار عالم کے فیض نور سے فیض یاب ہو کر نور بصیرت حاصل کیا پھر جو آپ کے قریب آیا وہ خود بھی روشنی کا مینار بنتا چلا گیا وہ نور آج بھی چار دانگ عالم میں اپنے نور کا اجالا پھیلاتا ہوا نظر آتا ہے اس نور کو دیکھنے کے لئے ابوجہل، ابولہب، عبداللہ ابن ابی کی آنکھ نہیں، بلال حبشی، صہیب رومی، سعد بن ابی وقاص اور آل یاسر کی آنکھ کی ضرورت ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اس آنکھ سے دیکھنے والا اگر آج کوئی پیدا ہو جائے تو فوراً پکار اٹھے گا۔

ساعت ذکر پاک رسول آگئی سارے عالم پہ اک کیف چھانے لگا
مطربان ازل زمزمہ سنج ہیں روح کونین کو وجد آنے لگا
ان کی آمد کے پھر تذکرے چھڑ گئے ذکر میلاد پھر دل لبھانے لگا
گلستاں گلستاں پھر بہار آگئی پھر چمن کا چمن مسکرانے لگا

ان کیفیات میں ڈوب کر دیکھنے والوں میں سے چند ایک اور عظیم شخصیات کے احساسات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور میں نور جیسی چمک تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا ﷺ۔ حضرت ربیع ابن معوذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو ایسا محسوس کرتے کہ گویا سورج نکل آیا ہے ﷺ۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" وچوں آں حضرت عین نور باشد۔ نور را سایہ نمی باشد" یعنی چونکہ آپ عین نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا ﷺ۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نور فرمایا ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف۔ میں اپنے کریم آقا ﷺ کے

حضور میں اپنی عقیدتوں کے پھول یوں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

فَاِنَّکَ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرُوْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

یعنی اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ فضل و کرامت کے سورج ہیں اور جملہ انبیاء کرام آپ کے ستارے ہیں جو آپ ہی کا نور لوگوں کے لئے اندھیروں میں پھیلا رہے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں نورانیت مصطفوی ﷺ یوں بیان کرتے ہیں۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود
عکس دور از حق ہمہ دوری بود

یعنی اللہ تعالٰی کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے جو خدا سے دور ہو جائے ان سے اس کا سایہ بھی دور ہوتا ہے۔

ایں خورد گرد د پلیدی زیں جدا
آں خورد گردد ہمہ نور خدا

یہ جو کچھ کھاتے ہیں اس سے ناپاکی ظاہر ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں وہ سب نور بن جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن محمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نورانیت مصطفوی ﷺ کو بیان کرتے ہیں" اللہ تعالٰی نے فرمایا اے آدم اپنا سر اونچا اٹھا انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کیا اے مولا! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ ایک نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا اسم گرامی آسمانوں پر احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم نہ آپ کو پیدا کرتے اور نہ آسمان کو اور نہ زمین کو"۔

مولانا اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں"۔

اس فصل میں نورانیت مصطفوی ﷺ سے متعلق تمام احادیث تحریر کرتے ہیں جو اہل سنت اکثر و بیشتر بیان کرتے رہتے ہیں مثلاً

۱۔ پہلی روایت: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء، سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتے تھے اور نہ آسمان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار برابر حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔ (نشر الطیب ذکر النبی الحبیب تاج کمپنی لاہور کراچی ۲۵۲، ۲۵۳)۔

حوالہ بالا میں دونوں قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے۔ (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) بالکل یہی تصور عقیدہ اہل سنت و جماعت کے طور پر ہم سابقہ سطور میں بیان کر آئے ہیں۔

۲۔ پانچویں روایت: احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں۔ حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ صفحہ ۸، ۹۔

مزید آگے چل کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عم رسول ﷺ کا قصیدہ تحریر کیا ہے جس کا ایک شعر ہم گزشتہ سطور میں بیان کر آئے ہیں اور قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی نقل کئے ہیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں مادہ تھا بلکہ نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ قدرت الٰہیہ

سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتے اور نہ آسمان تھا اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔

(نشر الطیب ذکر النبی الحبیب تاج کمپنی لاہور، کراچی ۲۵۲، ۵۳)

چوتھی فصل: آپ کے نور مبارک کے بعض آثار کے ظاہر ہونے میں آپ کے والد ماجد جدامجد ہیں۔ اس فصل میں پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت حافظ ابوسعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ کچھ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لئے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کرلو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبیر کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمدی ﷺ کے باران عظیم رحمت فرماتے۔ الخ کذا فی المواہب صفحہ ۲۰۔

اس عبارت میں غور فرمائیں یہ ہیں وہ مبارک الفاظ جن کی ادائیگی کے ”جرم“ میں اہل سنت و جماعت مورد الزام ہیں۔

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب ثلج الصدور میں لکھتے ہیں۔

درشعاع بے نظیرم لاشوید
ورنہ پیش نور من اسوا شوید

اپنی اس کتاب کے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

نبی خودنور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ''انفاس رحیمیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کے سب حقیقت محمدیہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا''۔

مولانا حسین احمد صاحب ''الشہاب الثاقب'' میں لکھتے ہیں۔

''ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی۔ عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا کسی اور قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ آفتاب سے چاند وجود میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہیں۔ یہ ہی معنی لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ماخلق اللہ نوری وانا نبی الانبیاء کے ہیں''۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ''امداد السلوک'' میں لکھتے ہیں۔ اس سبب سے اللہ

تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں"۔

ایک اور مقام پر اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضور ﷺ بھی حضرت آدم کی اولاد ہیں مگر نبی ﷺ کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا۔ یہ حدیث تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں"۔

گویا ہم ان بزرگان دین کے عقائد اور نظریات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ نور وہ نور ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ خود ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر، خشک و تر، شجر و حجر، آسمان کا ہر ستارہ، زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے۔ انسان انہیں جانیں، جانور انہیں پہچانیں، کنکروں کو ان کا کلمہ ازبر ہو، پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرض کہ حضور ﷺ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپے نہ رہے اور دوسروں کو ایسا چمکا دیا کہ جس جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ بھی چمک چمک اٹھے۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور ﷺ سے چمکیں، مکہ مکرمہ کے کوچہ و بازار آپ سے چمکے، خانہ کعبہ کے در و دیوار، نقش و نگار آپ ہی سے جگمگائے۔ آپ ہی کے وسیلہ سے آپ ہی کی نسبت سے بلکہ آپ ہی کی وجہ سے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نصیب چمکے کہ دنیا ان کی عظمت کے گیت گا رہی ہے۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ ہے تو محمد ﷺ کی دائی حلیمہ

اندھا راستہ دکھا نہیں سکتا کہ وہ خود اندھا ہے اور راستے سے بے خبر ہے۔ غافل کسی کا راہبر نہیں بن سکتا کہ غافل جو ٹھہرا۔ جاہل علم کی روشنی نہیں بانٹ سکتا کہ وہ خود اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے۔ خود سونے والا دوسروں کو کیسے جگا سکتا ہے۔ بلاشبہ ساری کائنات انسانی از

آدم تا ایں دم فطرتاً روشنی کی متلاشی ہے۔ اس روشنی کے بانٹنے کا فرض اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے سپرد کیا اور یہ انبیاء کرام خود اس منصب پر فائز نہیں ہوئے اور نہ کوئی اپنی کسب و ہمت سے اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے بلکہ خود خالق کائنات، خالق انسانیت نے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے، پھر اس سے انہیں روشن کرنے اور ان کو روشنی کا مینار بنانے کے لئے انبیاء کرام کو اس مرتبہ جلیلہ پر فائز کیا۔ لہٰذا ان انبیاء کرام کو اس عظیم منصب کے حوالہ سے جس جس جبلت کی ان کے دور میں ضرورت تھی وہ بدرجہ اتم خود ان میں پیدا کر دی۔ انہیں عام انسانوں سے ہر اعتبار سے ممتاز کیا۔ ان کی سیرت، ان کا کردار، ان کی صورت، ان کی نشست و برخاست، خورد و نوش، آمد و رفت غرض کہ ہر نبی ہر اعتبار سے انوکھا اور نرالا ہے۔ یہ صفات بھی خود ان کی اپنی ذات میں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ خود خالق ارض و سما نے ان میں پیدا کی ہیں۔ یہ کفر و ضلالت، جہالت و گمراہی میں بھٹکنے والوں کو مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ لانے والے کیا خود بے نور تھے؟ نعوذ باللہ ہرگز نہیں وہ نور تھے۔ سراپا نور تھے اور ہونا بھی چاہئے تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت کے بالکل خلاف ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ سب اہل علم سب اہل سنت نبی آخر الزمان، رحمت کائنات، معلم علم و حکمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عقیدۃً نور سمجھتے ہیں اور اگر خدانخواستہ وہ نور نہیں تھے تو کیا ظلمت تھے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ۔ آپ کے بشر ہونے میں تو کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اتنا ہے کہ آپ ﷺ بشر تو تھے لیکن ایسے بشر نہیں جیسے کافر لوگ ان کو بشر سمجھتے تھے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے۔ اگر صورت اور اعضاء جسمانی کے اعتبار سے تمام انسان ایک جیسے ہوتے تو ایک عورت کے سامنے باپ اور بیٹا، خاوند و بھائی میں کیا وجہ امتیاز رہتی۔ یا ابوجہل اور ابولہب اور حضور ﷺ میں کیا فرق رہ جاتا۔

گر بصورت آدمی یکساں بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

اگرچہ آپ سراپا نور ہیں کہ آپ کا سراپا نور ہونا فطرت کے عین مطابق ہے اور ارشادات

نبوی اس پر گواہ ہیں کہ آپ نے اپنی ذات کی طرف نور ہونے کی نسبت کو بیان فرمایا۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ جیسی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس کے باوصف وہ مستجاب الدعوات شخصیت جو دعا مانگ رہی ہے وہ بھی تو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّفِیْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّفِیْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّفِیْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا فِیْ نُوْرٍ۔

"یعنی اے اللہ میرے کریم اللہ! تو میرے دل میں نور بھر دے، تو میرے آنکھ میں نور بھر دے، تو میرے کانوں میں نور سا دے، میرے اوپر بھی نور ہو، میرے نیچے بھی نور ہو، میرے دائیں بھی نور ہو، میرے بائیں بھی نور ہو، میرے سامنے بھی نور اور میرے پیچھے بھی نور ہو بلکہ تو مجھے نور ہی نور بنا دے"۔

ان دعائیہ کلمات کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ہوسکتا ہے آپ کی یہ دعا منظور ہی نہ ہوئی ہو تو ایسی فکر رکھنے والا احمقوں کی دنیا میں بستا ہے۔ قرآن گواہ ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ یعنی ذات باری تو یہ چاہتی ہے کہ میرا محبوب کچھ طلب کرے اور میں اس کی چاہتوں، خواہشوں اور رضا کو پورا کروں اور کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے یہ دعا پوری ہی نہ ہوئی ہو تو ایسا شخص حقیقۃً ادائے محبوبی سے واقف نہیں بلکہ احمق و اجہل ہے۔ لہٰذا یہ دعا یقیناً پوری ہوئی اس لئے آپ نور ہیں بلکہ نور علی نور ہیں اور جو بھی آپ کے قرب کی لذتوں سے آشنا ہوتا گیا وہ بھی منور ہوتا چلا گیا روشنی کا مینارہ بنتا گیا۔

راقم الحروف جب یہ مضمون تحریر کرنے لگا تو اس موضوع پر کتب بینی کرتے رسائل نعیمیہ بھی نظر نواز ہوئے۔ ان میں ایک "رسالہ نور" بھی ہے۔ اس رسالہ کے ابتدائیہ میں شیخ الاسلام والمسلمین، عشق مصطفوی سے سرشار، صاحب چشم بصارت وبصیرت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بہت پسند آیا اور اسی فقرے نے مجھے یہ چند سطور لکھنے پر مزید ابھارا۔ وہ فقرہ پڑھئے اور لطف لیجئے۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے ان کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کے

ٹکڑوں پر گزارا کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا اس کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر وحنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں کی لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے اوپر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غازیان کے غلاموں میں حشر نصیب ہو جائے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیہ برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس ''رسالہ نور'' کے لکھنے کی ہمت کی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہے۔

محسن و مربی من حضرت قبلہ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصوصاً ارشاد فرمایا کہ نجات اخروی کی امید کی نیت سے کچھ لکھوں تو میں نے یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرما کر میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والدین کریمین کی نجات اخروی کا سامان فرمائے۔ آمین

سیرت مصطفوی ﷺ کے دو پہلو

سیرت دو قسم کی ہے۔ایک سیرت محمد بن عبداللہ کی ہے جس کی جھلک یوں بیان کی جاتی ہے" حضرت محمد ﷺ صادق تھے۔آپ نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔آپ نے کبھی کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔حتیٰ کہ آپ کے جانی دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔جب اہل مکہ کے ظلم و ستم انتہا کو پہنچے اور حضور ﷺ اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ نے اس وقت بھی امانتوں کو ان کے اہلوں تک پہنچانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی۔اعلان نبوت کے وقت آپ نے سب سے پہلے اہل مکہ مشرکین سے جس بات کی تصدیق چاہی وہ صداقت و امانت کی تھی۔سب نے برملا اس بات کی تصدیق کی کہ واقعتاً آپ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔

حضرت محمد ﷺ بہت نیک نفس تھے۔غریب پرور بھی تھے اور خلیق بھی تھے۔آپ کے دروازے پر جو بھی آیا آپ نے اس کو اس کے سوال کے مطابق عطا کیا۔غریبوں، یتیموں، بے کسوں اور بیوہ عورتوں کا ہمیشہ خیال رکھا۔آپ پوری زندگی کسی لہو ولعب کا شکار نہیں ہوئے۔کھیل کود سے کوسوں دور رہے۔آپ کے ہمجولیوں اور ہم عصروں میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے فلاں وقت میرے ساتھ فلاں فضول سے کھیل میں حصہ لیا تھا۔ آپ نے کبھی ہنسی مذاق میں بھی حد سے تجاوز نہیں کیا۔

آپ کو جنگ سے نفرت تھی۔ بے گناہ انسانیت کے قتل سے آپ محزون و مغموم ہو جاتے تھے۔اس لئے اعلان نبوت سے پہلے حلف الفضول کے اہم ترین رکن تھے۔آپ چوری اور راہزنی کو ناپسند کرتے تھے بلکہ اس کی روک تھام کے لئے ایک انجمن تشکیل دی اور زندگی بھر اس انجمن" حلف الفضول" کے حوالے کا احترام کرتے رہے۔آپ اکثر فرمایا کرتے اگر آج بھی کوئی مجھے اس انجمن کے نام سے آواز دے تو میں آج بھی اس کی مدد کے

لئے حاضر ہوں۔

آپ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہ رکھتے تھے کہ اعلیٰ خوراک پر انحصار ہو بلکہ آپ ہمیشہ سادہ اور حسب ضرورت غذا استعمال فرماتے۔ آپ نے زندگی بھر شراب اور محرم اشیاء سے مکمل پرہیز کیا۔ آپ نے اعلان نبوت سے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ بحیرہ راہب نے آپ سے جب لات وعزیٰ کے نام سے قسم دینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی بلکہ مجھے تو ان سے نفرت ہے۔

آپ کے حلقہ یاراں میں کسی ایسے شخص کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس کا کردار مشتبہ ہو جس پر کوئی انگشت نمائی کر سکے۔ آپ کے حلقہ یاراں میں کون ہے جس نے آپ کے اخلاق کریمانہ سے تاثر نہ لیا ہو بلکہ اعلان نبوت ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کے ارباب محبت نے اسلام قبول کیا وہ آپ کے اخلاق سے اس قدر متاثر تھے کہ فریفتہ ہو گئے۔

آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کے حسن سلوک سے بہت متاثر تھیں۔ آپ کی امانت و دیانت کی وجہ سے دل فریفتہ تھیں۔ آپ کی خدمت خلق کی فطرت پر اس قدر گرویدہ تھیں کہ اپنی ساری دولت آپ کے سامنے ڈھیر کر دی کہ آپ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ پھر آپ نے اس دولت سے غرباء وفقراء کے گھر بھر دیئے لیکن اس میں بھی اسراف وتبذیر سے کام نہیں لیا کہ مال مفت دل بے رحم کا معاملہ ہو۔

ایک شخص اپنے کردار کی وجہ سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور لوگ اس کو قائد تسلیم کرتے ہوں اس کے اشارہ ابرو پر جانیں نچھاور کرتے ہوں لیکن ضروری نہیں کہ اس عظیم قائد کے حضور اس کے اہل خانہ اس کی بیوی بھی اتنا ہی خراج عقیدت ومحبت پیش کرتی ہو۔ انسان اہل خانہ کے ساتھ دوہرا خول نہیں چڑھا سکتا۔ دنیا کے سامنے کردار کی ایک جھلک ہوتی ہے جو صرف باہر کی دنیا سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن گھر کی دنیا میں ان کا رنگ اور ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ گھر کی دنیا کا رنگ بھی ان کا اتنا ہی دلفریب ہو، خوبصورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قائدین اور راہنماؤں میں اکثریت کی گھر میں وہ قدر نہیں ہوتی جو عوام الناس کے

سامنے ہوتی ہے۔ لیکن دنیا میں یہ عجوبہ رونما ہو چکا ہے اور تاریخ اس کو اپنے اوراق میں سنہری حروف سے محفوظ کر چکی ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا بلکہ سب سے پہلی وحی جس روز نازل ہوئی سب سے پہلے آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے والی آپ کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ کا یہ پہلو وہ ہے جس پر کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ ابوجہل ہو یا ابو لہب۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر شخص آپ کو صداقت کا پیکر، حسن اخلاق کا مجسمہ، متانت و سنجیدگی کا نمونہ، غریب پرور اور ہمدرد انسانیت کا پیکر جمیل سمجھتا تھا، مانتا تھا، تسلیم کرتا تھا اور اب بھی یہی کیفیت ہے۔ سردار مہندر سنگھ بیدی ہو یا مہاتما گاندھی، پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سیرت و کردار پر آپ کے بیٹھنے کی ادائیں، کھانے پینے کے انداز، آپ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، آپ کا انداز گفتگو، آپ کی معاملہ فہمی، دوراندیشی، قوت فیصلہ اور حسن اخلاق کے جلووں کی تاب کون لا سکتا ہے۔ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، ہر کوئی اس حسین شاہکار ربوبیت پر جان فدا کرتا ہے اور کرنی چاہئے کہ اس انداز سے بھی آپ کا کوئی مثل نہیں، مثیل نہیں۔

لیکن بھائی اختلاف اس وقت شروع ہوا یا ہوگا جب کوئی سیرت محمد بن عبداللہ کے ساتھ ساتھ سید الکونین، راحت قلب و جاں، سکون قلب و تسکین جاں، منبع جود و سخا، رحمت عالم، بشیر، نذیر، مالک و مختار کل، عالم ماکان و ما یکون، مطاع الی اللہ باذن اللہ، سراج منیر، شفیع، نبی، کریم، رؤف، رحیم، قاسم انعامات باری تعالیٰ، خاتم الانبیاء والمرسلین، امام الانبیاء والمرسلین، مخبر صادق، خبیر ہر دو عالم، سیدنا و سیدی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کہا تو کچھ بھنویں تن گئیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ آپ نے انگلی سے چاند چیر دیا تو پیشانی پہ بل۔ کسی نے کہا انگلی کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج موڑ دیا تو طبع نازک پہ بار گراں ثابت ہوا۔ اگر کہا کہ سنگریزوں کو آپ کا کلمہ زبانی یاد ہو گیا تو

کبیدہ خاطر ہو گئے۔ کسی نے کہا یہ سب جادو ہے، آنکھوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا نہیں روایات ہی درست نہیں۔ راوی ضعیف ہے۔ بات مستند نہیں۔ حدیث کے فلاں راوی پر شبہ ہے۔ بس اختلاف شروع ہو گیا اور یہی اختلاف کا پہلو ہے جہاں سے اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔ جب بھی تھا اب بھی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اور رہنا چاہئے کہ ذریت ابوجہل وابولہب جاری ہے جاری رہنی چاہئے اور مسلک صدیق وفاروق جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ کاروان عشق ومستی جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ روشنی اندھیرا، علم اور جہالت کا ٹکراؤ جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ یہ ایمان وکفر کی کسوٹی ہے کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہے۔

یک رخا آدمی کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے دامن فکر وخیال میں سمو سکتا ہے۔ اس کے ذہن میں صرف ایک پہلو ہے وہ ہشت پہلو ہیرا نہیں دیکھ سکتا جو سورج کی روشنی میں رکھا جائے تو اس کے ہر کونے سے ایک نیا نرالا اور خوبصورت رنگ نظر آئے گا۔ کسی سمت سنہری کسی طرف سے سرخ، کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا نظر آئے گا جو اس شخصیت کو ہشت پہلو ہیرا تسلیم ہی نہیں کرتا وہ اسے صرف اور صرف ایک صاف شفاف آئینہ تسلیم کرتا ہے جب کہ صاف وشفاف آئینے کو دیکھنے سے صرف ایک ہی جھلک نظر آتی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے آئینہ دیکھنے سے صرف اس کا ظاہر نظر آتا ہے اس کے پس منظر میں چھپے حسین مناظر تو نظر نہیں آتے نہ دیکھنے والے کی ذات سے اور نہ آئینے کی ذات سے حالانکہ دیکھنے والے کے چہرے کے خدوخال کے رنگ کے علاوہ اس کے اور بھی بیشمار رنگ ہیں جن کو صرف سامنے سے دیکھنے سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس طرح آئینے کے بھی کئی رنگ ہیں جن کو صرف سامنے سے دیکھنے سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

اگر اتفاق سے آئینے کی حیثیت سے آئینے کو دیکھنے والا اور دوسرا ہشت پہلو ہیرے کی حیثیت سے دیکھنے والا ایک جگہ جمع ہو جائیں اور دوسرا کہے واہ سبحان اللہ! اس کا سبز رنگ کیا

خوبصورت ہے، دلفریب ہے! کیف آور ہے تو پہلا اختلاف کرے گا بھئی نہیں یہ تو صرف صاف وشفاف سفید رنگ ہے۔ وہ کہے گا واہ کیا بات ہے کتنا خوبصورت نیلاہٹ بھرا رنگ ہے وہ کہے گا بھئی حد سے نہ بڑھو ایسی کوئی بات نہیں۔

یہی اختلاف ہے، رہا ہے، رہے گا لیکن میں کیا کروں۔ میں تو جب بھی دیکھتا ہوں وہ مجھے ہر انداز سے انوکھا اور نرالا نظر آتا ہے۔ اس کی ولادت باسعادت یا رضاعت مبارکہ، اس کا بچپن ہو یا لڑکپن، اس کی پاکیزہ جوانی ہو یا شباب بے داغ، وہ مکہ ومدینہ میں چلتی پھرتی شخصیت تاجر ہو یا جرنیل، وہ عابد ہو یا زاہد، وہ باپ ہو یا بیٹا، وہ خاوند ہو یا آقا، وہ عرش نشین ہو یا بوریا نشیں، اس کا بچپن ہو تو رشک آئے جوانی ایسی کہ کوئی حرف نہ آئے، بڑھاپا ایسا کہ اس کے حسن میں ڈوب جانے کو ہر کسی کا جی چاہے۔ حسین وجمیل ایسا کہ اس کی پیشانی سے بھیک لے کر چاند روشن ہو۔ کریم وشفیق ایسا کہ خون کے پیاسوں کو لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (یوسف:92) کا جاں بخش مژدہ سنائے۔ منصف ایسا کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہ ہو۔ عالم ایسا کہ ماکان ومایکون کی خبر رکھے۔ قاسم ایسا کہ گھر میں دو دو ماہ چولہا نہ جلے لیکن دروازے سے کوئی خالی نہ جائے۔ مخبر وخبیر ایسا کہ وحدہ لاشریک کی ذات کی بھی خبر رکھے اور مجھ جیسے ذرہ حقیر کو بھی نگاہ میں رکھے۔

میرے دوستو! میں نے تو اس کو وحدہ لاشریک کا شاہکار تسلیم کر لیا ہے۔ مجھے تو وہ جب بھی نظر آئے گا وہ ایسا ہی نظر آئے گا۔ تو میں بیان کروں گا سمجھانے والا لاکھ سمجھائے کہ نہیں وہ کچھ بھی نہیں وہ ایک عام سا ہی انسان تھا۔ وہ ہماری ہی طرح کا بشر تھا۔ ہماری طرح کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، شادی بیاہ کرتا انسان تھا۔ بڑی حد ہے اسے بڑے بھائی کا درجہ دے لو۔ جیسے تم کہتے ہو ایسا علم تو اس کے پاس نہیں تھا بلکہ وہ تو دیوار کے پیچھے کا کچھ نہیں جانتا نہ اسے کوئی اختیار تھا نہ اسے کوئی خبر تھی۔ بھلا میں اس کی باتوں میں کیسے آ سکتا ہوں مجھے اس کے وعظ ونصیحت پر کیسے یقین آئے۔ میں کیسے مان لوں۔ ہاں اسے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ابوجہل نے ایک روز ایک دیوانہ رسول سے کہا دیکھو ذرا غور سے میری بات سنو! ایک شخص کہتا ہے کل کی بات ہے میں یہاں مکہ سے رات ہی رات میں بیت المقدس گیا تھا اور رات ہی رات میں واپس آ گیا ہوں بتاؤ بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں ایسا ممکن نہیں اور واقعی اس دور میں ممکن نہیں تھا نہ گاڑی تھی نہ بس نہ کار تھی نہ ہوائی جہاز۔ یہی ظاہری اسباب ہوتے ہیں جلدی جانے اور جلدی واپس آنے کے۔ یہ بات کوئی آج کہے تو مانی جا سکتی ہے کہ وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ سب کچھ ممکن ہے لیکن اس دور میں ممکن نہ تھا۔ اس لئے اس دیوانۂ رسول نے ظاہری اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا نہیں یہ ممکن نہیں۔

ابوجہل نے سوچا شکار اپنے جال میں پھنس گیا ہے یہ سوچ کر کہنے لگا پھر یہ بات تمہارے رفیق محمد بن عبداللہ ﷺ نے کہی ہے تو اس دیوانہ محبوب خدا مصدق رسالت محمد بن عبداللہ و محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اگر واقعی یہ بات کسی فلاں ابن فلاں نے کہی ہوتی تو ممکن نہیں تھا۔ ارے بے خبر! یہ بات فلاں ابن فلاں کی نہیں بلکہ یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے اگر انہوں نے کہی ہے تو پھر سب کچھ ممکن ہے۔ تم انہیں محمد بن عبداللہ ہی نہ سمجھو وہ اس کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں۔ جن کے دروازے کے دربان حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک لمحے میں سدرہ سے یہاں اور یہاں سے وہاں سدرہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک رات کے مختصر حصہ میں مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے مکہ میں کیوں نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن ابوجہل نہ مانا اس کا اختلاف جاری رہا اس لئے کہ وہ آپ کو صرف محمد بن عبداللہ ہی کی حیثیت سے ماننے پر مصر تھا اور ابوبکر آپ کو محمد بن عبداللہ کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ بھی تسلیم کرتے تھے۔ یہ اختلاف اس وقت بھی تھا آج بھی ہے۔ آپ کی معراج کو نہ ماننے والے اس وقت بھی تھے آج بھی ہیں۔ وہ آج بھی کہتے ہیں ممکن نہیں ایک بشر کیسے اوپر جا سکتا ہے اور اتنے قلیل وقت میں واپس کیسے آ سکتا ہے؟

جو مذہب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا میرا بھی وہی مذہب ہے کہ وہ آن کی آن

میں عرش معلیٰ سے ورآء الوریٰ جا بھی سکتے ہیں آ بھی سکتے ہیں۔ کنڈی ہلتی رہی، بستر گرم رہا، اللہ تعالیٰ مجھے تادم واپسیں ابوجہل کے مذہب سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

حیرت ہے نہ ماننے والا رُوس کے اپالو 11 کو مانتا ہے اس کی پرواز کو مانتا ہے اس میں بیٹھنے والی کتیا کے چاند پر جانے کو تسلیم کرتا ہے اس کی آواز چاند سے زمین پر سنے جانے کو بھی مانتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سفر میں چاند بھی تھا آپ کی سواری میں اپالو 11 سے کہیں زیادہ طاقت والی سواری براق بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ ایک بشر وہاں تک کیسے جا سکتا ہے ممکن ہی نہیں وہ صرف خواب تھا خواب۔ لیکن میں کہتا ہوں۔

صاحب اسریٰ دنیٰ کی سیر فرمانے گئے
عرش حق پر پرچم اعزاز لہرانے گئے

آیئے آپ کو صرف محمد بن عبداللہ ہی تسلیم نہ کریں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی تسلیم کریں۔ آپ بہر اعتبار سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ دونوں پہلوؤں کی سیرت ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ نہ اختلاف نہ جھگڑا۔ جب وہ سورج کو موڑ سکتا ہے چاند کو توڑ سکتا ہے، انگلیوں سے چشمے جاری کر سکتا ہے، لرزتے احد پہاڑ کو پاؤں کی ٹھوکر سے سکون سے رہنے کا حکم دے سکتا ہے، جانوروں کی بولیاں سن سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے، ان کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے، دور و نزدیک سے سن سکتا ہے، ہفت آسمان کی بلندیاں قدموں تلے روند سکتا ہے، ایک پیالے دودھ سے ستر افراد کا پیٹ بھر سکتا ہے، وہ استن حنانہ کو جنت الفردوس میں اپنے قریب جگہ دے سکتا ہے، وہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کو حرم بنا سکتا ہے، وہ خشک کھجوریں ہری کر سکتا ہے تو میرے اور تیرے دکھوں کی خشک کھیتی کیوں ہری نہیں کر سکتا۔ اس کا لعاب دہن سارے زمانے کے لئے مرض کی شفاء بن سکتا ہے تو میرے اور تیرے امراض کا علاج کیوں نہیں کر سکتا؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ایک ابن مریم کی ہے۔ یہ بھی کچھ کم حیثیت نہیں لیکن وہ رسول اللہ اور روح اللہ بھی تو ہیں اور وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑ بکریوں کے رکھوالے

بن کر آئے۔ اگر صرف بنی اسرائیل کی بکریوں کا رکھوالا بن کر آنے والا مردے زندہ کر سکتا ہے، مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کر سکتا ہے، وہ جو چیز لوگ گھر سے کھا کر آتے ہیں وہ بتا سکتا ہے اور جو چیز گھر میں چھوڑ کر آئیں ان کے بارے میں بتا سکتا ہے وہ اگر خود کہے کہ میرے بعد آنے والے کی جوتیوں کے تسمے باندھنے میں فخر محسوس کرتا ہوں تو اس کی حیثیت کیا ان سے کم ہوگی، وہ مردوں کو زندہ ہی نہیں کر سکتا وہ تو پتھروں سے کلمہ پڑھوا لیتا ہے، وہ مادرزاد اندھوں کو ٹھیک ہی نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو آنکھوں کو ایسی روشنی عطا فرما سکتا ہے کہ سینکڑوں میل کی مسافت پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کے دامن میں دشمن کے نرغے میں پھنسنے سے بچا سکتا ہے۔ ساری دنیا کی اسکرین اس کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے وہ اسے پکار کر دشمن کے حملے سے بچا سکتا ہے۔ یہ بینائی کس نے دی؟ یہ بینائی اس نے عطا فرمائی جس کی آمد کی خوشخبری مسیح ابن مریم عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے دی۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ایک حیثیت بنی اسرائیل کے عظیم فرزند کی بھی ہے اور ایک حیثیت کلیم اللہ اور رسول اللہ اور صاحب کتاب کی بھی ہے۔ اگر وہ کلیم اللہ کی حیثیت سے عصا مار کر پتھر سے چشمے جاری کر سکتے ہیں تو ہمارے آقا کی شان تو ان سے کہیں بلند ہے۔ اس لئے آپ نے پتھروں سے چشمے جاری نہیں کئے کہ ہمیشہ پتھروں سے چشمے جاری ہوتے ہیں بلکہ آپ نے انگلیوں سے نہریں جاری کر دیں جو کبھی نہیں ہوتیں۔

اس حیثیت سے ان کی شان کا اعتراف ہی ایمان کی دلیل ہے۔ اگر چہ محمد بن عبد اللہ کی حیثیت بھی بہت بلند ہے لیکن اس حیثیت سے ماننے والا دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے ماننے والا ہی صاحب ایمان ہے۔

اے کہ نوح کو تھا طوفاں میں سہارا تیرا
اور ابراہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ پرتو ہے تیرے حسن کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا

گرچہ پوشیدہ رہا حسن تیرا پردوں میں
ہے عیاں معنی لولاک سے پایہ تیرا
ناز تھا حضرت موسیٰ کو یدبیضا پر
سو تجلی کا محل نقش کف پا تیرا
چشم ہستی صفت دیدہ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

آداب معاشرت اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس طرح مشت خاک کی وقعت بڑھایئے
نام نبی سے دل کا آئینہ سجایئے

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اگر بے مقصد زندگی گزارنے کے لئے زندہ ہے تو حیوان ہے اگر بامقصد زندگی گزارے تو انسان ہے۔ کیا ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہو کر زندہ رہنا زندگی ہے، کیا بھوک لگتے ہی فوراً پیٹ بھر لینا، نیند آتے ہی فوراً سو جانا زندگی ہے۔ کیا اعلیٰ سے اعلیٰ سہولتوں کا حصول ہی زندگی کی معراج ہے۔ ہاں یہ زندگی تو ہے لیکن صرف ایک حیوان کی زندگی۔

انسان کی زندگی عقل و شعور، فکر و نظر، دل و دماغ، عزائم صمیم، علم و عمل اور جہد مسلسل کی زندگی ہے جو عقل و شعور کو عشق و محبت کے نور سے منور کر دے۔ فکر و نظر کو بصیرت بخشے۔ دل و دماغ کو جاں نواز اور حیات افروز کر دے۔ علم و عرفان کی عین الیقین اور حق الیقین کی منزل سے آشنا کر دے۔ عزم صمیم کو جرأت اور استقامت کا کوہ گراں بنا دے اور وہ صرف بندۂ مومن کی زندگی ہے۔ یہ ساری خوبیاں، یہ سارے اوصاف، یہ ساری حیات، ایک انسان کامل و اکمل، نبی محتشم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پھوار ہے۔ انہی کے نقوش قدم کو جادہ حیات بنا کر انسان معراج زندگی و معاشرت پاتے ہیں۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ
سارے عالم پر چھڑک دو گنبد خضریٰ کا رنگ

افسوس! مسلمان رنگ چڑھانا بھول گیا اور غیروں کے رنگ میں خود کو رنگنا سیکھ گیا۔ اغیار کی پھل جھڑی کی چکا چوند میں کھو گیا۔ چند لمحوں کی مہمان جو بچوں کو خوش رنگ مناظر دکھا کر پھر اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ جاتی ہے۔ دیکھنے والے کیوں غور نہیں کرتے کہ

آگ سرخ ضرور ہوتی ہے لیکن وہ ہر چیز کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اگر ہم سنت نبوی ﷺ کی حسین و جمیل راہوں کے راہی ہوتے تو ہمارے معاشرے کا ہر فرد مغربی تہذیب کی رتھ کھینچنے والے قلیوں میں شریک ہونے کی بجائے بھرپور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے آداب معاشرت سنت نبوی ﷺ کا علم لہراتا نظر آتا۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
گھر کے خورشید پہ ڈال دیئے سائے ہم نے

وہ عظیم ہستیاں جنہوں نے آپ کی دانائی کا دودھ پیا ہے وہ قانون خداوندی اور منشاء فطرت خداوندی کے پیکر جمیل کے حسن میں ڈوب ڈوب گئے۔ انہوں نے نبی رحمت ﷺ کے قدموں کی دھول کی قیمتی پوشاک پہنی۔ انہوں نے روح کی خوراک کے لئے شہ ارض و سما ﷺ کی فاقہ کشی کو سامنے رکھا۔ وہ دہلیز شہ لولاک ﷺ کو تخت سکندری سے فزوں تر سمجھا۔ خوشا وہ دل۔ جو عشق نبی ﷺ کا نشیمن ہو۔

برف رت میں بھی سورج کی طرح جلتا رہا
آپ کے لفظوں کے سائے میں ملی ٹھنڈک مجھے
جذب ہو جاؤں وہیں میں آنسوؤں کے ساتھ
لے چل اری قسمت شہ کونین کے در تک مجھے

یہ دنیا راہبروں، قائدوں اور ریفارمروں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نظر نہیں آتا جس کو کسی دانشور نے رہبری کے پھولوں سے نہ مہکایا ہو۔ ان تمام راہبروں میں ایک ایک راہبر کو اٹھا کر دیکھ لو اور اسے اپنے آقا، اپنے ہادی، اپنے راہبر، محبوب رب کائنات ﷺ کی سنت مبارکہ کے آئینے کے سامنے کھڑا کرتے جاؤ کہیں قیادت ملے گی تو عبادت نہیں ملے گی، ریاضت ملے گی تو خوئے دلنوازی نہیں ملے گی، امامت ملے گی تو دیانت سے محروم ہوگی، محبت ملے گی لیکن امتیاز رنگ و نسل کا غازہ چپکا ہوا ملے گا۔ کبر و نخوت کے پہاڑ نظر آئیں گے۔ عجز و انکساری کی دولت کہاں ملے گی۔ ظلم و بربریت کے اور روحوں

کوتڑپا دینے والے منظر ہوں گے۔لیکن جان کے دشمنوں کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف:92) کا مژدہ جاں بخش سنانے والا کہاں ملے گا۔

اندھی راہوں کی مسافت کو بصارت مل گئی
ایسی مشعل دے گیا سرکار کا مسلک مجھے

خشکی پر ہزاروں رنگ سہی لیکن مچھلیوں کو نہیں بھاتے۔ان کے لئے چین، قرار، سکون، زندگی صرف پانی کی اتھاہ گہرائیوں میں ہے۔اے بندۂ مومن! تیرے لئے بھی چین و سکون کا بہتا ہوا دھارا موجود ہے۔منافق نہ بن ان پر ایمان لانے والا بن۔منافق کا لفظ اگر دوزخ سے نہیں نکلا تو اس میں دوزخ کی آگ کا ذائقہ کیوں ہے۔بندۂ مومن کے لئے آداب معاشرت کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی، اللہ تعالیٰ کے محبوب، اسوہ کامل کے حسین وجمیل مرقع حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو مشعل راہ بنالے۔

کیا تمازت، دھوپ کیسی اور کہاں کی حدتیں
ان کا دامن تھام لو پھر حشر تک سایہ بہت

حسن عمل کی پھوار سے پوری کائنات کو بھگو دینے والے محبوب، محبوب رب کائنات ﷺ کے حسن عمل پر نظر جما کر تو دیکھو۔ تجھے وہ کچھ ملے گا کہ پھر اس کے بعد کسی اور کی طرف دیکھنے کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔اس کے نام کا نشہ تجھے دنیا کے ہر نشے سے بے نیاز کردے گا۔لیکن حسن نسوانیت کے حسن و جمال میں گم رہنے والے اور خورد و نوش اور فکر معاش کے چکروں میں پھنسے ہوؤں کو شاہکار ربوبیت ﷺ کو دیکھنے کی توفیق کہاں ملتی ہے۔تم قدرت کاملہ کی تخلیق میں سے کسی ادنیٰ اور چھوٹی سی چیز پر نظر جما کر دیکھو تمہیں کوئی عیب نظر نہیں آئے گا۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (الملک:4) کا چیلنج آج بھی موجود ہے۔تمہاری آنکھیں خائب و خاسر لوٹ آئیں گی اگر قدرت کے عظیم شاہکار کی طرف دیکھو۔ہاں جو برھان ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی دلیل ہے۔جس کی تخلیق پر اسے بھی ناز ہے۔جس کو اس نے ارادۃً خود اپنی دلیل و برھان بنا کر بھیجا ہو۔ذرا اس کی سنت مبارکہ پر

نظر ڈال کر دیکھ اگر کوئی بھوک رہ جائے تو تیری نفرتوں کی پھٹکار کے لئے فقیر حاضر ہے۔

انسان کتنا بدنصیب ہے کہ تن پروری کے شوق میں اپنی روح بھی فنا کر لیتا ہے۔ ہاں اگر یہی انسان مظالم سے پاک ہو جائے تو آسمان سے زیادہ حسین وجمیل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو مظالم سے پاک کرنے کا صرف ایک ہی تریاق پیدا کیا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (النساء:64) عرب کے سفاک، ظالم و جابر معاشرہ، معصوم بیٹیوں کو زندہ در گور کر کے پدری شفقت سے محرومی کی دلدل میں گرے ہوؤں کو جس نے نکال باہر کیا اور انہیں دھو کر دودھ کی مانند کر دیا۔ ذرا ذرا سی بات پر صدیوں تک تلواروں کو گرم خون کا نذرانہ پیش کرنا جن کے لئے باعث فخر تھا انہی کے دلوں میں ایسے چاند طلوع کر دیئے کہ خود جاں بلب ہیں شدت پیاس سے تڑپ رہے ہیں، زخموں سے چور ہیں لیکن اگر ایسے میں انہیں کہیں سے العطش العطش کی آواز آتی ہے تو اپنی ٹیسیں، اپنی تکلیف، اپنا کرب اور اپنا دکھ بھول جاتے ہیں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنا پسند کر لیتے ہیں لیکن دوسرے بھائی کی پیاس کی شدت کی تلخی برداشت نہیں کر سکتے۔ عاشق صادق، معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اس طرح خود عاشق بھی معشوق بن جاتا ہے۔ موم آنسوؤں کی طرح پگھلتا ہے تو شمع اور تیز ہو جاتی ہے۔ یہ سنت محبوب الٰہی ﷺ کے دھارے ہیں جن کی سنت سے آج ہم محروم ہو کر اغیار کی چکاچوند میں کھو گئے۔

اے نادانی اور شک و ریب کی قبر میں اترے ہوئے انسان! تو کب تک اس دنیا کے فریب کے دھوکے میں رہے گا۔ دیکھ! غور کر! دنیا کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنا آسان ہے کہ وہ تو اس دنیا کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ سے دوری کا عذاب تو دائمی ہے۔

اس ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ گریباں میں ڈالنے سے چمکتا تھا جس سے ان کو دکھانا اور باور کرانا یہ مقصود تھا کہ اے موسیٰ! جس نور کی تلاش میں آپ طور پر تشریف لاتے ہیں وہ نور تو خود آپ کے گریباں کے اندر موجود ہے۔ ذرا

جھانک کر تو دیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کلیم کو اپنے گریباں اور گھر کی طرف دیکھنے کا اشارہ فرماتا ہے تو اے مسلمان! اے بندۂ مومن کیا تجھے فطرت پکار پکار کر نہیں کہہ رہی اَیْنَ تُبْصِرُوْنَ کدھر دیکھ رہے ہو۔ تم کونسا تماشا دیکھنے جا رہے ہو۔ آؤ اپنے پیارے، سوہنے من موہنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن دیکھو۔ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ وہ ماں کی گود میں بھی دودھ شریک بھائی کا حق نہیں مارتے۔

تو آداب معاشرت کہاں سے سیکھ رہا ہے۔ آداب معاشرت کا درس تو اس نے مکمل کر دیا جس نے خود فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں تو بھیجا ہی اس لئے گیا ہوں کہ معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، اخلاقی اور اصلاحی امور کا ہر وہ حسن جسے دیکھنے کے بعد کسی اور حسن کو دیکھنے کی تمنا ہی نہ رہے۔ میں اس کی خامیوں کو دور کر کے بام عروج تک پہنچانے آیا ہوں۔

ہماری بھوکی اور تشنہ تصویریں اس شیریں سمندر کی سطح پر یوں دوڑ رہی ہیں جیسے خالی پیالہ سطح آب پر دوڑتا ہے۔ جب تک بھرے گا نہیں تیرتا رہے گا بھر جائے گا تو ڈوب جائے گا۔ تیری پیاس بھی اسی چشمہ صافی سے ہی بجھے گی۔ تیرا خالی دامن تیرا کشکول بھرنے کے لئے اسی سمندر کی گہرائی ہے آیئے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گہرے سمندر میں ڈوب جائیں۔

تو اس بات پر فریفتہ ہے کہ دنیا مریخ و ثریا پر کمندیں ڈالنے لگی ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں سے خزانے لوٹ کر جھولیاں بھرنے لگی ہے۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور وہ چودہ صدیوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ادھر آؤ میرے پاس، کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ چاند پر پہنچنا اتنی بڑی حقیقت نہیں۔ چاند قدموں میں لانا بڑی بات ہے۔ میرے پاس آؤ، چاند، مریخ، ثریا تمہارے قدموں کے بوسے لیں۔ خشک دریا تیرے حکم کو تسلیم کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلنے پر مجبور ہو جائیں۔ جنگل میں بسنے والے حشرات الارض اور موذی جانور تیری خاطر جنگل خالی کر دیں۔ دریاوں سمندروں کی سطح آب تیرے گھوڑوں کی ٹاپوں کے لئے پایاب بن جائیں۔ میری سنت میرے طریقے اور میرے طرز زندگی میں سب کچھ ہے

دنیا بھی آخرت بھی۔

از آدم تا آخر کتنے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے۔ ان سب کی زندگیوں میں بھی محمد و احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک نقش ہے۔ وہ سارے اسی نور کے پرتو ہیں کیونکہ جب سو کا ہندسہ آئے گا تو اس میں ننانوے ضرور آئیں گے۔ ان تمام ننانوے روشنی کے میناروں، مینارۂ ہائے نور کی روشنیوں کو استعمال کیا کہ جس وقت آپ کے قدموں میں سیم وزر کے ڈھیر لگ رہے تھے آپ نے اس وقت بھی فقر و سادگی کو اپنایا۔ تمام چاہنے والوں کے گھروں کے چولہے کے لئے تیل فراہم کیا۔ غلاموں اور کنیزوں کو لوگوں میں بانٹنے والا اپنے جگر کے ٹکڑے فاطمہ بِضعَةٌ مِنِّیْ (میرے جگر کا ٹکڑا) کی شان والی بیٹی کو ایک کنیز کی ضرورت سے بھی بے نیاز کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید اور اس کی عظمت کے گن گانے کا سبق دے رہا ہے اور مستقبل میں خلیفہ بننے والے اور تینتیس لاکھ مربع میل پر حکومت کا بوجھ اٹھانے والے کی ذہنی فکری اور عملی تربیت یوں کر رہا ہے کہ اے عمر! تم میری کھردری چٹائی کے میرے جسم پر نشان دیکھ کر رو رہے ہو کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ کے شہنشاہ محض دنیا کے مزے لوٹیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ لازوال اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

حاکموں کے لئے ایسے اصول وضوابط، ایسے علوم و معارف، ایسے نشان ہائے منزل اس آمنہ کے لعل، عبداللہ کے لخت جگر، اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے و تیرے کریم آقا کے سوا کہاں مل سکتے ہیں۔

ساری دنیا کے شعراء و ادیب، واعظ، اپنے خطبے ایک بار پھر پڑھیں۔ اس کے بعد غزوہ تبوک پر روانگی سے پہلے مدینہ منورہ سے روانہ ہونے والے مجاہدین کو دینے والے ایک امی کا خطاب پڑھیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کا مطالعہ کریں اور دیکھیں مختصر الفاظ میں معانی و مطالب کے دریا کس طرح موجزن نظر آتے ہیں۔

جو لوگ معاشرے کی اصلاح اور قلوب انسانی کا تزکیہ چاہتے ہیں وہ مزکی اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق اصلاح و ترتیب پر نظر رکھیں۔ جنگی قیادت، سیادت اور

امامت کا سکہ بے حد و عد انسانوں کے ظاہر و باطن پر حاوی ہے اور بے شمار انسانوں کے دل و دماغ، قلب و نظر، فکر و نگاہ کی کایا پلٹ دینے والا ہے۔ ان سے بڑھ کر کوئی مصلح اخلاقیات کا معلم مرشد و راہبر و راہنما کہاں ملے گا۔ یہ کان تو حجاز مقدس میں صرف مدینہ منورہ میں احد پہاڑ کے دامن میں رہنے والے ایک کٹیا نشین کے حجرے میں ملے گی۔

بلا شبہ تمام مشاہیر عالم میں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی نظر آتی ہے۔ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف، آپ کا ہر اشارہ، آپ کا ہر حکم، آپ کا ہر فعل آج بھی پوری دنیا کے لئے سرچشمہ علوم و معارف ہے آپ کی مبارک زندگی کا ریکارڈ ایک صاف و شفاف آئینے کی صورت میں ہر گھر کی ہر دیوار پر آویزاں نظر آتا ہے اور پوری کائنات میں بکھرے اربوں انسانوں کے چہروں پر سجا ہوا ملتا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا
نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا
تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم الفاً الفاً بعد الفٍ

سرچشمہ علوم ہے میرے آقا ﷺ کی ذات

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا
پھر اسی نور سے روشنی مانگ کر، بزم کون و مکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی، احمد بھی، محمود بھی، حسن مطلق کے شاہد بھی، مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی، ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ساری کائنات کے علوم و معارف کا خالق واحد و یکتا پروردگار عالم ہے۔ ہمہ جہت علم و حکمت کا منبع وہ خالق اکبر ہے جس کے ارادہ کن کی ہر چیز مرہون منت ہے۔ جو کچھ ہمارے اذہان میں ہمہ قسم معلومات حواس خمسہ کی وساطت سے درآتی ہیں یا ساری کائنات ارضی وسماوی کے اذہان میں فراہم ہوتی رہیں گی ان تمام علوم و حکمت کو اس کے ذاتی مبلغ علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک شبنم کے قطرے کو بحر بیکراں کے ساتھ ہو سکتی ہے اور اگر وہی ذات بے ہمتا خود اپنے محبوب کریم رسول اللہ ﷺ کو رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ) کی دعا یاد کرائے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن) کی مسند پر بٹھائے اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:113) کی سند عطا فرمائے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (اعلیٰ:6) کی یقین دہانی کرائے۔ بار بار اَلَمْ تَرَ كَيْفَ (فیل:1) اَلَمْ تَعْلَمْ (البقرہ:106) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ (مریم:41) فلاں فلاں کے الفاظ سے واقعات ماضیہ پر گواہ بنائے۔ اس سے بڑھ کر سرچشمہ علوم کون سی ذات ہو سکتی ہے۔

دور جدید ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کا کون سا شعبہ تشنہ تکمیل ہے۔ وہ کون سی مسند ہے جس پر علم و فضل کے ماہرین حضرات لمبے لمبے شملوں کے ساتھ علوم و معارف کے دھنی نہیں بیٹھے ہوئے۔ ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی، ایل ایل بی، ایم بی بی ایس، بار ایٹ لاء، بی بی

اے، پی ڈی اے، پھر ان علوم جدید وقدیمہ میں سپیشلائزیشن کرنے والے بے حد و بے شمار ہیں لیکن ان جملہ غواصان بحر علوم و معارف میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ فلاں موضوع کے حوالہ سے میری ذات حرف آخر ہے "مستند ہے میرا فرمایا ہوا"۔ اس کے دروازے پر چٹخنیاں چڑھا دی گئی ہیں اب کوئی مائی کا لعل علم کے ایسے موتی تلاش کر کے نہیں لا سکتا جو علم کے موتی اس سمندر میں سے میں تلاش کر کے لے آیا ہوں۔ پھر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہوگا جو ایک شعبہ علم سے بھرپور آگاہی حاصل بھی کر لے اور اس موضوع پر مستند ہو اس کا فرمایا ہوا تو ضروری نہیں کہ وہ دیگر بے حد و شمار علوم پر بھی اتنی ہی دسترس رکھتا ہو۔ کچھ علوم ایسے ضرور ہوں گے جن کے حروف ابجد سے بھی اس کو شناسائی نہ ہو لیکن میرے آقا، میرے مولا، میرے ہادی، میرے مرشد، معلم علم و حکمت، علوم بحر و بر اور فنون خشک و تر سے آگاہ میرے آقا و مولا ﷺ۔

بار الہ میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

آپ نے جو فرمایا وہ حرف آخر ہے۔ وہ قانون لازوال ہے۔ وہ اصول غیر متبدل ہے۔ وہ بات ہیروں اور لعل و جواہر کی کان ہے۔ وہ بات نہ صرف کانوں میں رس گھولتی ہے بلکہ مشام جان ایمان کو معطر کرتی ہے۔ وہ اپنوں اور بیگانوں کے لئے ایک مثال ہے۔ اپنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، غیروں کے لئے مشعل راہ۔ چودہ صدیوں سے نشتر تحقیق نے جو تحقیق کیا کوئی اس کی گرد راہ کو نہ پہنچ سکے۔ عقل و خرداز ازل تا بہ ابد اپنی گتھیوں کے سلجھانے میں الجھی ہوئی ہے۔ فلسفی دم بخود ہیں۔ دانشوروں کی دانش اس کا پانی بھرتی ہے۔ سائنس دانوں کے لئے وہ مینارۂ نور۔ حاکموں کے لئے تمثیل۔ مفکر اپنی فکر میں متفکر کہ کہنے والے نے کیا کہہ دیا۔ فصاحت و بلاغت کے امام اس کے حضور دبے لچے۔ جیسے منہ میں زبان نہ ہو بلکہ جسم میں جاں نہ ہو۔ مقنن اس سے قانون سیکھیں۔ حاکم اس سے حکم لیں۔ ہادی اس سے ہدایت مانگیں۔ وہ راہبروں کے لئے انمٹ قانون چھوڑ گیا کہ اس کے منہ سے نکلے لفظ، غربت و افلاس کے ماروں کی ڈھارس، امراء و وزراء کے لئے انگیخت، دنیا کی ہرماں کے لئے

ممتا کے جذبات کا مخزن، کائنات میں ہر باپ کے لئے شفقتوں کا گہرا سمندر، وہ بولے تو قرآن کے پارے، آیات، صفحات، سورتیں بنیں، وہ سوچے تو ساری دنیا کے قبلے درست ہو جائیں، وہ سوئے تو دل جاگا کرے، وہ جاگے تو جہاں جاگے، حکم دے تو درخت اپنے قد و قامت کے ساتھ جڑوں سے اکھڑیں اور حکم کی تعمیل میں بھاگ کھڑے ہوں یعنی نباتات کے دل میں اس کی زبان کی تاثیر، اس کی باتوں میں اتنی مٹھاس، اتنی ڈھارس کہ وحوش وطیور اور بہائم آ کر اپنی بپتا سنائیں اور وہ ان کی بپتا سنے اور فریاد کو پہنچے۔ منصف کے لئے اس کے ارشادِ لازوال اور غیر متبدل مثالی قوانین، فاتح اس کے قدم قدم چلے تو امن کا پیغام بر بنے، تاجر اس کے تاجرانہ اصول اپنائے تو روزِ محشر تک اس کو اتنا سر بلند کر دے کہ خود اس کو اپنے ساتھ انگلی کھڑا کرے۔ غرض کہ ہر متنفس کے لئے اس کی زباں سے نکلے حروف، سرچشمہ علوم و معارف ہوں۔ حق کے داعیوں کے لئے ارشادات داعی اسلام، مینار ہدایت ہیں جنہوں نے قریش مکہ کے مال و دولت، عزت و امارت کی ہر پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور داعیان حق وصداقت کے لئے عزم و استقلال، حلم و بردباری اور ہمہ جہت اپنے مشن کی صداقت پر یقین کے ایسے تحفے دیئے کہ کوئی اور ایسا تحفہ نہ دے سکے۔

مزدور و محنت کش، حالات کی ستم ظریفی اور محنت کسی کی چکی میں پسنے والوں کے لئے، خندقیں کھودنے، کدال چلانے، مسجد قبا، مسجد نبوی کے لئے گارا اور مٹی چننے والا، اپنے عزم راسخ کی منزل، کسی بھی قیمت پر دھندلا ہونے سے بچانے والا مینارۂ نور ہے۔ وہ کدال کی ہر چوٹ پر ہر محنت کش کو باور کراتا ہے اگر تجھے اپنے مشن سے عشق ہے تو کدال کی ہر چوٹ کے پیچھے قیصر و کسریٰ کے محلات تک پہنچنے اور فاتح حالات و ممکنات ہونے کی چمک تجھے ضرور نظر آئے گی۔

دنیا کے حکمرانو! تم نے جو نظام سلطنت قائم کیا ہے۔ ممکن ہے وہ ہزار بہتر ہو لیکن ایسا تو ہرگز نہ ہو سکے گا کہ امراء اپنی بھری جھولیوں میں دولت سیم و زر، درہم و دینار لئے پھرتے ہوں لیکن پورے شہر میں اس سے دولت کی بھیک قبول کرنے والا کہیں نہ ملے۔ یہ بھی ممکن

ہے کہ جو نظام نظم و نسق تم نے قائم کیا ہے وہ حفاظت و امن میں بہت ہی بہتر ہو لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ایک حسین و جمیل عورت، تمام ممکنہ زیورات و آرائش کے سامان سے آراستہ و پیراستہ تنہا صنعا کی وادی سے اونٹ پر سوار ہو اور سینکڑوں میل کی مسافت اکیلی ایک اونٹنی پر بیٹھ کر طے کرے اور اسے راستے میں کوئی راہزن نہ ملے، کوئی قزاق نہ لوٹے، کوئی ڈاکو اس کے لئے خطرہ نہ بنے اور کوئی غیر مرد اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ یہ بات بھی حد امکان میں ہے کہ جو بادشاہی نظام تم نے قائم کیا ہے اس میں عدل و انصاف کے بڑے شہرے ہوں لیکن شاید تمہاری سلطنتوں میں ایسا کبھی نہ ہو کہ خود حاکم اپنی ہی بیٹی کے لئے اعلان کرتا ہوا نظر آئے کہ اگر فاطمہ تمیمی کی جگہ فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کے الزام میں ملوث ہوتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ کر رکھ دیتا۔ وہ اپنے انتہائی پیارے منہ بولے بیٹے متبنی زید کے بیٹے یعنی پوتے اسامہ کی جرأت سفارش ناحق پر تمام محبتوں شفقتوں چاہتوں کے بت توڑ تاڑ پھینکے اور انصاف و عدل کی ایک لازوال مثال قائم کر دے۔ ایسا صرف میرا آقا ہی قانون عدالت دے سکتا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر متبدل ہے اور وہی میرا آقا سرچشمہ علوم ہے۔

حکام و سلاطین کے سامنے وہ نشان منزل بھی تو رہے کہ شہہ عرب و عجم ﷺ نے کس طرح عدل و انصاف کے باب رقم کئے۔ کس بے غرضی، بے نفسی سے اپنے اختیارات اپنی جھولی میں ڈالے۔ گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ تیرے انتظار میں کھڑے ہیں۔ کمان میں رکھا ہوا تیر سیدھا ہی رکھا جائے تو چلتا ہے تیرے تو سارے تیر ہی ٹیڑھے ہیں۔ اپنی نگاہ میں رکھا ہوا نظر عقیدت کا تیر سیدھا گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ کی طرف پھینک کر دیکھ اگر سارا جہاں تیرا شکار نہ ہو جائے تو کہنا۔

چند سال پیشتر میں کراچی گیا میرے ایک عزیز محترم شاہد صاحب جو ایک کوئلے نکالنے والی فرم میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہیں ان کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی تو گفتگو کے دوران کہنے لگے چشتی صاحب حیرت ہے کہ کوئٹہ کے پہاڑوں میں ہماری فرم کو کوئلے کی کان

کی تلاش میں تھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انہوں نے پہاڑوں کا دورہ کیا اور ایک مقام پر ٹھہر گئے کہنے لگے اگر اس مقام پر اتنے فٹ گہری کھدائی کی جائے اور اس زاویہ سے کھدائی کی جائے تو پاکستان کو بہترین کوئلے کی کان ہاتھ آ جائے۔ ہم نے ان کے مشورے پر بھاری بھرکم مشینری کھدائی کے لئے نصب کر دی اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا کافی گہرائی میں جا کر بھی کوئلہ نہ نکلا تو ہم نے ان انجینئر صاحب سے دوبارہ رابطہ قائم کیا انہوں نے دیکھا تو کہا کہ جس زاویے سے کھدائی کے لئے کہا گیا تھا وہ زاویہ ہی غلط ہو گیا اب دوبارہ میرے بتائے ہوئے زاویے سے کھدائی کریں۔ پھر از سرِ نو ان کی تجویز کے مطابق کھدائی شروع کی تو واقعی اتنا بہترین کوئلہ نکلا کہ ہم حیران رہ گئے۔ لیکن سب سے بڑی حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ان کو پہاڑ میں ہزاروں فٹ نیچے چھپے کوئلے کی کان کی خبر کیسے ہو گئی؟

میں نے عرض کیا شاہد صاحب میں اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات بتاتا ہوں کہ یہ شخص دنیا کے کسی بڑے کالج یا کسی بڑی یونیورسٹی سے پڑھ کر آئے تو اسے پہاڑ میں ہزار فٹ گہرائی میں کوئلہ نظر آ جاتا ہے اور جس زاویے سے کہتا ہے اس زاویے پر کوئلہ نکلتا ہے لیکن جس کو خود اللہ تعالیٰ نے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:113) کہ آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہو اس کے متعلق لوگ یہ کہیں کہ اس کو تو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حیرت تو ایسوں کے ایمان کے دعوے پر ہونی چاہئے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے لکھے کی ہر بات پر یقین کر لیں، تجربہ سے اس کی بات پر یقین کر لیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے کو سرچشمہ علوم ماننے پر کفر و شرک کے فتوے شروع کر دیں۔

سوچ تو لقب، ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا تیرا

اگر ہم بھی آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کے زاویوں کو پیش نظر رکھ کر اپنے کردار و عمل کی کھدائی شروع کر دیں اور یقین کر لیں کہ گنبد خضریٰ کے مکین کی طرف اپنے سارے

زاویے درست کرلیں تو بالآخر یقین آجائے گا کہ دین و دنیا کے سارے علوم وفنون، فقہ و حدیث، اصول ہائے معاشرت ومعیشت، قانون تمدن کی ایسی کانیں ہمارے سامنے آئیں کہ چشم حیرت کھلی کی کھلی رہ جائے لیکن اگر کھدائی کرنے کے قابل نہ ہو تو کم از کم جس طرح آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے لکھے انجینئر کی بصیرت پر یقین کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے جس کو خود پڑھایا ہو اس کی بصارت وبصیرت پر اس کی گہرائی پر اس کے علوم و معارف پر یقین کر لینے میں کیا حرج ہے کہ وہی ذات سرچشمہ علوم ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کسی چیز کا آغاز اس کے انجام کی خبر دیتا ہے جس کے تقوے کا آغاز یہ ہے کہ ماں کی گود میں شیر خوارگی کے عالم میں رمضان المبارک میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک دودھ نہیں پیتا کہ نانا جان کی شریعت کا اہتمام رہے بتایئے بچے کے تقوے کی انتہا کیا ہوگی؟

انہیں بوقت پیدائش اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم تھا۔ اس کی توحید پر یقین کامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی علم تھا۔ ان کی رسالت پر ایمان بھی تھا۔ چاند کے طلوع وغروب کے اوقات کی بھی خبر تھی۔ مہینے کے آغاز واختتام کو بھی جانتے تھے۔ روزے کی فرضیت کی اہمیت سے بھی واقف تھے۔ وہ مکلف بھی نہیں تھے لیکن اس پر عمل کر کے دکھایا اور بتایا کہ لوگو تم تو بالغ وعاقل ہو کر عمل کرتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو وہ پیدا ہوتے ہی عمل کر کے دکھا دیتے ہیں۔ ایک نبی کے خون سے چار سو اکہتر سال بعد پیدا ہونے والے بچے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا یہ حال ہے تو اس کے نانا جان نبی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا عالم ہوگا۔ کوئی کتنا بڑا ولی ہو، غوث ہو، قطب ہو، ابدال ہو، اس کی دوسری تیسری پشت میں جا کر فرق پڑ ہی جاتا ہے لیکن پشت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم ہے کہ پانچویں صدی ختم ہونے کو آئی اور خون نبی کے اثرات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کے سردار کا عالم کیا ہوگا

صلی اللہ علیٰ صاحب العلم ما کان و مایکون

وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

شان حبیب الرحمٰن ﷺ من آیات القرآن

ہمارے پیارے آقا ومولیٰ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نہایت عظیم وبلند مرتبہ ومقام پر فائز ہیں کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس درجہ مقام کو کما حقہ جان سکے یا بیان کر سکے۔ البتہ خالق کائنات جل وعلا جو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے مراتب ودرجات علیا کو پیدا فرمانے والا ہے وہ جس قدر حقیقت مصطفیٰ ﷺ کو جاننے والا اور جس قدر اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اوصاف نبی ﷺ بیان کر سکتا ہے یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں اس لئے،

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

یعنی صفت وثناء مصطفوی ﷺ غالب نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دی کہ وہی ان کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے والا ہے اور وہی ان کی شان کے مطابق ان کی صحیح توصیف کر سکتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے عظمت محبوب خدا ﷺ وجل وعلا کی نعت آیات پروردگار عالم جل شانہ کے حوالہ سے عظمت والے پاک کلام قرآن مجید سے بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔

قرآن پاک۔ کلام پروردگار عالم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

"بے شک تمہاری رہنمائی کیلئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے"۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

(آل عمران:164)

"بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا"۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء)

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے"۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾

''جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان''۔ (التوبہ)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿۴﴾ (القلم)

''اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے''۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ (الکوثر)

''اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں''۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الانفال:33)

''اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہوں''۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿۳﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿۴﴾ (النجم)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (اسراء:1)

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں''۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (البقرہ:144)

''پس ہم ضرور آپ کو پھیر دیتے ہیں اس قبلہ کی طرف جسے آپ چاہتے ہیں''۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ (التوبہ:26)

''پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر''۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (احزاب:36)

''اور کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے''۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:6)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (الفتح:29)

''محمد اللہ کے رسول ہیں''۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:113)

''آپ کو سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے''۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (نشرح:1)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا''۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (نشرح)

''اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (الضحیٰ)

''اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ (الفتح)

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی''۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17)

''اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی''۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:151)

''اور (رسول کریم ﷺ) تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا''۔

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (بقرہ:151)

''اور (وہ نبی) تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے''۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سباء:28)

''اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے کہ تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے''۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔(الفتح:10)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:107)

''اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔

عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خالق کائنات علام الغیوب نے اپنی کائنات میں سب سے زیادہ علم وفضل اپنے محبوب اعظم ہمارے آقا ومولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی نہایت عظیم اور یقینی ہے۔ مزید برآں فرمان باری تعالیٰ کے مطابق حضور علیہ السلام رب کریم جل شانہ کے اذن اور وحی کے بغیر کلام نہیں فرماتے۔ لہٰذا جو آپ علیہ السلام کے ارشادات ہیں وہ رب تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اجازت وحکم سے ہیں اور نہایت ثقہ اور یقینی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات پر اپنی عظمت وشان کا نہایت انکساری کے ساتھ بھی اظہار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے خواص وفضائل حدیث پاک سے ہی معلوم ہوئے جو قرآن شریف کے بعد نعت شریف کی بنیاد اور منبع ہیں۔ لہٰذا ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ نمونہ کے طور پر پیش کیے جارہے ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخرَ۔ (مشکوٰۃ ص513)

"میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَہٗ اٰدَمَ وَدُوْنَہٗ وَلَا فَخرَ۔

"میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ (ساری مخلوق) ہوگی، اور فخر نہیں"۔ (مشکوٰۃ ص513)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخرَ۔ (مشکوٰۃ ص513)

”میں ہی اگلوں پچھلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوں فخر نہیں ہے“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ۔ (مشکوٰۃ شریف)

”میں آخری نبی ہوں، فخریہ نہیں کہہ رہا“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

”میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَشَارَةُ عِيْسٰى۔

”میں ہی ہوں جس کے لئے ابراہیم علیہ السلام دعائیں کرتے رہے اور جس کی خوشخبریاں عیسیٰ علیہ السلام سناتے رہے“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ۔

”میں ہی قیامت کے دن پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی، فخریہ نہیں کہتا“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ۔ (ترمذی)

”میں ہی قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، فخر نہیں ہے“۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مسلم شریف)

”آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتوں سے بڑی میری

امت ہوگی"۔(ترمذی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُ ھُمْ بَیْتًا۔(رواہ الترمذی)

"میں ہی ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَنَبِیُّ التَّوْبَۃِ۔(شمائل ترمذی)

"میں ہی رحمت کا نبی اور توبہ کا نبی ہوں"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ۔(متفق علیہ)

"میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مَوْلٰی مَنْ لَّا مَوْلٰی لَہٗ۔(ابوداؤد)

"میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا شَہِیْدٌعَلَیْکُمْ۔

"میں ہی تم پر گواہ ہوں"۔(بخاری شریف)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلَ مَنْ قَالَ بَلٰی فِی الْمِیْثَاقِ۔(شرح شفا: ملا علی قاری)

"میں ہی سب سے پہلا ہوں جس نے میثاق کے دن بلٰی کہا تھا"۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًاوَّ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْھِمْ حِسَابٌ۔(شفاء شریف)

"میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ میرے ستر ہزار امتی

ہوں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ان پر کوئی حساب نہیں ہوگا''۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الصَّادِقُ الزَّکِیُّ۔(طبقات ابن سعد 1،334)

''میں اللہ کا سچا نبی، امی، پاکیزگی والا ہوں''۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ وَرَسُوْلُ الرَّاحَۃِ وَرَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ۔(الشفا 1،231)

''میں رحمت وراحت کا رسول ہوں اور میں لڑائیوں کا رسول ہوں''۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔(کنز العمال، المعجم الکبیر للطبرانی، البدایۃ والنہایۃ الابن کثیر)

''میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضٰی اس کا دروازہ ہیں''۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِّنْ نُوْرِیْ۔(مدارج النبوۃ)

''میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے''۔

سپاس عقیدت بحضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیات قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بعد اب ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات بالخصوص خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، ائمہ مجتہدین و دیگر اکابر علمائے ملت اولیائے امت کے ارشادات میں سے نظم اور نثر کی صورت میں مدحت ونعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں۔ اس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول ہے۔

نعت: حمد خدائے محمد ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ توصیف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدا کی ثنا بھی ہے۔

نعت: اظہار یقین وجود باری تعالیٰ ہے۔ کہ حضور برہان رب العلمین ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نعت: اظہار جذبات تشکر رب العلمین ہے کہ ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت اس کے محبوب رحمۃ للمومنین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نعت: اعتراف احسانات کبریا ہے کہ آپ معطی من اللہ اور قاسم عطایا خلق اللہ ہیں۔

نعت: جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے کہ بنتی نہیں ہے طیبہ و بطحی کہے بغیر۔

نعت: شکر نعم محسن کائنات ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ شکر باعث اضافہ احسانات محسن ہے۔

نعت: انعامات خالق کے لوٹنے کا ایک راستہ ہے کہ تعریف محبوب محب کی عنایات کا سبب ہے۔

نعت: جذبہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے کہ جذب وشوق کے دریاؤں کا بند باندھنا مشکل ہے۔

نعت اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول
نعت کے ہر لفظ پہ ہوتا ہے رحمت کا نزول
نعت کہنے کے لئے دل پاک ہونا چاہیے
غرق الفت دیدہء نمناک ہونا چاہیے

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعت

محبوب رب العلمین حضور مطلع انوار وتجلیات ﷺ کے وصال پر ملال پر صبر واستقلال کا کوہ گراں حضرت سیدنا عبداللہ عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجر وفراق محبوب کی آگ میں جھلتے ہوئے آنسوؤں کا سیلاب بہاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

يَا عَيْنُ فَابْكِيْ وَلَا تَسْأَمِيْ
وَ حَقِّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ

اے آنکھ اب خوب رو اور یہ آنسو تھمنے نہیں چاہئیں اور قسم ہے ذات برحق کی کہ رونا تو اسی سردار (کے فراق) میں (برحق) ہے۔

عَلٰى خَيْرِ خِنْدَفٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ
اَمْسٰى يُغَيَّبُ فِي الْمَلْحَدِ

خندف کے بہترین اور اعلیٰ ترین فرزند پر آنسو بہا جو غم والم کے ہجوم میں سر شام ہی گوشہ قبر میں چھپا دیا گیا۔

فَصَلَّى الْمَلِيْكُ وَلِيُّ الْعِبَادِ
وَ رَبُّ الْعِبَادِ عَلٰى اَحْمَدَ

اے مالک الملک، بادشاہ عالم، بندوں کے والی اور پروردگار عز وجل، احمد مجتبیٰ ﷺ پر سلام ورحمت بھیجے۔

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ
وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ

اب کیسی زندگی جب حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت کائنات تھا ﷺ۔

فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلِّنَا
فَكُنَّا جَمِيْعًا مَعَ الْمُهْتَدِيْ

اے کاش موت آنی تھی تو ہم سب کو ایک ساتھ ہی آجاتی آخر ہم زندگی میں بھی تو ہمیشہ

ساتھ ہی رہے ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نعت

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَظْھَرَ دِیْنَہٗ
عَلٰی کُلِّ دِیْنٍ قَبْلِ ذَالِکَ حَائِدٍ

کیا تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سابقہ تمام دینوں پر غالب کر دیا ہے۔

وَاَسْلَبَہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ بَعْدَ مَا
تَدَاعَوْا اِلٰی اَمْرٍ مِنَ الْغَیِّ فَاسِدٍ

جب اہل مکہ نے حضور ﷺ کے قتل کے خیال فاسد کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کام کی قوت ہی سلب کر لی۔

غَدَاۃَ اَجَالَ الْخَیْلُ فِیْ عَرَصَاتِھَا
مُسَوَّمَۃً بَیْنَ الزُّبَیْرِ وَخَالِدٍ

اور پھر وہ صبح جب گھوڑے اس میدان میں جولانیاں دکھانے لگے جن کی باگیں زبیر اور خالد کے درمیان چھوٹی ہوئی تھیں۔

فَاَمْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ عَزَّزَ نَصْرَہٗ
وَاَمْسٰی عَدَاہُ مِنْ قَتِیْلٍ وَّ شَارِدٍ

پس اللہ تعالیٰ نے کی نصرت و مدد نے رسول اللہ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کر بھاگ گئے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعت

وَحَقُّ الْبُکَآءُ عَلَی السَّیِّدِ
فَیَاعَیْنِیْ اَبْکِیْ وَلَا تَسَأَمِیْ

اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آ چکا تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور تھک نہ جانا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نعت

مِنْ بَعْدِ تَکْفِیْنِ النَّبِیِّ وَدَفْنِہٖ
بِاَثْوَابِہٖ اَسِیْ عَلٰی ھَالِکٍ ثَوٰی

نبی رحمت ﷺ کو کپڑوں میں کفن دینے اور دفن کے بعد میں اس وصال فرمانے والے کے غم میں غمزدہ ہوں جو زیر خاک آرام فرما ہو گئے ﷺ۔

رَزِئْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْنَا فَلَنْ نَرٰی
بِذَاکَ عَدِیْلًا مَا حَیِّنَا مِنَ الدُّوٰی

رسول اللہ ﷺ کے وصال کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم زندہ ہیں ان جیسا حبیب مہربان ہرگز نہ دیکھ سکیں گے۔

وَکَانَ لَنَا کَالْحِصْنِ مِنْ دُوْنِ اَھْلِہٖ
لَہٗ مَعْقِلٌ حِرْزٌ حَرِیْزٌ مِنَ الدُّوٰی

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی ہے۔

وَکُنَّا بِمَرْاٰہُ نَرَی النُّوْرَ وَالْھُدٰی
صَبَاحًا مَسَاءً رَاحَ فِیْنَا اَوِاغْتَدٰی

ہم جب ان کو دیکھتے تھے تو سراپا نور و ہدایت دیکھتے تھے، صبح بھی اور شام بھی یعنی جب بھی ہم میں وہ چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے ہم ان کے فیض بے پایاں سے

مستفید ہوتے۔

لَقَدْ غَشَتْنَا ظُلْمَةٌ بَعْدَ مَوْتِہٖ
نَہَارًا فَقَدْ زَادَتْ عَلٰی ظُلْمَةِ الدُّجٰی

آپ کے وصال فرما ہونے کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔

فَیَا خَیْرَ مَنْ ضَمَّ الْجَوَانِحَ وَالْحَشَا
وَیَا خَیْرَ مَیْتٍ ضَمَّہُ التُّرَابُ وَالثَّرٰی

انسانی بدن جتنی شخصیتوں کو بھی اپنے پہلو میں چھپائے بیٹھے ہیں ان میں سب سے بہتر آپ ہیں اور آپ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے اپنے دامن میں چھپایا سب سے بہتر ہیں۔

کَاَنَّ اُمُوْرَ النَّاسِ بَعْدِکَ ضَمَّنَتْ
سَفِیْنَةُ مَوْجٍ حِیْنَ فِی الْبَحْرِ قَدْ سَمَا

گویا یوں لگتا ہے اے میرے آقا جیسے انسانی معاملہ آپ کے وصال فرما ہونے کے بعد ایک ایسی کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کی اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے۔

فَضَاقَ فَضَاءُ الْاَرْضِ عَنْہُمْ بِرَحْبِہٖ
لِفَقْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِذْ قِیْلَ قَدْ مَضٰی

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اس دنیاء فانی سے رخصت ہو گئے ہیں تو زمین کی فضا اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو جاتی ہے۔

فَقَدْ نَزَلَتْ لِلْمُسْلِمِیْنَ مُصِیْبَةٌ
کَصَدْعِ الصَّفَا لَا لِلصَّدْعِ فِی الصَّفَا

مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے جیسے ایک بہت بڑی چٹان میں شگاف پڑ گیا ہو، کیا پتھر کی چٹان کے شگاف کی بھی اصلاح ممکن ہے؟

فَلَنْ يَسْتَقِلَّ النَّاسُ تِلْكَ مُصِيبَةً
وَلَنْ يَجْبَرَ الْعَظْمُ الَّذِي مِنْهُمْ وَهَى

اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کمزوری پیدا ہو گئی ہے جس کا مداوا ممکن نہیں۔

وَ فِي كُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلٰوةِ يَهِيجُهُ
بِلَالٌ وَّ يَدْعُوا بِاسْمِهِ كُلَّمَا دَعَا

اور ہر نماز کے وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک ہیجان پیدا کر دیتا ہے جب وہ (اذان میں) ان کا نام لے کر پکارتا ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضي اللہ عنہما کی نعت

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَ فِي
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

اے کریم ابن کریم! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو، آپ اس سے پہلے سایہ خاص میں زندگی بسر کرتے تھے اور اس منزل میں محفوظ تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا یعنی جنت میں۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ وَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ بستی میں اترے مگر اس طرح کہ اس وقت نہ تو آپ ابھی بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ لہو کی پھٹکی۔

بَلْ نُطْفَةٌ يُرْكِبُ السَّفِينَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ آپ تو وہ آب صافی ہیں جو کشتیوں پر سوار تھا جب سیلاب کی موجیں چوٹی کو چھو رہی تھیں اور لوگ ڈوب رہے تھے۔

اس شعر میں آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف تشبیہ دی گئی جو کشتی میں سوار تھے اور حضور علیہ السلام کا جوہر نوح علیہ السلام کی پشت میں تھا یعنی پاک وصاف مزکی ومنقی آب صافی اور ناپاک لوگ سیلاب کے پانی میں ڈوب رہے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضرت آدم علیہ السلام نام محمد ﷺ کو شفیع نہ بناتے تو نہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوتی اور نہ نوح علیہ السلام کی کشتی نجات پاتی۔

تُنْقَلُ مِنْ صُلْبٍ اِلٰی رِحْمٍ

اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَاُطَبَقٌ

پھر ایک زمانہ بیت گیا مرتبہ حال کا ظہور ہوا اور وہ آب صافی صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا

فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

پھر آپ چپکے چپکے چھپے چھپے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صلب پاک میں ان کے ساتھ آگ میں اتر گئے۔ آتش نمرود ان کو کیسے جلا سکتی تھی۔

حَتّٰی احْتَوٰی بَیْتُکَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ

خِنْدِفٍ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

حتیٰ کہ آپ کا محافظ وہ صاحب شان وشوکت گھرانہ ہوا جو خندف جیسی رفیع الشان و مرتبت خاتون کا ہے۔ جس کا دامن زمین پر لوٹتا تھا یعنی انتہائی پردہ دار تھیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ

وَضَاءَ تْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ

اور جب آپ ولادت فرما ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاق ساوی آپ کے نور سے روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِيْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَ فِي النُّوْرِ
وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

اور اب ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور ہدایت واستقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہما کی نعت

حَمِدْتُّ اللّٰهَ حِيْنَ فُؤَادِىْ
اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْمُنِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاتا ہوں جب اس نے مجھے اسلام اور بلند مرتبہ دین قبول کرنے کی توفیق دی۔

لِدِيْنٍ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيْزٍ
خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفٍ

اپنے رب عظمت وعزت والے کی طرف سے دین لے کر آئے جو اپنے بندوں کے تمام حسابات سے باخبر ہے اور وہ اس پر بڑا مہربان ہے۔

اِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهٗ عَلَيْنَا
تَحَدَّرُ مَعَ ذِى اللُّبِّ الْحَصِيْفِ

جب اس کے پیغامات کی ہم پر تلاوت کی جاتی ہے تو ہر صاحب عقل اور صاحب الرائے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

رَسَآئِلُ جَآءَ اَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا
بِاٰيَاتٍ مُّبَيِّنَةِ الْحُرُوْفِ

وہ پیغامات جن کو احمد مجتبیٰ ﷺ لے کر تشریف لائے وہ واضح الفاظ اور واضح حروف

والے ہیں۔

وَاَحمَدُ مُصطَفٰی فِینَا مَطَاعًا

فَلَا تَفتُوہُ بِالقَولِ العَنِیفِ

اور احمد ﷺ ہم سب میں سے چنے ہوئے ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہٰذا تم ان کے سامنے ذرا نا ملائم الفاظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔

فَلَا وَاللّٰہِ نُسلِمُہُ لِقَومٍ

وَلَمَّا نَقضِ فِیہِم بِالسُّیُوفِ

تو اللہ کی قسم ہم ان کے حوالے کبھی نہ کریں گے جن کے بارے میں ہم نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نعت

اَغَرَّ عَلَیہِ لِنُبُوَّۃِ خَاتَمٌ

مِّنَ اللّٰہِ مَشھُودٌ یَلُوحُ وَ یُشھَدُ

آپ سرکار وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے شہادت ہے جو چمکتی بھی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے ﷺ۔

وَضَمَّ الْاِلٰہُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اِسْمِہٖ

اِذْ قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا نام ملا رکھا ہے جب کہ مؤذن پانچ وقت اشھد کہتا ہے یعنی اشھد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ یَاْسٍ وَ فَتْرَۃٍ

مِنَ الرُّسْلِ وَلْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

یہ ایسے نبی محترم ہیں ﷺ جو ایک طویل وقفہ اور ایک طویل خوف کے بعد تشریف لائے اور حال یہ تھا کہ ساری روئے زمین پر بت پوجے جا رہے تھے۔

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُّسْتَنِیْرًا وَّھَادِیًا
یَلُوْحُ کَمَا لَاحَ الصَّقِیْلُ الْمُھَنَّدُ

یہ ایسے نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور روشنی و چراغ والے اور راہنما ہو گئے اور اس طرح سارے زمانے پہ چمکنے لگے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکتی ہے۔

وَاَنْذَرْنَا نَارًا وَ بَشَّرَ جَنَّةً
وَعَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَا للّٰہِ نَحْمَدُ

آپ نے ہمیں دوزخ کی آگ سے ڈرایا اور آپ نے ہمیں جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

وَاَنْتَ اِلٰہُ الْخَلْقِ وَ خَالِقِیْ
بِذَالِکَ مَا عَمَرْتُ فِیْ النَّاسِ اَشْھَدُ

اے میرے اللہ! تو ساری کائنات کا معبود ہے اور میرا خالق بھی۔ میں جب تک لوگوں میں زندہ رہوں گا اس کی شہادت دیتا رہوں گا۔ آمین

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

(اے ہمارے محبوب ﷺ) آپ ﷺ سے زیادہ حسین تر چہرہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

آپ ﷺ (جسمانی و روحانی) ہر اعتبار سے کلی طور پر پاک اور مبرا پیدا کیے گئے ہیں اس طرح لگتا ہے کہ آپ ﷺ ایسے تخلیق فرمائے گئے ہیں جیسے آپ خود پیدا ہونا

چاہتے تھے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی نعت

امام ابونعیم نے بیان کیا کہ حضرت ام سماع بنت ابی رہم اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت ان کے پاس تھیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بڑی معصومیت کے ساتھ اپنی والدہ کی وفات کے وقت ان کے سرہانے کھڑے ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آخری وقت بڑی حسرت کے ساتھ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر پیار بھری نگاہ ڈالی اور یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

بَارَکَ فِیْکَ اللّٰہُ مِنْ غُلَامٍ
یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حُوْمَۃِ الْحِمَامِ
نَجَابِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمُنْعَامِ
فُوْدِیْ غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّھَامِ

اے میرے دل نواز و جاں نواز بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اے اس عظیم باپ کے جگر بند اور فرزند دلبند جس نے بادشاہ حقیقی اور منعم کائنات کی عنائت و مہربانی سے زبردست موت کے آہنی شکنجے اور چنگل سے نجات حاصل کی پس جس دن قرعہ اندازی ہوئی۔

بِمِاۃِ مِنْ اِبِلٍ سَوَامٍ
اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ
مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

تو ان کے بدلے سو چرنے والے اونٹ قربان کئے گئے میرے پیارے لخت جگر! جو خواب میں نے دیکھے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں تو جلیل و کریم رب کی طرف سے نبی بن کر تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونے والا ہے۔

تُبْعَثُ فِي الْحَلِّ وَ فِي الْحَرَام
تُبْعَثُ بِالتَّحْقِيقِ وَ الْإِسْلَام
دِيْنُ اَبِيْکَ الْبِرِّ اِبْرَاهَام
فَاللّٰهُ اَنْهَاکَ عَنِ الْاَصْنَام
اِنْ لَاتَوَا لِيْهَا مَعَ الْاَقْوَام

تو حق وصداقت اور اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین اور اسلام کی روشنی کے ساتھ حرم اور حرم کے تمام علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ پوری قوم بتوں کی پرستش اور ان کی محبت میں گرفتار ہے لیکن اللہ پاک نے تجھے ان خرافات سے روک دیا ہے کہ آپ ان بت پرستوں سے دوستی نہ کریں۔

ان اشعار کے بعد آپ نے یہ کلمات کہے:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتَةٌ وَ كُلُّ جَدِيْدٍ بَال و كُلُّ كَبِيْرٍ يفنى و انا مَيِّتَةٌ و ذِكْرِىْ بَاقِىٌّ وَلَدْتُ طُهْرًا وَ قَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا۔

یعنی ہر زندہ کو موت آئے گی۔ ہر نیا پرانا ہوگا۔ ہر بڑا فنا ہوگا۔ میں تو اب مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا کیونکہ میں ایک ایسے بچے کو جنم دے چلی ہوں جو سراپا طہارت ہے اور اس خیر و برکت کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ ج 1 ص 79)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نغمہ فراق

فَبَكِّيْ رَسُوْلِ يَا عَيْنُ عَبْرَةً
وَلَا عَرِفُنْکَ الدَّهْرَ دَمْعَکَ يَجْمَدُ

اے چشم پرنم! رسول اللہ ﷺ پر خوب آنسو بہا اور عمر بھر میں تیرے آنسوؤں کو خشک ہوتے نہ دیکھوں۔

وَمَالَکَ لَا تَبْكِيْنَ ذَا النِّعْمَةِ الَّتِيْ
عَلَى النَّاسِ مِنْهَا سَابِغٌ يَتَغَمَّدُ۔

اور (اے آنکھ) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگوں پر احسان کرنے والے پر نہیں روتیں جن میں سے کچھ احسانات ایسے ہیں جنہوں نے لوگوں کو ڈھانپ لیا ہے۔

فَجُوْدِیْ عَلَیْهِ بِالدُّمُوْعِ وَاعْوِلِیْ
لِفَقْدِ الَّذِیْ لَا مِثْلَهُ الدَّهْرَ یُوْجَدُ

اے آنکھ! خوب رو اور اس ہستی کے کھو جانے پر شور کر جس کی مثل زمانے میں نہیں پائی جاتی۔

وَمَا فَقَدَ الْمَاضُوْنَ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
وَلَا مِثْلُهُ حَتّٰی الْقِیَامَةِ یُفْقَدُ

گزشتہ لوگوں نے محمد ﷺ کی مثل آدمی کو نہیں کھویا اور نہ قیامت تک آپ جیسا آدمی کھویا جائے گا۔ ﷺ

اَقُوْلُ وَلَا یَلْفِیْ لِمَا قُلْتُ عَائِبٌ
مِنَ النَّاسِ اِلَّا عَازِبُ الْقَوْلِ مُبْعَدُ

میرے اس قول کی کوئی تکذیب کرنے والا نہیں سوائے اس شخص کے جو دور کی بات کہنے والا ہے۔

وَ لَیْسَ هَوَائِیْ نَازِعًا عَنْ ثَنَائِهٖ
لَعَلِّیْ بِهٖ فِیْ جَنَّةِ الْخُلْدِ اَخْلُدُ

اور میرا عشق آپ کی ثناء سے باز آنے والا نہیں۔ شاید میں اس کی وجہ سے جنت الخلد میں ہمیشہ جگہ پاؤں۔

مَعَ الْمُصْطَفٰی اَرْجُوْا بِذَالِکَ جِوَارَهٗ
وَ فِیْ نَیْلِ ذَاکَ الْیَوْمِ اَسْعٰی وَاَجْهَدُ

میں محمد ﷺ کا قرب چاہتا ہوں اور میں اس دن کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔

حضرت ورقہ بن نوفل کی نعت

لَجِجۡتُ وَ کُنۡتُ فِی الذِّکۡرٰی لَجُوۡجًا
لِھَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّھِیۡجَا

میں طیش میں آ گیا (اور) یہ تو میری پرانی عادت ہے کہ جب مجھے یادیں ستاتی ہیں تو سراپا اشتعال بن جاتا ہوں یعنی وہ یادیں میرے قلب وروح پر اس طرح ستون ہو جاتی ہیں کہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں۔

وَ وَصۡفٍ مِنۡ خَدِیۡجَۃٍ بَعۡدَ وَصۡفٍ
فَقَدۡ طَالَ اِنۡتِظَارِیۡ یَا خَدِیۡجَا

میری طبیعت کی تندی اور رونا اس وجہ سے ہے کہ مجھ سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہت تعریف اور توصیف بیان کی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی نشانیاں بیان کی ہیں اور اب میں ان کے دیکھنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا)! تو نے بہت لمبی انتظار دکھائی ہے ان کا دور رسالت کب آئے گا اس وقت کے لئے میرا اشتیاق بڑھتا ہی جاتا ہے۔

بِبَطۡنِ الۡمَکَّتَیۡنِ عَلٰی رَجَائِیۡ
حَدِیۡثُکِ اَنۡ اُرٰی مِنۡہُ خُرُوۡجًا
بِمَا خَبَّرۡتِنَا مِنۡ قَوۡلِ قَسٍّ
مِنَ الرُّھۡبَانِ اَکۡرَہُ اَنۡ یَّعُوۡجَا

اے خدیجہ! مجھے ان باتوں سے جو تم نے اپنے مشاہدات کے طور پر بیان کی ہیں، میسرہ کے دیکھے حالات سنائے ہیں اور راہب کی گفتگو سے آگاہ کیا ہے تو اندازہ ہوا کہ محمد ﷺ پیغمبر ہوں گے اور مکہ میں اعلان نبوت کر کے مخلوق کو راہ حق دکھائیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اس دین کی اعانت ونصرت میں جان دینے سے دریغ نہیں کروں گا۔

بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ فِيْنَا
وَ يَخْصِمُ مَنْ يَكُوْنَ لَهٗ حَجِيْجًا
وَيَظْهَرُ فِيْ الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ
يُقِيْمُ بِهٖ الْبَرِيَّةَ اَنْ تَمُوْجَا

اے خدیجہ! آپ کو مبارک ہو آپ کو بشارت ہو کہ محمد ﷺ قوم قریش کے بہترین افراد میں سے ہوں گے اور تمام عرب ان کے حلقہء اطاعت میں ہوگا اور جو کوئی ان کا دشمن ہوگا وہ مقہور ہوگا اور جو ان کا مخالف ہوگا وہ مغلوب ہوگا۔ وہ تمام ملکوں میں نورحق کی روشنی کو پھیلائیں گے اور اس دین کے سبب لوگوں کو گمراہیوں سے نکالیں گے۔

فَيَلْقٰى مَنْ يُحَارِبُهٗ خَسَارًا
وَيَلْقٰى مَنْ يُسَالِمُهٗ فُلُوْجَا
فَيَالَيْتَنِيْ اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْتُ فَكُنْتُ اَوَّلَهُمْ وُلُوْجَا
وَلُوْجًا فِيْ الَّذِيْ كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِنَا عَجِيْجَا

اور جو کوئی محمد ﷺ سے جنگ کرے گا وہ ظالم ہوگا اور ذلت کا شکار ہوگا اور جو کوئی ان کے ساتھ موافقت کرے گا وہ دو جہان کی سعادت پائے گا اور نجات اخروی حاصل کرے گا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ وہ کافروں سے جنگ کریں گے تو سب سے پہلے جو کافروں سے مقابلے کے لئے نکلتا وہ میری ذات ہوتی اگرچہ یہ بات کافروں پر شاق ہوتی لیکن جب تک جسم میں جان باقی رہتی میں محمد ﷺ کی معاونت سے باز نہ آتا اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتا یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطہ سے بارگاہ الٰہی میں رفعت و منزلت حاصل کرتا۔

حضرت کعب بن زہیر المزنی رضی اللہ عنہ کی نعت

مشہور مزنی شاعر کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے قبل از قبول اسلام، فاتح قلوب وعقول ﷺ کی شان اقدس میں جو نعتیہ اشعار قصیدہ میں رقم کیے وہ یہ تھے۔

اُنْبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ عَدَنِیْ
وَ الْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَامُوْلُ

مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عفوودرگزر کی ہی امید کی جاسکتی ہے۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔

پھر حاضر ہوئے تو یوں عرض گزار ہوئے

فَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَذِرًا
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہ مَقْبُوْلُ

میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذرخواہ ہوکر حاضر ہوا معافی ودرگزر کرنا تو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ عمل ہے گویا معاف کرنا اور درگزر سے کام لینا تو ان کی پرانی عادت کریمہ ہے۔

یارسول اللہ میں بھی کعب بن زہیر المزنی کے تتبع میں معذرت چاہتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ از راہ لطف وعنایت میری خطائیں بھی معاف فرما دیجئے۔ گویا حضرت کعب رضی اللہ عنہ یوں کہنا چاہتے تھے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِهِمِ مُغْرَقٌ
خُذَیْدِیْ سَهِّلْنَا اَثْقَالَانَا
لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَوْیَقُوْمُ بِهٖ
اَرٰی وَاَسْمَعُ مَالَوْ یَسْمَعُ الْفِیْلُ

میں تو اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں قوی الجثہ ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور وہ ہاتھی وہ کچھ سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا ہوں۔

لَظَلَّ یَرْعَدُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ
مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰهِ · تَنْوِیْلُ

تو یقیناً وہ ہاتھی کانپنے لگتا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جود و سخا اور بخشش اور عطا نہ ہوتی۔

حَتّٰی وَضَعْتُ یَمِیْنِیْ لَا اُنَازِعُهٗ
فِیْ کَفِّ ذِیْ نَقِمَاتٍ قِیْلُهُ الْقِیْلُ

حتیٰ کہ میں نے اپنا دایاں ہاتھ بغیر کسی مناقشے اور ہچکچاہٹ کے ان کے ہاتھ میں دے دیا جو کئے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول فیصل تھا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ تلوار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (سورج کے غروب ہونے پر) کی نعت

اَرِقْتُ وَ بَاتَ لَیْلِیْ لَا یَزُوْلُ
وَلَیْلُ اَخِی الْمُصِیْبَةِ فِیْهِ طُوْلُ

میری نینداڑ گئی اور رات ایسی ہوگئی جیسے ختم ہی نہ ہوگی۔ وہ رات جو مصیبت کی رات ہو وہ سراپا درد اور لمبی ہی ہوتی ہے۔

فَقَدْنَا الْوَحْیَ وَالتَّنْزِیْلَ فِیْنَا
یَرُوْحُ بِهٖ وَ یَغْدُوْا جِبْرَائِیْلَ

وحی اور تنزیل وحی الٰہی کا سلسلہ جو ہمارے درمیان جاری تھا وہ ٹوٹ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام کبھی رات کو آتے جاتے تھے اور کبھی دن کو۔

نَبِیٌّ کَانَ یَجْلُوْا الشَّکَّ عَنَّا
بِمَا یُوْحٰی اِلَیْهِ وَمَایَقُوْلُ

حضور نبی رحمت ﷺ وہ نبی تھے جو ہمارے شکوک و شبہات دور فرماتے تھے۔ کبھی اس وحی کے ذریعے جو آتی تھی اور کبھی اپنے (کرم) کے بادل ارشادات سے۔

وَیَهْدِیْنَا فَلَا نَخْشٰی ضَلَالًا
عَلَیْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِیْلُ

وہ ہمیں ایسا راستہ دکھا دیتے تھے کہ گمراہی کا ڈر نہ رہتا اور رسول اللہ ﷺ بذات خود بھی ہمارے راہنما تھے۔

یُخْبِرُنَا بِظَهْرِ الْغَیْبِ عَمَّا
یَکُوْنُ فَلَا یَخُوْنُ وَلَا یَحُوْلُ

وہ ہمیں غیب کی خبریں بھی سناتے تھے کہ کیا ہوگا یا کیا ہونے والا ہے؟ اور آپ کی دی ہوئی خبروں میں نہ کوئی خرابی ہوتی تھی اور نہ ہیر پھیر ہوتا تھا۔ (سبحان اللہ یہ نبی کی شان ہوتی ہے کہ وہ باخبر ہوتا ہے۔ مترجم)

فَلَمْ نَرٰی مِثْلَهٗ فِی النَّاسِ حَیًّا
وَلَیْسَ لَهٗ مِنَ الْمَوْتٰی عَدِیْلُ

نہ تو زندوں میں ہم نے ان جیسا کوئی دیکھا اور نہ مرنے والوں میں ان کی کوئی نظیر پائی۔

اَفَاطِمُ اِنْ جَزَعْتِ فَذَاکَ عُذْرٌ
وَ اِنْ لَّمْ تَجْزَعِیْ فَھُوَا لسَّبِیْلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اگر صبر کا دامن تم سے چھوٹ جائے تو یہ تیری مجبوری ہے لیکن اصل راستہ تو یہی ہے کہ صبر کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

فَعُوْدِیْ بِالْعَزَا فَاِنَّ فِیْہِ
ثَوَابُ اللّٰہِ وَالْفَضْلُ الْجَزِیْلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تو صبر کرے اور صبر واستقامت کا دامن نہ چھوڑے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب بھی ہے اور فضل عظیم بھی۔

وَقُوْلِیْ فِیْ اَبِیْکِ وَلَا تَمَلِّیْ
وَھَلْ یَجْزِیْ بِفِعْلِ اَبِیْکِ قِیْلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تو اپنے باپ کی شان میں دل کھول کر بول، لیکن تیرے باپ نے جو کام کئے کیا تیری باتیں ان کا بدل ہوسکتی ہیں؟

فَقَبْرُ اَبِیْکِ سَیِّدُ کُلِّ قَبْرٍ
وَ فِیْہِ سَیِّدُ النَّاسِ رَسُوْلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تیرے باپ کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے کیونکہ اس میں وہ رسول مدفون ہیں جو تمام انسانوں کے سردار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صَلٰوۃُ اللّٰہِ مِنْ رَّبِّ الرَّحِیْمِ
عَلَیْہِ لَا تَحُوْلُ وَ لَا نَزُوْلُ

رحمت والے پاک پروردگار کی طرف سے ان پر رحمتیں نازل ہوں۔ ایسی رحمتیں جو کبھی نہ تھمیں اور نہ کبھی رکیں۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نعت

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ

اَلَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

جس شخص نے ایک بار بھی خاکپائے احمد مجتبیٰ ﷺ سونگھ لی تعجب کیا ہے کہ وہ پھر ساری عمر کوئی خوشبو سونگھنے کی حاجت ہی محسوس نہ کرے۔ (سبحان اللہ)

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْاَنَّھَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

حضور پرنور ﷺ کی جدائی میں مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹ پڑیں ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر نازل ہوتیں تو وہ دن غم واندوہ سے سیاہ راتوں میں تبدیل ہوجاتے۔

اَغْبَرَّ اٰفَاقُ السَّمَاءِ وَکُوِّرَتْ

شَمْسُ النَّھَارِ وَاَظْلَمَ الْاَزْمَانُ

آسمان کی وسعتیں اور بلندیاں غبار آلود ہوگئیں اور دن کا سورج لپیٹ دیا گیا اور سارا زمانہ تاریک ہوگیا۔

وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِیِّ کَئِیْبَۃٌ

اَسَفًا عَلَیْہِ کَثِیْرَۃُ الْاَحْزَانُ

اور زمین نبی کریم ﷺ کے ہجر کے غم میں مبتلائے درد ہوگئی اور آپ کے غم میں سراپا درد بن گئی ہے۔

فَلْیَبْکِہٖ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُھَا

یَافَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَہُ النَّیِّرَانُ

اب ان کی جدائی کے غم میں مشرقوں کو بھی رونا چاہیے اور مغربوں کو بھی اور کتنے خوش نصیب اور قابل فخر ہیں وہ لوگ جن پر وہ روشنیاں چمکتی ہیں۔

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارِکِ صِنْوَةٌ
صَلّٰی عَلَیْکَ مُنَزِّلُ الْقُرْآنُ

اے اللہ آخری رسول ﷺ آپ تو فیض ولطف اور برکت وسعادت کی جوئے فیض ہیں آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا ہے۔ (سبحان اللہ)

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نعت

مَتٰی یَبْدُ فِی الدَّاجِیْ الْبَهِیْمِ جَبِیْنُهٗ
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقَّدُ

اندھری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔

فَمَنْ کَانَ اَوْ مَنْ قَدْ یَکُوْنُ اَحْمَدُ
نِظَامُ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالُ لِمُلْحِدٖ

احمد مجتبیٰ ﷺ جیسا اور کون ہوا ہے یا کون ہوگا؟ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نعت

اِنْ نِّلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمِ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَةً فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمِ

اے باد صبا! اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ تک پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں ﷺ۔

مَنْ وَجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی مَنْ کَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَمِ

وہ جن کا چہرہ نور نصف دن کے چڑھے سورج کی طرح ہے جن کے رخسار مکمل چاند کی

طرح تاباں اور تابندہ ہیں اور جن کی ذات نور ہدایت ہے جن کی ہتھیلی سخاوت کا دریا ہے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اَكْبَادُنَا مَجْرُوْحَةٌ مِنْ سَيْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفٰى
طُوْبٰى لِاَهْلِ بَلْدَةٍ فِيْهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَمِ

فراق وہجر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے ہمارے جگر زخمی ہیں۔خوش نصیبی ہے اس شہر کے لوگوں کی جس شہر میں نبی محتشم آرام فرما ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ كَمَنْ يَتْبَعُ نَبِيًّا عَالِمًا
يَوْمًا وَلَيْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ كَذَالِيْ بِالْكَرَم

اے کاش! میں بھی اس شخص کی طرح ہوتا جو علم وفضل کی دولت سے مالا مال ہو کر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرتا ہے اور یہ اتباع دن رات کرتا اور ہمیشہ کرتا۔اے میرے کریم مالک! یہی صورت اپنے کرم سے مجھے عطا فرما۔

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ
اَكْرِمْ لَنَا يَوْمَ الْحَزِيْنَ فَضْلًا وَّجُوْدًا وَالْكَرَم

اے سارے جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لانے والے آقاء محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دکھوں اور مصیبتوں والے روز قیامت میں اپنے فضل، جود وسخاوت اور کرم سے عزت بخشئے۔

يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنَ
مَحْبُوْسِ اَيْدِى الظّٰلِمِيْنَ فِي الْمَوْكَبِ وَالْمُزْدَحَم

اے سارے جہانوں کے لئے سایہ رحمت بن کر تشریف لانے والے میرے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! زین العابدین کو سنبھالئے اور سہارا دیجئے کہ وہ اس وقت ظالموں کے ہاتھوں حیرانی اور پریشانی میں گرفتار ہے۔

حضرت سیدتنا ام معبد رضی اللہ عنہا کی نعت

رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرًا لْوَضَاْ ةِ حَسَنَ الْخُلُقِ

میں نے ایک ایسے مرد کامل کو دیکھا ہے جس کا حسن نمایاں تھا۔

مَلِيْحُ الْوَجْهِ

بڑے خوبصورت اور نمکین حسن والے۔

لَمْ تَعِبْهُ ثَجْلَةٌ وَلَمْ تُزْرِبِهٖ صَعْلَةٌ۔

نہ بڑھی ہوئی توندتھی جو اسے عیب دار بنائے اور نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر جو اس کی ذات میں نقص پیدا کرے۔

قَسِيْمٌ وَسِيْمٌ

بڑا ہی حسین بڑا ہی خوبرو۔

فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ

آنکھیں سیاہ اور بڑی۔

وَفِيْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ

اور پلکیں لمبی۔

وفِيْ صَوْتِهٖ صَحَلٌ

اس کی آواز گونج دار۔

اَحْوَلُ اَكْحَلُ

سیاہ چشم، مکحول، سرگیں۔

اَزَجُّ۔ اَقْرَنُ

دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔

وَفِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ

اوران کی گردن چمکدار۔

وَفِي لِحيه كَثَاثَةٌ

ریش مبارک گھنی تھی۔

إِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ

جب وہ خاموش ہوتے تو پر وقار ہوتے۔

وَإِذَا تَكَلَّمَ سَمَا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ

جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہوتا۔

حُلْوًا الْمَنطِقِ

شیریں گفتار۔

فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلَا هَذَرٌ

گفتگو واضح، نہ بے فائدہ اور نہ بے ہودہ۔

كَانَ مَنطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ

گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔

أَبْهَى النَّاسِ وَأَجْمَلَهُ مِنْ بَعِيدٍ

دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور حسین وجمیل نظر آتے۔

وَأَحْسَنَهُ مِنْ قَرِيبٍ

اور قریب سے دیکھا جائے تو سب سے خوبرو اور خوبصورت نظر آتے۔

رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُهُ عَيْنٌ مِنْ طُوْلٍ

قد درمیانہ، نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔

لَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ

نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَا أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا

آپ دو شاخوں کے مابین ایک ایسی تیسری شاخ تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور احسن القدر۔

لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ

ان کے ساتھی ایسے تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

اِذْ قَالَ اِسْتَمَعُوْا لِقَوْلِهٖ

جب آپ کچھ کہتے تو وہ خوب توجہ سے سنتے۔

وَاِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰى اَمْرِهٖ

اور اگر آپ ان کو کوئی حکم دیتے تو فوراً اس کو بجالاتے۔

مَحْفُوْدٌ مَحْشُوْدٌ

سب کے مخدوم، سب کے محترم۔

لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ۔

نہ ترش رو تھے اور نہ ان کی نافرمانی کی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ام معبد اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ منورہ آئیں۔ ان کے پاس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو ام معبد کے بیٹے نے ان کو پہچان لیا اور اپنی ماں کو بتایا۔

يَا اُمَّ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ كَانَ مَعَ الْمُبَارَكِ۔

اماں! یہ وہی شخص ہے (جو اُس دن اُس) مبارک شخص کے ساتھ تھا۔ وہ اٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف لپکی اور پوچھا اے اللہ کے بندے! وہ کون ہستی تھی جو اس دن تمہارے ساتھ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم انہیں نہیں جانتی؟ بولی نہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ "نبی اللہ ہیں" ﷺ۔

ام معبد نے عرض کی "مجھے ان کی خدمت میں لے چلو"۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے اور تعارف کرایا۔

حضور نبی کریم ﷺ صاحب جود وسخا نے کمال شفقت ومحبت اور مہربانی فرمائی۔ انہیں کھانا کھلایا، انعام واکرام سے نوازا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کے خاوند ابو معبد بھی صاحب ایمان ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت سیدہ حذافہ بنت حارث (حضرت حلیمہ کی بیٹی المعروف "شیما") کی نعت

حضرت سیدہ شیماء رضی اللہ عنہا بچپن میں رسول کریم ﷺ کو گود میں اٹھا کر کھلاتیں اور یہ اشعار بڑے ذوق وشوق سے پڑھتیں۔

رَبِّ اِذَا اَعْطَیْتَهُ فَاَبْقِهِ
وَاَعْلَهُ اِلَی الْعُلَا وَارْقِهِ
وَادْحَضْ اَبَا طِیْلَ الْعِدٰی بِحَقِّهِ

اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے تو اسے بقا بھی عطا فرما اور سلامتی بھی عطا فرما ان کو انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور ان کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے حالات کی موافقت بھی عطا فرما اور دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو ان کے توسل سے کالعدم فرما۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَاَمْرَدًا
ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا
وَاکْبِتْ اَعَادِیْهِ مَعًا وَالْحَسَدًا
وَاَعْطِیْهِ عِزًّا یَدُوْمُ اَبَدًا

(السیرۃ النبویہ جلد 1 ص 55۔ سیرۃ الرسول جلد 1 ص 40)

اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور تن آور دیکھوں پھر میں آپ کو قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں کہ سب

لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوں اور اے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل ورسوا کردے اور آپ کو وہ جاہ وعزت عطا فرما جو ابدالآباد تک قائم رہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نعت

رُوْحِیْ الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلَاقُهٗ شَهِدَتْ
بِاَنَّهٗ خَيْرُ مَوْلُوْدٍ مِنَ الْبَشَرِ

میری روح ان پر فدا جن کے اخلاق کریمہ گواہ ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین انسان ہیں۔

عَمَّتْ فَضَائِلُهٗ كُلَّ الْعِبَادِ كَمَا
عَمَّ الْبَرِيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

آپ کے فضائل بلا امتیاز دنیا کے تمام بندوں کے لئے عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کی ضیاباریاں سب کے لئے عام ہیں۔

لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ
كَانَتْ بَدِيْهَتُهٗ تَكْفِيْ عَنِ الْخَبَرِ

اگر ان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود ان کی اپنی واضح شخصیت ہی ان کی صداقت کے لئے کافی تھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سبحان اللہ

مکہ فتح ہوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ
خَلُّوْا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِيْ رَسُوْلِهٖ

اے کفار کی اولاد! اس کے راستہ کو خالی کردو، ہٹ جاؤ کیونکہ ہر قسم کی خیر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں ہے۔

نَحنُ ضَرَبنَا کُم عَلٰی تَاوِیلِہٖ
کَمَا ضَرَبنَا کُم عَلٰی تَنزِیلِہٖ

ہم نے تم کوان کی واپسی پرایسی مار ماری جیسی ہم نے تمہیں ان کے اترنے پر ماری تھی۔

وَیزْھَلُ الْخَلِیلُ عَنْ خَلِیلِہٖ
یَا رَبُّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیلِہٖ

وہ مار ایسی تھی جو دماغ کی راحت بھلا دیتی ہے اور دوست سے دوست کو فراموش کر دیتی ہے۔اے میرے رب! میں آپ ﷺ کی ہر بات پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت

حضرت سراقہ اپنی قوم کے سردار تھے۔سفر ہجرت میں حضور ﷺ کا پیچھا کیا، ارادے میں ناکام ہوئے۔حضور ﷺ سے امان نامہ لکھوایا۔اس واقعہ سے دل کی کیفیت بدل گئی۔ کچھ دنوں بعد لوگوں کو سفر ہجرت کے اپنے پیش آمدہ معجزات سنانے شروع کر دیئے۔ابوجہل کو علم ہوا تو ان کی کردارکشی کرتے ہوئے ان کی قوم کی طرف خط لکھا۔دو شعر درج ذیل ہیں۔

بَنِیْ مِدلَجُ وَ اِنِّیْ اَخَافُ سَفِیْھُکُم
سُرَاقَۃُ مُسْتَعِدٌ لِنَصْرِ مُحَمَّدٖ
عَلَیْکُمْ بِہٖ الْاِیْفرَۃِ جَمْعَکُمْ
فَیُصْبِحُ شَتّٰی بَعْدَ عَزِسَوْدَدٖ

اے بنی مدلج! مجھے تمہارے بے وقوف سراقہ سے اندیشہ ہے کہ یہ لوگوں کو محمد (ﷺ) کی نصرت پر تیار نہ کرے۔اگر تم اپنا اتحاد گنوانا نہیں چاہتے اور باہم انتشار سے بچنا چاہتے ہو تو سراقہ پر فوراً قابو پا لو۔

حضرت سراقہ بن مالک نے اسلام لانے کا اظہار اگرچہ فتح مکہ کے بعد کیا ہے لیکن انہوں نے ابوجہل کو جو جواب لکھا وہ ان کے دل میں جذبات ایمان کی بھرپور عکاسی کرتا

ہے۔آپ نے جواب لکھا۔

اَبَاحِکَمٍ وَاللّٰہِ لَوْ کُنْتَ شَاھِدًا
لِاَمْرِ جَوَادِیْ اِذْ تَسُوْخُ قَوَائِمُہٗ

اے ابوالحکم! (ابوجہل) اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تو میرے گھوڑے کو اس پتھریلی زمین میں دھنستے ہوئے خود دیکھ لیتا۔

عَجِبْتَ وَلَمْ تَشَکَّ بِاَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُوْلٌ وَ بُرْھَانٌ فَمَنْ ذَایُقَاوِمُہٗ

تو تم حیرت زدہ ہو جاتے اور کوئی شک وشبہ تمہارے ذہن میں نہ رہ جاتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واقعتاً اللہ کے رسول اور اس کی برھان ہیں۔لہٰذا ان کا مقابلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

عَلَیْکَ فَکُفَّ الْقَوْمَ عَنْہُ فَاِنَّنِیْ
اَخَالُ لَنَا یَوْمًا سَتَبْدُوا مَعَالِمُہٗ

تجھے چاہیے کہ تو اپنی قوم کو ان کا مقابلہ کرنے سے روکے کیونکہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب ان کی عزت اور کامیابی کی علامات مکمل طور پر ظاہر ہو جائیں گی۔

بِاَمْرٍ تَوَدُّ النَّصْرَ فِیْہِ فَاِنَّھُمْ
وَاِنَّ جَمِیْعَ النَّاسِ طُرًّا مُسَالِمُہٗ

ایسے میں تو بھی ان کی مدد کا طلب گار ہوگا اور تمام لوگ ان سے صلح کرنے کے خواستگار ہوں گے۔

مدینہ منورہ کی بچیوں کی نعت

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ

ثنیات الوداع سے چودہویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا

مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اَيُّهَا لْمَبْعُوْثُ فِيْنَا

جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

اے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے! آپ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔

نَحْنُ جَوَّارٌ بَنِيْ نَجَّارٍ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں یا محمد ﷺ آپ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔

ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کی گزارش

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کیا۔

اَتَيْنَاکَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْمِيْ لِبَانُهَا

وَقَدْ شُغِلَتْ اُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

یارسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس حال میں کہ ہماری کنواری

بچیوں کے سینوں سے خون رس رہا ہے اور بچے کی ماں بھوک کے مارے اپنے بچے سے غافل ہوگئی۔

وَلَا شَیْءَ مِمَّا یَاْ کُلُ النَّاسَ عِنْدَنَا
سِوَی الْحَنْظَلِ الْعَامِیِّ وَالْعِلْهَزِ الْغَسْلِ

ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں سوائے ردی قسم کے اندرائن اور علھز کے۔ (علھز ایک قسم کا کھانا ہے جو خون کو اونٹ کے بالوں میں ملا کر آگ میں بھون لیتے ہیں اور قحط کے دنوں میں عرب کے لوگ کھاتے ہیں)۔

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْکَ فِرَارُنَا
وَاَیْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

ہمارے لئے حضور کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کے لئے مصیبت کے دنوں میں اللہ کے رسولوں کے بغیر اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کی درد بھری فریاد سن کر تیزی سے اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے اور ان کلمات طیبات سے بارگاہ رب العالمین میں التجا پیش کی۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا سَرِیْعًا غَدَقًا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِسٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ تَمْلَاءُ بِهِ الضَّرْعَ وَتُنْبِتُ الزَّرْعَ وَتُحْيِ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَکَذَالِکَ تُخْرَجُوْنَ۔

اے اللہ! ہمیں ایسے بادلوں سے سیراب فرما جو خوشگوار، سرسبز و شاداب کرنے والا ہو، تیز برسنے والا ہو، سیراب کرنے والا ہو۔ ہر جگہ یکساں برسنے والا ہو، جلدی برسنے والا ہو، تاخیر کرنے والا نہ ہو، نفع بخش ہو، نقصان دینے والا نہ ہو۔ جس سے مویشیوں کی کھیریاں دودھ سے بھر جائیں، زمینوں سے فصلیں اگ آئیں اور جس سے بنجر زمین زندہ ہو جائے۔

اور اسی طرح تمہیں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ يَدَهٗ اِلٰى نَحْرِهٖ حَتّٰى اَلْقَتِ السَّمَاءُ بِاَوْزَا قِهَا۔

کہ خدا کی قسم! حضور ﷺ نے دعا کے بعد جب اپنے دست مبارک اپنے منہ پر پھیرے تو آسمان سے گھڑوں پانی برسنے لگا۔

چند روز بعد چند لوگ اَلْغَرَق اَلْغَرَق کہتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے پھر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اے اللہ ہم پر نہ برسا بلکہ ہمارے ارد گرد کے علاقہ پر برسا۔ اسی وقت بادل مدینہ طیبہ سے چھٹ گیا اور مطلع صاف ہو گیا۔ سبحان اللہ اس پر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا حتیٰ کہ دانت مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا ابو طالب نے کتنا اچھا کہا تھا وہ اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے وہ اشعار پڑھے جو آپ نے کہے تھے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے ابا جان کا لکھا ہوا قصیدہ پڑھنے لگے۔ (جو آگے مذکور ہے)۔

حضرت ابو طالب بن عبدالمطلب کا قصیدہ

وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْکَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا

اللہ کی قسم اے محمد ﷺ وہ تیرے دشمن تیری ذات تک اپنی پوری جمعیت کے ساتھ بھی اس وقت تک نہیں پہنچ سکیں گے جب تک مجھے مٹی میں دفن کر کے ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔

فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَيْکَ غَضَاضَةٌ
وَاَبْشِرْ وَ قَرَّ بِذَاکَ مِنْکَ عُيُوْنًا

آپ اپنا کام بغیر کسی تنگی کے کیے جائیں آپ پر کوئی پابندی نہیں اور خوش رہیں اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں۔

وَدَعَوْتَنِیْ وَزَعَمْتَ اِنَّکَ نَاصِحِیْ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثُمَّ اَمِیْنًا

اور آپ نے مجھے دعوت دی اور آپ کو یقین ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں بے شک آپ نے سچ کہا پھر آپ تو ہیں ہی امین۔

وَعَرَضْتَ دِیْنًا لَا مُحَالَةَ اِنَّهٗ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

اور آپ نے تو وہ دین پیش کیا ہے جو یقیناً تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے۔

کَذَّبْتُمْ وَ بَیْتِ اللّٰهِ نُخَلِّیْ مُحَمَّدًا
وَلَمَّا نُطَاعِنْ حَوْلَهٗ وَنُنَاضِلُ

خانہ خدا کی قسم! دشمن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ کے گرد گھیرا ڈال کر ہم نیزوں اور تلواروں سے جنگ نہیں کریں گے۔

وَنُسَلِّمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَاوَالْحَلَائِلِ

اور یہ کہ ہم آپ کو ان کے سپرد کریں گے اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں آپ کے ارد گرد بکھری پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔

وَاَنَا لَعَمْرُ اللّٰهِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰی
لَتَلْتَبِسَنَّ اَسْیَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر وہ پروان چڑھا تو ہماری تلواریں ان کے سروں کے جسموں کو کاٹ رہی ہوں گی۔

حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی نعت

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِیُ النَّبِیُّ مُحَمَّدٍ
فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صُدُوْقٌ خَبِیْرُهَا

تمہیں پتہ بھی نہیں لیکن وہ نبی محمد ﷺ ضرور تشریف لائیں گے اور عالم بالا کی سچی خبریں دیں گے کیونکہ وہ سچی خبریں دینے والے علیم وبصیر انسان ہیں۔

یَا لَیْتَنِیْ شَاهِدًا فَجواء دَعْوَتَهٗ
حِیْنَ الْعَشِیْرَةَ تَبْغِی الْحَقَّ خُذْلَانَا

اے کاش! میں ان کی دعوت الی الحق کے وقت زندہ ہوتا اور حاضر ہوتا جب کہ ان کا اپنا خاندان بھی حق وصداقت کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

وفد عبد القیس میں آسمانی کتاب کے ایک نصرانی عالم دین حضرت جارود تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کی شان میں قصیدہ پڑھا اور بخشش کی دعا مانگی۔ حضور نے ان الفاظ میں آپ کو ضمانت عطا فرمائی۔ نَعَمْ اَنَا ضَامِنٌ اَنْ قَدْ هَدَاکَ اِلٰی مَاهُوَا خَیْرٌ مِنْهُ۔ یعنی ہاں میں ضمانت دیتا ہوں اور ذمہ داری قبول کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی ہے اور آپ نے وہ دین قبول کیا ہے جو پہلے دین سے صدہا بار بہتر ہے۔

حضرت جارود کے قصیدہ کے دو اشعار

یَا نَبِیَّ الْهُدٰی اَتَاکَ رِجَالٌ
قَطَعَتْ فَدْ فَدًا اَوْ الْاٰفَا

اے ہدایت کے نبی! یہ لوگ وسیع وعریض جنگلوں کو طے کرتے ہوئے اور سرابوں کو عبور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔

لَا تَتَّقِی وَقْع یَوْم عَبْزَسٍ
اَوْجَلَ الْقَلْبُ ذِکْرَهٗ ثُمَّ هَالَا

وہ اس ترش اور تکلیف دہ دن (روز قیامت) کے واقع ہونے سے ڈرتے ہیں جس دن کے ذکر سے دل خوف زدہ اور ہراساں ہو جاتا ہے (اس لئے کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے ہیں)۔

حضرت عمرو بن عبداللہ کی نعت

غزوہ بدر کے قیدیوں میں ایک قیدی عمرو بن عبداللہ تھا جس کو دوسرے چار قیدیوں حضرت ابوالعاص بن الربیع (داماد رسول) المطل بن حطب، صیفی بن ابی رفاعہ اور ابوعزہ کے ساتھ بغیر کسی فدیہ کے رہا کر دیا گیا یہ مفلس تھا اور عیالدار بھی جب اس کو رہا کیا گیا تو اس نے حضور کی شان میں یہ شعر کہے۔

مَنْ مُبَلِّغٍ عَنِّیْ الرَّسُوْلَ مُحَمَّدًا
بِاَنَّکَ حَقٌّ وَالْمَلِیْکُ حَمِیْدُ
وَاَنْتَ اِمْرُؤٌ تَدْعُوْا اِلَی الْحَقِّ وَالْهُدٰی
عَلَیْکَ مِنَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ شَهِیْدُ

کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری صفتوں سے موصوف ہے اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ جو بہت عظمت والا ہے گواہ ہے۔

اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْمًا قُرَیْشٌ لِمَفْخَرٍ
فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِیْمُهَا
فَاِنْ حَصَلَتْ اَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا
فَفِیْ هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَقَدِیْمُهَا
وَاِنْ فَخَرَتْ یَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا
وَهُوَا الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّهَا وَکَرِیْمِهَا

اگر کسی دن قبائل کے سامنے فخر و مباہات کے لئے قریش جمع ہو جائیں تو عبد مناف سر برآوردہ ثابت ہوتے ہیں اور فوقیت لے جاتے ہیں اور اگر بنو عبد مناف کے تمام بزرگ اور معزز لوگ بنو ہاشم کے سامنے آجائیں تو سب اسلاف واشراف یہیں براجمان نظر آتے ہیں اور بنو ہاشم اپنے کمالات پر فخر کریں تو بالآخر یہ نتیجہ نکلے کہ حضرت محمد ﷺ سب سے افضل قوم کا عطر اور سب سے بزرگ و برتر ہیں۔

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِیًّا کَمُوْسٰی خَطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ

کیا تم جانتے نہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پایا ہے جن کا تذکرہ پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

اَلَا اِنَّ خَیْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَ وَالِدٍ
اِذَا عَدَّ سَادَاتُ الْبَرِیَّةِ اَحْمَدُ

سنو سنو! آگاہ رہو جب بھی دنیا کے سرداروں کا تذکرہ کہیں ہوگا تو ان سب سرداروں میں اپنے نفس اور والد کے لحاظ سے بہترین انسان کے طور پر احمد ہی کا نام سرفہرست ہوگا ﷺ۔

نَبِیُّ الْاِلٰهِ وَالْکَرِیْمِ بِاَصْلِهٖ
وَاَخْلَاقِهٖ وَهُوَ الرَّشِیْدُ الْمُؤَیَّدُ

وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں نسب اور اخلاق کے اعتبار سے شریف النفس ہیں، ہدایت یافتہ ہیں اور (من جانب اللہ و من جانب مخلوق اللہ) تائید کیے ہوئے ہیں۔

(سیرۃ الرسول جلد 3 ص 519)

ایک جن کے اشعار

حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں حضور ﷺ کی ہجرت کے تیسرے دن ایک جن مکہ کے زیریں علاقہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے گزرا۔

جَزَاللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَیْرُ جَزَائِهٖ
رَفِیْقَیْنِ حَلاَّخَیْمَتِیْ اُمِّ مَعْبَدٖ

اللہ تعالیٰ جو تمام انسانوں کا رب ہے ام معبد کے خیموں میں آنے والے دونوں رفقاء کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَوَّحَا
فَاَفْلَحَ مَنْ اَمْسٰی رَفِیْقُ مُحَمَّدٖ

دونوں خیر سے آئے اور خیر سے چلے گئے۔ پس جس شخص کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی وہ کامیاب ہو گیا۔

لِیَهْنِ بَنِیْ کَعْبٍ مَکَانَ فَتَاتِهِمْ
وَمَقْعَدِهَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ بِمَرْصَدٖ

مبارک بنی کعب کو اپنی خاتون (ام معبد) کی قیام گاہ اور مبارک ہو مسلمانوں کا محفوظ پڑاؤ بھی۔ (لوگ اس آواز کی طرف لپکے لیکن یہ اشعار پڑھنے والا کسی کو نظر نہ آیا)

بنو ہوازن کے رئیس زہیر بن صرد رضی اللہ عنہ کی نعت

اُمْنُنْ عَلَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ کَرَمٍ
فَاِنَّکَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَنْتَظِرُ

اے اللہ کے رسول ﷺ! کرم فرماتے ہوئے ہم پر احسان فرمائیے کیونکہ آپ کی ذات وہ ذات ہے جس سے ہم خیر ہی کی امید رکھتے ہیں اور جس کا انتظار کرتے ہیں۔

اُمْنُنْ عَلٰی نِسْوَةٍ قَدْ کُنْتَ تَرْضِعُهَا
اِذْ فُوْکَ مَمْلُوْءَ ةٌ مِنْ مَخْضِهَا الدُّرَرُ

ہماری عورتوں پر بھی احسان فرمائیے جن کا آپ دودھ پیا کرتے تھے اور ان کے خالص دودھ سے آپ کا منہ مبارک بھر جاتا تھا۔

اِنَّا نُؤَمِّلُ عَفْوًا مِنْکَ تُلْبِسُهٗ
هَادِیَ الْبَرِیَّةِ اَنْ تَعْفُوَ وَ تَنْتَصِرُ

اے بھلائی کے رہنما ﷺ ہم آپ سے عفو کی امید کرتے ہیں جو آپ کی پوشاک ہے اور آپ کی مدد و نصرت کے بھی امیدوار ہیں۔

حضرت مالک بن عوف نضری رضی اللہ عنہ کی نعت

مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ
فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٖ

تمام لوگوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مثل نہ میں نے کوئی دیکھا ہے اور نہ کوئی سنا ہے۔

اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتَدٰی
وَمَتٰی تَشَأْ یُخْبِرُکَ عَمَّا فِیْ غَدٖ

وہ اپنا وعدہ پورا فرمانے والے ہیں۔ جب کوئی شخص کوئی عطیہ طلب کرتا ہے تو اس کو عطا فرماتے ہیں اور جب تو چاہے وہ تجھے آنے والے کل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے آگاہ بھی فرماتے ہیں۔

وَاِذَا الْکَتِیْبَةُ عَدَّدَتْ اَنْیَابَهَا
بِالسَّمْهَرِیِّ وَضَرْبِ کُلِّ مُهَنَّدٖ

جب کوئی لشکر کا دستہ اپنے دانتوں کو طاقتور نیزے سے اور ہندی تلوار سے مضبوط کر لیتا ہے۔

فَکَاَنَّهٗ لَیْثٌ عَلٰی اَشْبَالِهٖ
وَسْطَ الْهَبَاۗءَةِ خَادِرٌ فِیْ مَرْصَدٖ

تو حضور ﷺ اس شیر کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی کچھار میں بیٹھا ہوا اور غبار میں لپٹا ہوا اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔

آپ ﷺ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو پھر آپ ﷺ جب بھی واپس تشریف لائیں گے (خواہ ایک لمحے کے بعد بھی) تو آپ ﷺ میری قبر پہ ہی تشریف لائیں گے۔ اللہ اکبر۔ یعنی میں ایک لحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس ایک لمحے کی جدائی میں میری موت واقع ہو چکی ہوگی۔

بِحَقِّکَ جُدْلِرِقِّکَ یَا حَبِیْبِیْ
فَدَاوِ لَوْعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِیْحِ

حضور ﷺ! آپ کے حق کی قسم، اے میرے حبیب ﷺ! اپنے غلام پر احسان فرمایئے میرا دل زخمی دل جو سوز و محبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمایئے اور دیدار کی نعمت سے محروم نہ کیجئے۔ (مواہب اللدنیا۔ضیاالنبی ج5 ص443)

السید محمد وفی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

کَمْ فِیْهِ لِلْاَبْصَارِ حُسْنٌ مُدْهِشٌ
کَمْ فِیْهِ لِلْاَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْکِرٌ

اس ذات کے مدہوش کرنے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ ہے اور روحوں کے لئے اس کی یاد کس قدر مدہوش کن تھی۔

سُبْحَانَ مَنْ اَنْشَأَهُ مِنْ سَبَحَاتِهٖ
بَشَرًا بِاَسْرَارِ الْغُیُوْبِ یُبَشِّرُ

پاک ہے وہ عظیم ذات جس نے انوار و تجلیات کا مظہر ایسا بشر پیدا کیا جو غیبی اسرار و رموز کی خوشخبری سنانے والا ہے۔

فَجَمَالُهٗ مَجْلٰی لِکُلِّ جَمِیْلَةٍ
وَلَهٗ مَنَارٌ کُلِّ وَجْهٍ نَیِّرٌ

حضور پرنور ﷺ کا حسن تمام، تمام چہروں کے لئے آئینہ ہے اور آپ ﷺ کا حسن سراپا ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔

حضرت قیس بن عبد، المعروف نابغہ الجعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنی نعت پیش کی جب مندرجہ ذیل اشعار پڑھے تو سرکار ﷺ بڑے خوش ہوئے اور دعا دیتے ہوئے فرمایا لَا يُفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ۔ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ وہ دو شعر درج ذیل ہیں۔

وَلَا خَيْرَ فِيْ حِلْمٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ
بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهُ اِنْ يُّكَدَّرَا

حلم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ اس میں غصہ کی آمیزش نہ ہوتا کہ وہ اپنے صاف لاب کو اس گدلا کرنے والوں سے بچا سکے۔ (سبحان اللہ)

وَلَا خَيْرَ فِيْ جَهْلٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ
حِلْمٌ اِذَا مَا اَوْرَدَ الْاَمْرُ اَصْدَرَا

خصلت غضب میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس میں حلم نہ ہو جو اسے اس چیز سے نکال سکے جس میں وہ داخل ہوا۔

مدینہ منورہ کی ایک بوڑھی عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعت

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں پاسبانی فرماتے ہوئے گزر رہے تھے کہ ایک گھر میں دیا جلتا دیکھا اس گھر میں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةُ الْاَبْرَارِ
صَلّٰى عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الْاَخْيَارِ

نیک اور پاک لوگوں کے درود وسلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر ہوں۔ پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکَّاءً بِالْاَسْحَارِ

یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارِ

حضور نبی رحمت ﷺ آپ ساری رات عبادت الٰہی میں کھڑے ہونے والے تھے اور سحری کے وقت گریہ زاری فرمایا کرتے تھے کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ ہم حضور کے ساتھ ایک مکان میں ہوں ﷺ۔

اکابرین امت کا خراج تحسین

حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نعت

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا
اَرْجُوْا رِضَاکَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

اے سارے سرداروں کے سردار آقا ﷺ! میں آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں صرف آپ کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے۔

وَاللّٰهِ يَا خَيْرَالْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ
قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاکَ

اللہ تعالیٰ کی قسم اے ساری مخلوقات میں سب سے بہتر ﷺ میرا دل آپ کی محبت سے لبریز ہے اور میرا دل آپ کے سوا کسی چیز کا بھی طالب نہیں۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ اِمْرَاءٌ
کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ

آپ ﷺ کی ذات گرامی وہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو دنیا میں کوئی بھی پیدا نہ کیا جاتا اگر آپ ﷺ مقصود نہ ہوتے تو یہ ساری مخلوقات ہرگز پیدا نہ کی جاتیں۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمَ
مِنْ زَلَّتِهٖ بِکَ فَازَ وَهُوَ اَبَاکَ

آپ ﷺ وہ ذات والا و بالا صفات ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے باپ ہوتے ہوئے بھی اپنی لغزش پر آپ ﷺ ہی کا توسل اور وسیلہ اختیار فرمایا۔

وَبِکَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ
بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِسَنَاکَ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ ہی کے وسیلے سے دعا کی اور آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی وہ آپ ﷺ کے نور کی برکت سے ہی بجھ گئی۔

وَدَعَاکَ اَیُّوْبُ لِضُرٍّمَسَّہٗ
فَاُزِیْلَ عَنْہُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَاکَ

حضرت ایوب علیہ السلام (شہنشاہ صابرین) نے بھی آپ ﷺ ہی کے وسیلے سے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہوئی اور جب انہوں نے جمال کی مدح فرمائی اور آپ ﷺ کے بلند رتبہ کی خبر دی۔

وَکَذَاکَ مُوْسٰی لَمْ یَزَلْ مُتَوَسِّلًا
بِکَ فِی الْقِیٰمَةِ مُحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ساری زندگی آپ ﷺ ہی کا وسیلہ کئے رہے اور قیامت میں بھی آپ ﷺ کا سہارا لیں گے۔

وَھُوْدٌ وَ یُوْنُسُ مِنْ بَھَاکَ تَجَمُّلًا
وَجَمَالُ یُوْسُفَ مِنْ ضِیَاءِ سَنَاکَ

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ ہی کے حسن سے زینت پائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال جہاں آراء بھی آپ ﷺ ہی کے جمال باصفا کا ایک پرتو تھا۔

فَقَدْ فُقْتَ یَا طٰهٰ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ
طُرًّا فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرَاکَ

اے طٰہٰ ﷺ کا لقب پانے والے ہمارے کریم مولا ﷺ! آپ کو تمام انبیاء پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک ہی رات میں آپ ﷺ کو تمام ملکوت کی سیر کرائی۔

وَاللّٰهِ یَا یٰسِیْنُ مِثْلُکَ لَمْ یَکُنْ
فِیْ الْعٰلَمِیْنَ وَ حَقِّ مَنْ اَنْبَاکَ

اللہ کی قسم اے یٰسین ﷺ لقب پانے والے آپ ﷺ کی مثال کا نہ کوئی دنیا میں ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں میں سربلند کیا۔

عَنْ وَصْفِکَ الشُّعَرَاءُ یَا مُدَثِّرُ
عَجَزُوْا وَکَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاکَ

اے سفید چادر اوڑھنے والے مدثر صفت محبوب ﷺ! آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ وحمیدہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے اور بڑے بڑے شعراء کی آپ ﷺ کے اوصاف عالیہ کے سامنے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

بِکَ لِیْ قُلَیْبٌ مُغْرَمٌ یَا سَیِّدِیْ
وَحُشَاشَتُهٗ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاکَ

اے میرے سرکار عالی وقار ﷺ! میرا دل آپ ﷺ ہی کا شیدا ہے اور میرے انگ انگ میں آپ ﷺ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَالْوَرٰی
جُدْلِیْ بِجُوْدِکَ وَارْضِنِیْ بِرِضَاکَ

اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر صفات والے ﷺ! اے حاصل کائنات ارضی وسماوی ﷺ! مجھے اپنی بخشش وعطا اور سخاوت وجود سے نوازیئے اور مجھے اپنی رضاو خوشنودی کی مسرت عطا فرمایئے۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِمِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ
لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ الْاَنَامِ سِوَاکَ

میں تو آپ ہی ﷺ کے جود وعطا کا دل سے طلب گار ہوں کیونکہ ابوحنیفہ کے لئے آپ ﷺ کے سوا اس جہان میں اور کون ہے۔

صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا عَلَمَ الْھُدٰی

مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰی مَثْوَاکَ

اے ہدایت وراہنمائی کے علم سربلند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مشتاقان زیارت کے بے حد شوق کے مطابق قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام نازل ہوتا رہے گا۔

حضرت ابوبکر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

اَلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا وَّسَعِیْدًا

وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وَاقِفٌ

سنوسنو! میرے ماں باپ قربان ہوں بتاؤ وہ فرمانروا اور سردار کون تھا؟ (جو اس وقت بھی سردار تھا) جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَذَاکَ رَسُوْلُ الْاَبْطَحِیُّ مُحَمَّدٌ

لَهٗ فِی الْعُلَا مَجْدُ تَلِیْدُ وَطَارِفُ

ہاں ہاں وہ رسول ابطحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کو رفعت وبلندی کا ہر قدیم و جدید شرف حاصل ہے۔

اَتٰی بِزَمَانِ السَّعْدِ فِیْ اٰخِرِ الْمُدٰی

وَ کَانَتْ لَهٗ فِیْ کُلِّ عَصْرٍ مَوَاقِفُ

وہ آخری زمانے کی نیک اور سعادت والی گھڑی میں تشریف لائے حالانکہ ان کو ہر زمانے میں مقام وموقوف حاصل تھا۔

اَتٰی لِاَنْکِسَارِ الدَّھْرِیَجْبُرُ صَدْعَهٗ

فَاَثْنَتْ عَلَیْهِ اَلْسِنٌ وَعَوَارِفٌ

وہ آئے تاکہ زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں ان کے آنے پر اور عطیات ربانی پر زبانیں ثناء خوانی میں کھلی ہوئیں ہیں۔

اِذَا رَامَ اَمْرًا لَا یَکُوْنُ خِلَافَهٗ
وَلَیْسَ لِذَاکَ الْاَمْرِ فِیْ الْکَوْنِ صَارِفٌ

جب آپ ﷺ کسی کام کا ارادہ فرما لیتے تو وہ بات ان کے ارادے کے خلاف کوئی راہ نہ پاتی بلکہ اس بات کو اس کائنات میں کوئی بھی پھیرنے والا نہ ہوتا۔

حضرت محترم امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرُبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ

حضرت محمد ﷺ دونوں جہانوں کے سردار ہیں اور آپ ﷺ دو اہم ترین مخلوقات جن و انس کے دونوں گروہوں کے مشرق و مغرب تک، عرب سے عجم تک سب کے سردار ہیں۔

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَامِنْهُ وَلَا نَعَمٍ

آپ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے مقابلے میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے کوئی دوسرا اتنا سچا نہیں۔

فَهُوَا لَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

جب حضور نبی الرحمۃ ﷺ کی صورۃً اور معناً کی تکمیل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خلعت نبوت و رسالت عطا فرمائی اور آپ ﷺ کو حبیب کی حیثیت سے چن لیا۔

هُوَا لْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس اور امید ہر خوف و

ہراس میں اور قیامت کی شدید ترین گھڑیوں میں لگائی جائے گی۔

رَبِّ بِالْمُصْطَفٰی بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا مَا مَضٰی یَا وَاسِعَ الْكَرَم

اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے رب! ہمارے مقاصد کی تکمیل فرما دیجئے اور ہم سے جو پہلے خطائیں ہو چکی ہیں اور وسیع کرم فرمانے والے کریم ان کو معاف فرما دے۔

مشہور مؤرخ ولی الدین عبدالرحمٰن ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

یَا سَیِّدَ الرُّسُلِ الْكِرَامِ ضَرَاعَةً
تُقْضٰی مِنِّیْ نَفْسِیْ وَتُذْهَبُ حُوْبِیْ

اے عظیم الشان اور عزتوں والے رسولوں کے سردار ﷺ! ایک نگاہ کرم میری خواہشات نفس کا تدارک کرتے ہوئے ان کا فیصلہ ہو جائے اور میرے گناہ دھل جائیں۔

عَاقَتْ ذُنُوْبِیْ عَنْ جَنَابِكَ وَلُمْنِیْ
فِیْهَا تُعَلِّلُنِیْ بِكُلِّ كَذُوْب

میرے گناہوں اور میری کوتاہیوں نے مجھے آپ ﷺ کی بارگاہ سے دور رکھا اور میری خواہشات مجھے اپنے فریب میں ڈال کر بہلاتی اور پھسلاتی رہیں۔

لَا كَالْاُلٰی صَرَفُوْا الْعَزَائِمَ لِلتُّقٰی
فَاسْتَاْثَرُوْا فِیْهَا بِخَیْرِ نَصِیْب

لوگوں نے اپنے عزائم کو نعمت الٰہی اور تقویٰ کی طرف خود آپ نہیں موڑا بلکہ خوش نصیبی اور خوش بختی کی وجہ سے اس کی عنایت سے ان کا رخ اس طرف مڑ گیا۔

لَمْ یُخْلِصُوْا لِلّٰهِ حَتّٰی فَرَّقُوْا
فِی اللّٰهِ بَیْنَ مَضَاجِعٍ وَجُنُوْب

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے صرف زبانی کلامی ہی اخلاص نہیں برتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انہوں نے اپنے بستروں اور پہلوؤں تک میں تفریق کر ڈالی۔

هٰذِی شَفَاعَتکَ الَّتِیْ اَرْجُوْ بِهَا
صَفْحًا جَمِیْلًا عَنْ قَبِیْحِ ذُنُوْبِیْ

اے شفاعت کی برکھا برسانے والے ﷺ اپنی شفاعت سے مجھے نوازیے میں آپ ﷺ کی شفاعت سے امید لگائے بیٹھا ہوں۔ میرے بدترین گناہوں سے بہترین طریقے سے درگزر فرمایئے۔ (آمین)

اِنِّیْ دَعَوْتُکَ وَاثِقًا بِاِجَابَتِیْ
یَا خَیْرَ مَدْعُوٍّ وَ خَیْرَ مُجِیْبٍ

میں نے اس وثوق کے ساتھ آپ ﷺ کو پکارا ہے کہ میری فریاد نہ صرف سنی جائے گی بلکہ شرف قبول پائے گی۔ آپ ﷺ پکارے جانے والوں میں سب سے بہتر ہیں اور جواب دینے والوں میں بھی سب سے بہتر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا
رَسُوْلُ الٰهِ الْخَلْقِ جَمُّ الْمُنَاقِبِ

میں نے اپنے حبیب محمد ﷺ جو رسول اللہ ﷺ ہیں کے سوا تمام مخلوقات میں ان جیسا محبوب اور تمام مناقب کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا۔

وَمُعْتَصَمُ الْمَکْرُوْبِ فِیْ کُلِّ غَمْرَةٍ
وَمُنْتَجَعُ الْغُفْرَانِ مِنْ کُلِّ تَائِبٍ

وہ مصیبت زدوں کے لئے ہر مصیبت میں سہارا ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کی بخشش و مغفرت چاہنے والے ہیں۔

مَلَاذُ عِبَادِ اللّٰهِ مَلْجَاءُ خَوْفِهِمْ
اِذَا جَاءَ یَوْمٌ فِیْهِ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

(قصیدہ اطیب النغم)

وہ خدا کے بندوں کے ملجا و ماویٰ ہیں اور ہر خوف و ہراس میں ان کا ٹھکانہ ہیں جس دن قیامت کے خوف سے ہر جوانی پر بڑھاپا آ جائے گا۔

جَمِيْلُ الْمُحَيَّا اَبْيَضُ الْوَجْهِ رَبْعَةٌ
جَلِيْلُ كَرَادِيْسَ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور من موہنا ہے ان کی رنگت سفید ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد درمیانہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء کی ہڈیوں پر بھرپور گوشت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو باریک اور کمان کی طرح ہیں۔

صَبِيْحٌ مَلِيْحٌ اَدْعَجُ الْعَيْنِ اَشْكَلُ
فَصِيْحٌ لَّهُ الْاِعْجَامُ لَيْسَ بِشَائِبِ

آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک مہتاب کی طرح روشن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن دل لبھانے والا ہے۔ چشم مازاغ کی سیاہی گہری ہے اور اس سفید حصہ میں سرخ ڈوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو اور زیادہ پرکشش بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسی فصاحت و بلاغت ہے جس میں اجنبیت کا احساس اور شائبہ تک نہیں ہوتا۔

وَاَحْسَنُ خَلْقِ اللّٰهِ خُلْقًا وَّ خِلْقَةً
وَاَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَآئِبِ

حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخلاق کریمہ اور محاسن جسمانی میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں زیادہ حسین و جمیل اور دلکش ہیں اور لوگوں کو جب آلام و مصائب کے طوفان گھیر لیتے ہیں تو اس وقت ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور دعا سے مصیبت کی گھٹائیں ناپید ہو جاتی ہیں اور رنج و غم و الم کے طوفانوں کا رخ پھر جاتا ہے۔ ہاں! کریم آقا! صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا نام جب وردِ زباں ہوتا ہے
بھول جاتے ہیں درد کہاں ہوتا ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَیَارِیحَ الصَّبَا عَطْفًا وَّرِفْقًا
اِلٰی ذَالِکَ الْحَمٰی بَلِّغْ سَلَامِیْ

اے خراماں خراماں چلنے والی بادِ صبا! از راہ لطف و کرم میرے اس حامی و پشتیبان تک میرا اسلام پہنچا دے۔

وَاِنْ جُرْتُمْ عَلَیَّ فَلِیْ غِیَاثٌ
بِبَابِ الْمُصْطَفٰی خَیْرُ الْاَنَامِ

اے لوگو! اے میرے دشمنو اگر تم نے مجھ پر دست درازی کی یا مجھ پر زیادتی کی تو میرے فریاد رس ﷺ موجود ہیں (میں انہیں پکار لوں گا) وہ ساری دنیا کے انسانوں سے بہترین اور چنے ہوؤں کا دروازہ ہیں یعنی محمد ﷺ۔

مجھے دشمنوں نہ چھیڑو میرا ہے کوئی جہاں میں
میں ابھی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ

اِلَیْهِ تَوَجُّهِیْ وَلَهٗ اِسْتِنَادِیْ
وَفِیْهِ مَطَامِعِیْ وَ بِهٖ اِعْتِصَامِیْ

میری نگاہوں کا مرکز انہیں کی ذات ہے۔ مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے وہی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے اور میں انہی کے دامن پناہ میں ہوں۔

اَجِرْنِیْ سَیِّدِیْ مِنْ ضَیْمِ سُقْمٍ
اَشَدُّ عَلَیَّ مِنْ وَقْعِ الْحُسَامِ

اے میرے آقا ﷺ! اے میرے سردار ﷺ! مجھے بیماری کے ظلم سے نجات دلوائیے۔ یہ میری بیماری مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

حضرت مولانا محمد فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَلَا مَلَاذَ سِوٰی خَیْرِ الْوَرٰی جَمْعًا
فِی الْخَلْقِ وَالْخُلْقِ وَالْاِحْسَانِ وَالْجُوْدِ

تمام مخلوقات میں ان جیسا کوئی دنیا میں موجود نہیں نہ تخلیق میں، نہ حسن میں، نہ احسان میں اور نہ جود و سخا میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جَدْوَاہُ نَقْدٌ لِمَنْ یَّاْتِیْہِ مُعْتَقِیًّا
فَکَمْ ھُنَالِکَ مِنْ قَوْدٍ لِمَنْقُوْدٍ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایات ہر اس شخص کے لئے باعث نجات ہیں جو توبہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش ہو جائے۔ اس آستانے پر گناہوں کے مداوا کی بہترین شکلیں موجود ہیں اور ہر پریشانی کے لئے موجود ہیں۔

اَحْمٰی الصَّنَادِیْدَ مَاْوَی النَّاسِ مَفْزَعُھُمْ
اِذْ یَفْزِعُوْنَ لِاَھْوَالٍ صَنَادِیْدٍ

جب لوگ خوفناک صورت حال سے گھبرا اٹھیں گے تو ایسے میں بلکہ ہر پریشانی اور گھبراہٹ میں سب سے بڑی پناہ ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اِخْتَارَہُ اللّٰہُ مَحْبُوْبًا وَّاَرْسَلَہٗ
لِرَحْمَۃٍ وَّاِرْشَادٍ وَ تَسْدِیْدٍ

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا محبوب بنایا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستگی حالات کے لئے بھیجا۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ طُرًّا فِی الْکَمَالِ وَفِی
الْجَمَالِ وَالْعَزْمِ وَالْاَجْمَالِ وَالسُّوْدِ

وہ تمام انبیاء کرام میں فوقیت رکھتے ہیں۔ کمال میں بھی، جمال میں بھی، عزم ارادہ میں بھی، خوبی میں بھی، سرداری میں بھی۔

ان الرسول لقد فاق وعترته

سفينة مسواها الجود لا الجودی

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ہر اعتبار سے بڑھ گئے اور ان کی عترت و آل ایک کشتی ہے اس کشتی کا مقام جودی پہاڑ نہیں جود و سخا اور کرم ہے۔

اَفْدِیْکَ یَا خَیْرَ الْمَوَارِدِ مُخْتَبِطًا

قَدْ طَرَدَتْهُ الْمَعَاصِیُ اَیَّ تَطْرِیْدٖ

مجھے گناہوں نے بہت دور پھینک دیا ہے۔ میں اس بے پناہ حیرانی میں بہترین پناہ گاہ میں حاضر ہوں میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں۔

اَنْشَدْتُکَ فَاَقْبِلْ مَدْحَتِیْ کَرَمًا

حَتّٰی اَفُوْزَ بِاِنْشَادِیْ بِمَنْشُوْدِیْ

میں نے آپ ﷺ کی مدح سرائی کی ہے۔ اپنی کرم گستری سے اس کو قبول فرمایئے تاکہ میں اس شعر خوانی کے ذریعے اپنی منزل مقصود، امن و سکون حاصل کرسکوں۔

لَا شَکَّ اَنَّکَ غَوْثُ الْخَلْقِ اَجْمَعَهُمْ

وَلَا نُبَالِیْ اَبَاطِیْلَ الْمَنَاکِیْدٖ

اس میں کوئی شک نہیں آپ ﷺ ساری مخلوق کے فریاد رس ہیں اور ہمیں اس سلسلہ میں کسی ہرزہ سرائی اور ہنسائی کی پرواہ نہیں۔

عَلَیْکَ اَزْکٰی صَلٰوتُ اللّٰہِ مَا مَدَحَتْ

فِیْ مَوْرِقِ الْبَیَانِ وَرِقَاءِ بِتَغْرِیْدٖ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ ترین رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک ''البان'' کی شاخوں پر یعنی اس چمنستان عالم پر طائران خوش الحان چہچہاتے رہیں۔

محمد بن جابر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

رَاٰی هٰذِهِ الدُّنْیَا سَرِیْعًا زَوَالُهٗ
وَلَمْ یَرْضَ شَیْئًا یَّعْتَرِیْهِ زَوَالُ

حضور نبی رحمت ﷺ نے دیکھا کہ یہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے اور حضور رسالت مآب ﷺ نے ایسی کسی چیز کو پسند نہیں کیا جو زوال پذیر ہو یعنی آپ ﷺ نے صرف اس وحدہ لاشریک سے پیار کیا جو لازوال ہے۔ سبحان اللہ۔

اَتَتْهُ مَفَاتِیْحُ الْكُنُوْزِ فَرَدَّهَا
وَعَافَتْ یَمِیْنٌ مَسَّهَا وَشِمَالُ

آپ سرکار ﷺ کی خدمت میں زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن آپ ﷺ نے ان کو مسترد کر دیا اور آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں دستان مبارک ان سے محفوظ رہے ﷺ۔

جَمِیْلٌ جَلِیْلٌ مَانِحٌ غَیْرُ مَانِعٍ
عَلَیْهِ وَقَارٌ ظَاهِرٌ وَجَلَالٌ

حضور نبی کریم ﷺ جمال وجلال سے مزین تھے۔ آپ ﷺ عطا کرنے والے تھے منع کرنے والے نہیں تھے۔ حضور پرنور ﷺ کے رخ انور پر وقار اور جلال ظاہر ہو رہا ہوتا تھا ﷺ۔

شَفِیْعٌ رَفِیْعٌ نَاصِرٌ نَاصِحٌ لَنَا
رَحِیْمٌ رَحِیْبُ الْعَفْوِ حِیْنَ یُنَالُ

آپ سرکار ﷺ گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔ اونچی شان والے ہیں۔ اپنے غلاموں کی مدد فرمانے والے ہیں۔ ہمارے خیر خواہ ہیں۔ رحم فرمانے والے ہیں اور جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو آپ ﷺ بڑی کشادہ دلی سے عفو درگزر فرماتے ہیں۔

حَبِیْبٌ اِلٰی رَبِّ الْاَنَامِ مُحَبَّبٌ
اِلَی الْخَلْقِ اِلَّا مَنْ لَّدَیْہِ ضَلَالٗ

حضور رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے رب کے حبیب ہیں سوائے اس شخص کے جس کی قسمت میں ضلالت اور گمراہی ہو۔ (ضیاء النبی ج 5 ص 392-390)

کسی غیر معروف شاعر نے حضور کی شان میں یہ شعر کہہ کر کیا عرف پایا ہے۔

لِمَ لَا یُضِیْئُ بِکَ الْوُجُوْدُ وَلَیْلُہٗ
فِیْہِ صَبَاحٌ مِنْ جَمَالِکَ مُسْفِرٗ

حضور نبی النور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک سے سارا عالم وجود اور اس کی راتیں کیوں دمک اٹھیں کیونکہ اس میں ایک ایسی صبح بھی ہے جو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مقدس سے روشن ہے۔

وَبِشَمْسِ حُسْنِکَ کُلُّ یَوْمٍ مُّشْرِقٗ
وَبِبَدْرِ وَجْھِکَ کُلُّ لَیْلٍ مَّزْھَرٗ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے آفتاب کے ساتھ ہر دن روشن ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے ماہ تمام سے ہر رات حسین اور دلکش ہو رہی ہے۔ (ضیاء النبی ج 5 ص 441)

سید علی وفی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

اَلَا یَاصَاحِبَ الْوَجْہِ الْمَلِیْحِ
سَاَلْتُکَ لَا تُغِیْبُ فَاَنَتَ رُوْحِیْ

اے دلکش چہرے والے صلی اللہ علیہ وسلم! اے دلنشین حسن والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ایک التجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے جدا نہ ہوں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو میری روح ہیں میری جان ہیں۔

مَتٰی مَاغَابَ شَخْصُکَ عَنْ عَیَانِیْ
رَجَعْتَ فَلَا تَرٰی اِلَّا ضَرِیْحِیْ

اے میرے آقا ﷺ اگر آپ ﷺ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو پھر آپ ﷺ جب بھی واپس تشریف لائیں گے (خواہ ایک لمحے کے بعد بھی) تو آپ ﷺ میری قبر پہ ہی تشریف لائیں گے۔ اللہ اکبر۔ یعنی میں ایک لحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس ایک لمحے کی جدائی میں میری موت واقع ہو چکی ہو گی۔

بِحَقِّکَ جُدْلِرِقِّکَ یَا حَبِیْبِیْ

فَدَاوِلَوْعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِیْحِ

حضور ﷺ! آپ کے حق کی قسم، اے میرے حبیب ﷺ! اپنے غلام پر احسان فرمایئے میرا دل زخمی دل جو سوز ومحبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمایئے اور دیدار کی نعمت سے محروم نہ کیجئے۔ (مواہب اللد نیا۔ ضیاالنبی ج 5 ص 443)

السید محمد وفی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

کَمْ فِیْهِ لِلْاَبْصَارِ حُسْنٌ مُدْهِشٌ

کَمْ فِیْهِ لِلْاَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْکِرُ

اس ذات کے مدہوش کرنے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ ہے اور روحوں کے لئے اس کی یاد کس قدر مدہوش کن تھی۔

سُبْحَانَ مَنْ اَنْشَاَهُ مِنْ سَبَحَاتِهٖ

بَشَرًا بِاَسْرَارِ الْغُیُوْبِ یُبَشِّرُ

پاک ہے وہ عظیم ذات جس نے انوار وتجلیات کا مظہر ایسا بشر پیدا کیا جو غیبی اسرار و رموز کی خوشخبری سنانے والا ہے۔

فَجَمَالُهٗ مَجْلَی لِکُلِّ جَمِیْلَةٍ

وَلَهٗ مَنَارٌ کُلِّ وَجْهٍ نَیِّرُ

حضور پرنور ﷺ کا حسن تمام، تمام چہروں کے لئے آئینہ ہے اور آپ ﷺ کا حسن سراپا ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔

حضرت ابوالفضل الجوہری رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

جب زیارت مدینہ کے لئے شہر مدینہ کے قریب پہنچتے تو آپ سواری سے اتر کر پیدل سفر شروع کر دیتے آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ یہ اشعار پڑھتے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ لَنَا
فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرَّسُوْمِ وَلَا لُبًّا

جب ہم اس شہر کی گری ہوئی عمارتوں کو دیکھتے ہیں جس کی محبت نے ہمیں فکر و تدبر سے محروم کر دیا ہے۔

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً
لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نَّلُمَّ بِهٖ رَكْبًا

تو ہم کجاووں سے اتر جاتے ہیں صرف اس ذات اقدس ﷺ کی تعظیم و تکریم کے لئے کیونکہ یہ بات ہمیں زیب نہیں دیتی کہ اس ہستی کے شہر کی زیارت کے لئے ہم اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔

رُفِعَ الْحِجَابُ لَنَا فَلَاحَ لِنَاظِرٍ
قَمَرٌ تَقَطَّعَ دُوْنَهٗ الْاَوْهَام

دوری کا پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گیا اور ہماری آنکھوں کے سامنے چودھویں کا چاند جلوہ گر ہو گیا جس سے سب وہم دور ہو گئے ہیں۔

وَاِذَا الْمَطِيُّ بِنَا بَلَغْنَ مُحَمَّدًا
فَظُهُوْرُ هُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

جس وقت ہمارے سواری کے جانور ہمیں اٹھا کر نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دیں تو ان کی پشتیں سواری کے لئے مردوں پر حرام ہو جاتی ہیں۔

قَرَّبْنَنَا مِنْ خَيْرِ مَنْ وَطِیءَ الثَّرٰی
وَلَهَا عَلَيْنَا حُرْمَةٌ وَذِمَامٌ

ان سواریوں نے ہمیں اس عظیم ہستی ﷺ کے قریب پہنچا دیا جو ان تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہے جنہوں نے زمین پر اپنے قدم رکھے اور اس وجہ سے ان جانوروں کی عزت وحرمت ہم پر لازم ہو جاتی ہے۔ (اللہ اکبر)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

یَادَارَا خَیْرِ الْمُرْسِلِیْنَ وَ مَنْ بِهٖ
هُدِیَ الْاَنَامُ وَخُصَّ بِالْاٰیَاتِ

اے تمام رسولوں کے سردار ﷺ کے شہر جس میں ایسی ہستی مبارک ہے جس سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور جس کو خصوصی آیات بینات اور معجزات عطا کیے گئے ﷺ۔

عِنْدِیْ لِاَجْلِکَ لَوْعَةٌ وَصَبَابَةٌ
وَتَشَوُّقٌ مُتَوَقِّدُ الْجَمَرَاتِ

میرے دل میں تیرے (قرب کے) اس لمحے سے ایسا سوز وگداز اور شوق و عشق بھڑکا ہے جس کے انگارے دہک رہے ہیں۔

وَعَلَیَّ عَهْدٌ اِنْ مَلَاءْتُ مَحَاجِرِیْ
مِنْ تِلْکُمُ الْجُدْرَانِ وَالْعَرَصَاتِ

میں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ جب میری آنکھیں ان دیواروں اور میدانوں کی زیارت سے مشرف ہوں۔

لَاُعَفِّرَنَّ مَصُوْنَ شَیْبِیْ بَیْنَهَا
مِنْ کَثْرَةِ التَّقْبِیْلِ وَ الرَّشْفَاتِ

تو میں اپنی سفید داڑھی کو حضور ﷺ کی اس سرزمین کو بوسے دے دے کر خاک آلود کر لوں گا۔

لَوْلَا الْعَوَادِیُ وَالْاَعَادِیُ زُرْتُھَا
اَبَدًاوَّ لَوْ سَبْحًا عَلَی الْوَجْنَاتِ

اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں اور دشمن نہ ہوتے تو میں ہر وقت اس شہر مقدس کی زیارت کرتا رہتا اور اگر چہ اپنے رخساروں کو رگڑتے ہوئے یہاں تک پہنچتا۔ (اللہ اکبر)

لٰکِنْ سَاُھْدِیْ مِنْ حَفِیْلِ تَحِیَّتِیْ
لَقَطِیْنِ تِلْکَ الدَّارِ وَالْحُجُرَاتِ

لیکن میں اس شہر میں جو سکونت پذیر ہیں اور ان حجرات میں جو ہستیاں تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کے تحائف پیش کرتا رہوں گا۔

اَزْکٰی مِنَ الْمِسْکِ الْمُفَتَّقِ نَفْحَۃً
تَغْشَاہُ بِالْاَصَالِ وَلْبُکَرَاتِ

وہ صلوٰۃ جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہیں اور جو ہر شام اور ہر صبح کو اس فضاء کو معطر کرتے رہتے ہیں میں وہ درود شریف، جو ہم ہر وقت پڑھ رہے ہیں اور وہ سلام اور وہ برکتیں جن میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے خدمت اقدس میں پیش کرتا رہوں گا۔

(ضیاء النبی ج5 ص996-995)

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

تُنُقِّلَ اَحْمَدٌ نُوْرًا عَظِیْمًا
تَلَاْ لَأَ فِیْ جِبَاہِ السَّاجِدِیْنَا
تُقَلَّبُ فِیْھِمْ قَرْنًا فَقَرْنًا
اِلٰی اَنْ جَاءَ خَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَا

احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور مبارک عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا اور قرن ہا قرن یعنی صدیوں پاکیزہ صلبوں میں پھرتے پھرتے خیر المرسلین بن کر جلوہ افروز ہوئے ﷺ۔

حَفِظَ الْإِلٰهُ كِرَامَةً لِمُحَمَّدٍ
اٰبَاءَ الْاَنْجَادِ صُوْنًا لِاِسْمِهٖ

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کی لاج اور آپ ﷺ کی کرامت کی خاطر آپ ﷺ کے بزرگ آباء کی حفاظت فرماتا رہا ہے۔

شمس الدین محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

ابولہب کو جہنم میں ہر پیر کو ثوبیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی ولادت کی خبر سنانے پر آزاد کرنے کے صلہ میں آرام ملنے اور انگلی کو چوس کر راحت پانے پر ایک عربی شاعر شمس الدین محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اذا كَانَ هٰذَا كَافِرٌ وَجَاءَ ذَمَّهٗ
وَتَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدًا

یہ اس شخص کی حالت ہے جو کافر تھا اور سورۃ تبت یدا ابی لہب اس کی مذمت میں نازل ہوئی اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔

اِلٰى اَنَّهٗ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا
يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَا

ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کیونکہ ولادت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِىْ كَانَ عُمْرَهٗ
بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَمَاتَ مُوَحِّدًا

تو اس بندے کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو ساری عمر احمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت با سعادت پر خوش ہوتا رہا اور عقیدۂ توحید پر ہی اس دنیا سے رخصت ہوا۔

حُبُّ اللّٰهِ لِلنَّبِيِّ مَزِيْدُ فَضْلٍ
عَلٰى فَضْلٍ وَكَانَ بِهٖ رَؤُفًا

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ پر مزید فضل وکرم فرمائے وہ آپ ﷺ پر بڑا ہی رؤف اور مہربان ہے۔

فَاَحْیَا اُمَّهٗ وَکَذَا اَبُوْهُ
لِاِیْمَانٍ بِهٖ فَضْلًا لَطِیْفًا

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں یہ اس کا آپ ﷺ پر بڑا ہی لطیف فضل ہے۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ
وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِهٖ ضَعِیْفًا

اور تم بھی اس بات کو تسلیم کرلو کہ وہ ایسے امور پر قدیم سے قدرت رکھتا ہے اگرچہ اس بارے میں بیان ہونے والی حدیث ضعیف ہے۔

عسکلان حمیری یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت

یہ قصیدہ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تیس سالہ خوبرو سجیلے نوجوان کے ہاتھ بھیجا اور یہی قصیدہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب ہوا۔

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِی الْمَعَالِیْ
وَفَالِقُ اللَّیْلِ وَالصَّبَاحِ

میں اللہ تعالیٰ رب العزت والجلال کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جو شب وروز کا خالق اور تمام قسم کی بزرگیوں کا مالک ہے۔

اِنَّکَ فِیْ السِّرِّ وَ مِنْ قُرَیْشٍ
یَا ابْنَ الْمُفْدٰی مِنَ الذِّبَاحِ

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ خاندان قریش سے ایک سربرآوردہ شخصیت کے مالک ہیں اور حضرت عبداللہ کے فرزند وجگر بند ہیں جن کے بدلے اونٹ ذبح کئے گئے تھے۔

اُرْسِلْتَ تَدْعُوْ اِلٰی یَقِیْنٍ
تَرْشُدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا آپ ﷺ ایمان اور یقین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور حقانیت و کامرانی کا راستہ دکھاتے ہیں۔

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوْسٰی
اِنَّکَ اُرْسِلْتَ بِالْبِطَاحِ

میں اللہ تعالیٰ رب موسیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ ﷺ پاک سرزمین مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فَکُنْ شَفِیْعِیْ اِلٰی مَلِیْکٍ
تَدْعُوْا الْبَرَایَا اِلَی الْفَلَاحِ

اے مخلوق خدا کو فلاح و کامرانی کی طرف بلانے والے رسول مکرم ﷺ! بارگاہ خداوندی میں آپ ﷺ میری بھی شفاعت فرمائیں۔

یہ نعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور ایمان قبول فرمایا تو حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَخَا حُمَیْرٍ مِنْ خَوَاصِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ثُمَّ قَالَ رُبَّ مُؤْمِنٍ بِیْ وَلَمْ یَرَنِیْ وَ مُصَدِّقٌ بِیْ وَمَا شَهِدَنِیْ اُولٰٓئِکَ اِخْوَانِیْ حَقًّا۔

”بے شک قبیلہ حمیر کا یہ شخص خاص مومنین میں سے ہے پھر فرمایا کئی ایسے لوگ ہیں جو مومن ہیں لیکن انہوں نے ہمیں دیکھا نہیں اور کئی لوگ ایسے ہیں جو ہماری تصدیق کرنے والے ہیں لیکن وہ ہمارے حضور حاضر نہیں ہوئے یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں“۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (سیرۃ الرسول جلد 3 ص 210)

حلیمہ کی گود کا پالا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بچے کس گھر میں پیدا نہیں ہوتے۔ کس گھر میں بچے پیدا ہونے کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں۔ لیکن پتہ نہیں کیا بات ہے یہ پھل جتنا کچا ہوتا ہے میٹھا ہوتا ہے جوں جوں یہ پھل پکتا جاتا ہے کڑوا، کسیلا، کھٹا اور پھیکا ہوتا جاتا ہے۔ پورے معاشرے میں وہ گھر انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جن گھروں میں یہ پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہے۔ ویسے دوسرے پھل بھی سیب، کیلا، فروٹر، انگور، کھجور، انار پک کر بھی زیادہ دیر تک میٹھے نہیں رہتے گل سڑ جاتے ہیں بدبو چھوڑ جاتے ہیں پھینکنے پڑ جاتے ہیں۔

میرے مہربانوں! یہ بچہ جس نے ساری دنیا کو دکھوں سے بچایا۔ ایسا میٹھا پھل سبحان اللہ ماں کی گود سے قبر کی گود تک اور قبر کی گود سے اب تک پھر حشر تک اور حشر کے بعد ابد الآباد تک یہ پھل شیریں سے شیریں تر ہوتا چلا گیا۔ نام بھی میٹھا، ذات بھی میٹھی، کردار بھی میٹھا، بات بھی میٹھی۔ بچپن، لڑکپن، اٹھان، جوانی، جوانی کا ہر دن، جوانی کی ہر رات، بالوں میں چاندی آنے سے ظاہری زندگی کے آخری بالکل آخری لمحے تک ہر لمحہ میٹھا اور میٹھا بھی ایسا جس سے جی نہ بھرے بلکہ ایسا کہ طلب بڑھتی جائے بڑھتی جائے اور بڑھتی جائے۔

صبح صادق کو جس نے صادق بنایا اس صداقت کے وقت کو جس نے قیامت تک صداقت کا پیغام بر بنایا۔ اللہ اکبر کی آواز سے آشنا کرایا۔ اسی صبح صادق کے وقت اصدق الصادقین، اکرم الاکرمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن وامان کی پیغام بر ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رونق افروز ہوئے۔

جب ہوا ضوفگن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند

نکلا جس وقت مسعود بطحیٰ کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

دھلا دھلایا، ناف بریدہ، مکحول یعنی آنکھوں میں سرمہ ڈلا ہوا، مختون ختنہ شدہ، پاک صاف ستھرا، خوشبوؤں سے مہکا ہوا، باہوش، ہوشمندی کی اعلیٰ ترین مثال، پیدا ہوتے ہی اپنے خالق اپنے مالک معبود حقیقی کے حضور سجدہ ریزی سے زندگی کا آغاز کرنے والا (ﷺ)۔

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

بچے پیدا ہوتے ہیں روتے ہیں یہ بچہ بھی رویا لیکن دنیا میں آنے پر نہیں دنیا کی حالت زار پر رویا۔ زار زار رویا رب هبلی امتی رب هبلی امتی کہتا ہوا رویا۔ میرے مالک میرے مربی! جیسے اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَؕ (الکوثر) کہہ کر تو نے مجھے ہر خوبی سے نواز دیا ہے میری امت بھی میرے ہی حوالے کر دے۔ اس کی قسمت سنوارنا میرے سپرد کر دے۔ مالک نے ان کی یہ تمنا بھی پوری کر دی اور وقت آنے پر اس کا اعلان بھی کر دیا۔ محبوب وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰیؕ (الضحیٰ) تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ سیدہ ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے بھی دودھ پلایا۔ حضرت خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی شرف پایا۔ لیکن سب سے زیادہ دودھ پلانے کی سعادت حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئی۔

سیانے کہتے ہیں بچوں کو خوش رکھ کر اچھا نہیں بنایا جا سکتا اچھا بنا کر خوش رکھا جا سکتا ہے اور وہ تو تھے ہی اچھے۔ اچھائیاں بانٹنے والے، خوش رکھنے والے۔ اہل عرب بچوں کو شہروں

کی پر ہول زندگی اور سہل پسندی کی زندگی سے دور۔ دیہاتی ماحول میں سخت جانی اور پتھریلی زمین کی زندگی، فصاحت و بلاغت کی زبان سے آشنا کرنے کے لئے اور دودھ پلانے کے لئے دیہاتی دائیوں کا انتخاب کرتے۔

ربیع الاول تھا یعنی فصل بہار کا پہلا موسم۔ دیہاتوں سے دائیوں کی آمد کا موسم۔ وہ بھی گروہ در گروہ چلتی ہوں گی۔ صحت مند خواتین صحت مند سواریوں پر۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے امیر سے امیر گھرانوں کے بچے گود میں لینے کی سبقت کی دوڑ۔ دوڑتی ہوئی مکے آ پہنچیں۔ ان میں ایک حلیمہ نام کی دائی بھی تھیں۔ کمزوری غریبنی سی۔ وہ بھی اس کا خاندان بھی، اس کی سواری بھی ویسی ہی پیچھے رہ گئی۔ بہت پیچھے سب سے آخر میں کھیل مقدر کا سب سے آخر میں آنے والی مقدر کی دھنی نکلی اور سب سے آگے نکل گئی۔ اس کے خاندان کی دائیوں کو جو ملا وہ ان کا مقدر تھا لیکن اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے مل گیا۔

اوروں کو ملا ہے تو مقدر سے ملا ہے
اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے ملا ہے

حضرت حارث حلیمہ کے خاوند کہتے ہیں۔ میری سواری دوسری سواریوں میں سب سے ہلکی اور کمزور تھی، سبز رنگ کی گدھی اور اونٹنی اس سے بھی کمزور جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں میرا بیٹا بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا نہ سوتا نہ سونے دیتا۔

حلیمہ کہتی ہیں میں مکے پہنچی تو میری سہیلیاں مکے کے بڑے بڑے امیروں کے گھرانوں سے بچے لا چکی تھیں۔ ہر ایک کی گود بھری ہوئی تھی۔ مکے میں اگر کوئی بچے باقی تھے بھی تو انہوں نے مجھے کمزور، بیمار اور ہلکی سمجھ کر اپنا بچہ دینے سے انکار کر دیا اور حضور میرے محمد ﷺ کو یتیم سمجھ کر سب چھوڑ گئیں۔ اگر ان کو بھی کوئی بڑی بی لے جاتیں تو ہم غریب کہاں جاتے۔

وہ تشریف لائیں یہ ان کا کرم ہے
یہ گھر ہے کہاں ان کے آنے کے قابل

سوچا خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے یتیم بچہ اگر مل جائے تو گود لے لیتے ہیں۔ حارث نے بھی یہی مشورہ دیا۔ میں نے گھر جا کر دستک دی۔ کمال وجاہت کے ایک بزرگ نے دروازہ کھولا اندر آنے کی اجازت دی اور آنے کا سبب پوچھا۔ عرض کیا حضور دائی ہوں بچہ گود لینا چاہتی ہوں کرم فرمادیں تو غریبنی ساری عمر اس آستانے کو دعائیں دے گی۔

بابا جی نے نام اور قبیلہ پوچھا حلیمہ میرا نام ہے اور قبیلہ سعد سے تعلق رکھتی ہوں۔

آپ نے کمال محبت سے فرمایا بَخٍ بَخٍ سَعْدٌوَّ حِلْمٌ خَصْلَتَانِ ذَاهُمَا خَيْرُ الدَّهْرِ وَعِزُّ الْاَبَدِ۔ واہ واہ سعد اور حلم، دو ایسی خصلتیں ہیں جو زمانے میں سب سے بہتر اور ہمیشہ کی عزت ہیں۔

آپ نے فرمایا هَلْ لَكِ تَرْضَعِيهِ عَسٰى اَنْ تَسْتَعْدِىْ بِهٖ۔ کیا تو اس کو دودھ پلائے گی ہوسکتا ہے اس کی برکت سے تیرا دامن سعادتوں سے بھر جائے۔

دانشمندوں کی باتوں میں بھید ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور بندی حاضر ہے آپ نے مجھے بچے کی والدہ سے ملنے کو کہا۔ میں اندر گئی آمنہ نے استقبال کیا ایسے ہوا جیسے میں امن کے حصار میں آگئی ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا سبز بستر پر بالکل سفید صوف کے لباس میں لپٹے ہوئے ہیں۔ کستوری کی مہک اٹھ رہی ہے۔ میں تو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی۔ دل ہار بیٹھی نہ ایسا بچہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ایسی خوشبو کبھی سونگھی تھی۔

آئینہ حیرت میں ہے، آئینہ گر حیرت میں ہے
تیری صورت دیکھ کر، تیرا سراپا دیکھ کر
ماہ و انجم کی جبینوں پر پسینہ آگیا
پیکر انوار، تیرا نوری تلوا دیکھ کر

میں نے بے اختیار آنکھوں کے عین درمیان پیشانی کو بوسہ دیا اور اٹھا کر اپنے خاوند

حارث کے پاس لے آئی جو باہر میرے انتظار میں تھے کہنے لگے واللہ! یا حلیمہ لقد اخذنا نسمة مبارکة۔ حلیمہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے امن و برکت کا وجود پالیا ہے۔

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ
وہ اللہ والا تیری گود میں ہے
ثنا گر ہے جس کی خدائی حلیمہ
بنی سعد کا دشت رشک چمن ہو
گل ہاشمی چن کے لائی حلیمہ

میں اندر گئی بچے کو دودھ پیش کیا۔ دودھ کے خشک سوتے نہ جانے کہاں سے پھوٹ پڑے۔ ہر ماں کی عادت ہوتی ہے بچے کو ایک طرف سے دودھ پلا کر دوسری طرف سے بھی دودھ پلاتی ہیں میں نے بھی بچے کو دوسری طرف پیش کی تو آپ نے دودھ نہ پیا۔

اس انوکھے بچے نے پہلے دن سے رضاعت کی عمر کے آخری دن تک ایک طرف سے ہی دودھ پیا۔ دوسری طرف میرے بیٹے عبد اللہ اپنے دودھ شریک بھائی کے لئے چھوڑ دی۔ یوں تو آپ کی ہر ادا مر مٹنے والی تھی لیکن اس ادا نے میرے دل میں گھر کر لیا کہ اس عمر میں بھی دوسروں کا اتنا خیال کہ کسی کا حق مارنا پسند نہ کیا۔

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

آمنہ بی سبحان اللہ کیسی عورت تھیں امن و امان یا یمن و برکت کے شگوفے تو اسی کے گھر سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔ آپ نے مجھے بچے کا نام بتایا فرمایا ان کا نام محمد ہے ﷺ۔ عرب میں ایسے ناموں کا رواج نہ تھا۔ اتنا خوبصورت نام جتنا خوبصورت خود نومولود۔ میری حیرانگی دور فرمانے کے لئے فرمانے لگیں یہ نام ان کے دادا جان نے رکھا ہے۔ کہتے ہیں میرا جی کرتا ہے ساری دنیا ان کی تعریف ہی کرتی رہے۔ ویسے تم بتاؤ میرا

بچہ تعریف کے قابل ہے نا۔ جی بہن جی ہاں ہاں اتنی تعریف کے قابل کہ بار بار کروں تو جی نہ بھرے میں تو پہلے ہی فدا ہو چکی تھی۔

آپ نے بچے کے بارے میں کچھ راز کی باتیں بھی بتائیں۔ دادا جان حضرت عبدالمطلب بھی باتوں میں شامل ہوئے۔ مزید تعارف ہوا مجھے کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ ماں نے اور دادا جان نے باری باری بچے کو اٹھایا پیار کیا بوسے دیئے اور ذرا سی بھیگی پلکوں کے ساتھ رخصت کیا۔

میری عمر کا ایک حصہ بیت چکا تھا کئی بچوں کو دودھ پلا چکی تھی۔ غیر بچے کو دودھ پلاتے پلاتے آہستہ آہستہ محبت کے جام بھرتے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی عجب تھا ایک انجانی قوت تھی جو میرے دل میں، میری آنکھوں میں، میری باہوں میں محمد ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر رہی تھی۔ ایک عجیب سے کیف میں ڈوبی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔ میرے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

نصیبہ میرا ناز کرتا ہے مجھ پر
کہ روشن ستارے کو لے کر چلی ہوں
ہوئے دو جہاں جس کے جلووں سے روشن
اسی ماہ پارے کو لے کر چلی ہوں

خیمے میں پہنچی حارث میرے ساتھ تھے۔ میرا بیٹا رو رہا تھا بھوک نے اس کا صبر چھین لیا ہوا تھا میں تو پہلے بھی اس خیمے میں قدم رکھتی تھی میرے آنے سے کیا ہوتا ہے محمد ﷺ کی ذات نے میرے خیمے میں قدم رکھا آرام، سکون، چین، راحت بر نعمت نے ہمیں اپنے حصار میں لے لیا۔ میری چھاتی دودھ سے بھر گئی۔ بچے نے میرے صلبی بیٹے نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار پیٹ بھر کر دودھ پیا تھا اسے سکون ملا۔ کہیں سے نیند کی دیوی نے بھی میرے خیمے کا منہ دیکھ لیا اور میرا بچہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ میں شاعر تو نہیں ہوں لیکن اس کیف میں ڈوبی کچھ گنگنا رہی تھی۔

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے

ہم نے دیکھا ہماری گدھی اور اونٹنی کا رنگ نکھرنے لگا۔ بے چینی اور بے بسی کا، غربت و افلاس اور کم مائیگی کا احساس جو ہمیں لے ڈوبا تھا رفتہ رفتہ مٹنے لگا۔ ہم نے خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کیا۔ واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سامان سمیٹ لیا گیا جیسے آنے میں ہم پیچھے رہ گئے تھے ایسے ہی جانے کے لئے بھی ہم پیچھے رہ گئے۔

دو چار دن کے وقفے کے بعد ہم بھی روانہ ہو گئے۔ سچ جانئے یہ وہ اونٹنی نہیں تھی جس پر ہم آئے تھے لیکن یقین جانئے وہی تھی۔ سواری نہیں بدلی تھی بلکہ سوار بدل گیا تھا جس نے سواری کی کیفیت ہی بدل ڈالی۔

اپنے اپنے مقدر دی ہوندی اے گل
آیاں دائیں ہزاراں سی مکے دے ول
جس دی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل
عرش دے شاہسواراں دے کم آ گئی

دکھ کے فاصلے طویل ہوتے ہیں۔ سکھ کی مسافتیں اور دوریاں مسافتیں اور دوریاں نہیں رہتیں۔ ہمارے لئے یہ پہلا تجربہ تھا اونٹنی خراٹے بھرتی جارہی تھی۔ پہلے سے چلے قافلے کو ہم نے جلد ہی جالیا بلکہ ان سے آگے نکل گئے۔ مجھے حارث کی بات بار بار یاد آتی تھی وَاللّٰہِ یَا حَلِیْمَۃُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسْمَۃً مُّبَارَکَۃً۔ خدا کی قسم حلیمہ ہم نے انتہائی برکت والا وجود پایا ہے۔

مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ بھی ایسا حیران کر دینے والا تھا کہ میرے ذہن سے نکلتا ہی نہ تھا۔ میرا جی چاہا کہ مکے سے روانہ ہونے سے پہلے برکت کے لئے ننھے حضور کو حجر اسود کا بوسہ دلا دوں۔ جب میں حدود کعبہ میں داخل ہوئی تو ہبل، لات، عزیٰ اور دیگر بت اپنی اپنی جگہ سرنگوں ہو گئے۔ سوچا ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو میں آگے بڑھی میری حیرانگی

کی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود خود اپنی جگہ سے نکلا اور آپ کے چہرہ اقدس اور آپ کے لبوں کے ساتھ چمٹ گیا گویا بوسے پہ بوسے لینے لگا۔

یہ کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں تھی ہم نے پتھروں کے حضور تو لوگوں کو جھکتے دیکھا تھا پتھروں کو یوں سراپا نیاز ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ واقعہ ابھی تک ذہن اور حافظے کے ہر گوشے کے ساتھ چپکا ہوا تھا کہ سفر کے واقعات نے کئی اجنبی راستے کھول دیئے۔

لوگ جائیں حجراسود چومنے

حجر اسود نے تیرا بوسہ لیا

ہر قدم پہ احساس ہوتا ہے کہ محمد حضور اعلیٰ ﷺ کا ہر قدم میرے حارث اور شیما کے دل کو پکڑ نہیں لیتا تھا دل کو چھین لیتا تھا۔ قافلہ تو بہت پہلے روانہ ہو چکا تھا انہیں احساس تھا مریل گدھی اور بے جان اونٹنی ان کا راستہ بھی کھوٹا کرے گی اس لئے ہمارا انتظار کئے بغیر ہی قافلہ چل دیا تھا لیکن ننھے حضور کی برکت سے ہم نے انہیں وادی ''سرو'' میں جالیا۔ میری سہیلیوں نے ہمیں ہم سے بھی زیادہ حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا حلیمہ یہ تیز رفتار اونٹنی کہاں سے لی ہے اور وہ پہلے والی کہاں ہے۔ ہم تو مسرت و حیرت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے ہی لوگ بھی ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہے تھے۔ میں نے جواب دیا سواری نہیں بدلی سوار بدلا ہے جس نے ہماری قسمت ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ خیر ہم چلتے چلتے ان سے پہلے اپنی وادی میں جا پہنچے۔ البتہ میں نے محسوس کیا رَأَیتُ الْحَسَدَ مِنْ بَعْضِ نِسَاءِ نَا۔ کہ میرے ہم قافلہ کچھ عورتوں کے دلوں میں حسد کی چنگاری پھوٹ پڑی ہے۔

یوں تو ننھے حضور کو چند اور خوش نصیب بیبیوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ خود بی بی آمنہ نے، ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے، بنی سلیم کی عاتکہ رضی اللہ عنہا نے، خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا نے یہ سعادت حاصل کی تھی۔ لیکن جو نعمت مستقل میرے حصہ میں آئی وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ میں اپنے رب کی اس عنایت پر حیران تھی کہ بنی سعد کی کتنی ہی دائیاں کے گئیں اگر ان میں سے کوئی آپ کو گود لے لیتی تو ہمارا کیا بنتا۔ یہ تو ہمیں

بعد میں علم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب ننھے حضور کے دادا حضور نے میرا نام قبیلہ دیکھ سن کر بخ بخ کہتے ہوئے کیوں استقبال کیا تھا۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ بنی سعد کی دائیاں جب آئیں اور ننھے حضور کو یتیم سمجھ کر چھوڑ کر چلی گئیں تو فکر ہوئی کہ کیا ہمارے اس لخت جگر کو رشک خورشید و قمر کو کوئی دائی دودھ نہ پلائے گی تو ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا۔

إِنَّ ابْنَ امِنَةَ الْاَمِيْنِ مُحَمَّدًا

خَيْرَ الْاَنَامِ وَ خَيْرِ الْاَخْيَار

یعنی بے شک آمنہ کے لال امین و کریم محمد خیر الخلائق ہیں اور سارے اچھوں سے اچھے ہیں۔

مَا اِنَّ لَهُ غَيْرَ الْحَلِيْمَةِ مُرْضِعٌ

نَعَمْ الْاَ مِيْنَةُ هِيَ عَلَى الْاَبْرَارِ

ہاں حلیمہ کے سوا اس کی کوئی ''آیا'' نہیں ہوگی وہ ایک امین، امانت دار اور بہترین خاتون ہیں جو ابرار کی نگہداشت کرنا جانتی ہیں۔

مَامُوْنَةٌ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ فَاحِشٍ

وَنَقِيَّةُ الْاَثْوَابِ وَالْاَوْزَارِ

وہ ہر فحش عیب اور غلط کاری سے بچی ہوئی ہے۔ پاک دامن اور کردار کی مضبوط عورت ہے۔

لا تسلمنه الی سواها انه

امر و حکم جاء من جبار

ہمارے اس محبوب کو اس کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے نام امر اور حکم ہے۔

ہاتف غیبی کے اس پیغام نے ہمیں تیرے انتظار میں بے چین کر رکھا ہے جب آپ نے یہ بات بتائی تو پھر ہمیں اپنے مقدر پر مزید رشک آیا کہ یہ کہیں اور سے پہلے ہی فیصلے ہو

چکے تھے۔

میرے دل پہ ہیں نقش قدم آپ کے
مجھ گنہگار پر ہیں کرم آپ کے
چڑھتی رہتی ہے مینار پر زندگی
گرتے رہتے ہیں قدموں پہ ہم آپ کے

لگتا تھا ننھے حضور اور آپ کے رب نے ایک بدوی عورت جیسی اجنبی عورت کو اپنی بے پناہ عنایات سے رام کرلیا ہے۔ میں اکثر ننھے حضور کو اور اپنے عبداللہ اپنے بیٹے کو قریب قریب لٹاتے ہوئے کہتی یہ میرا عبداللہ ہے یہ میرے محمد ہیں۔ میری دو آنکھیں ہیں اے میرے گھر آنے والے تیری تعریفیں کرتی نہ تھکوں۔ تیرے قدم کتنے مبارک ہیں تو نے ہم بوریہ نشینوں کو سیراب کردیا ہے۔

تشریف آوری ہوئی جب سے حضور کی
نقشہ ہی کچھ عجیب میرے گھر کا ہوگیا

ابتدائی دنوں کی بات ہے اپنے مقدر اور نصیب اور ان کی نسیم بہاری کے لطف میں ڈوبی نہ جانے کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے خیالوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں لانے کے لئے ایک واقعہ ہوگیا۔

بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری گھر کے صحن میں جہاں میری دونوں آنکھیں میرا محمد اور عبداللہ میری دونوں آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے آئی میرے محمد کے قدموں کو بوسہ دیا پھر سجدہ کیا پھر سراپا عقیدت بن کھڑی ہوگئی۔ نہ جانے وہ کتنی دیر اسی عقیدت کے شیرے میں ڈوبی رہتی کہ چرواہا ادھر آنکلا اس نے پچکارا اور وہ بھاگ کر ریوڑ میں شامل ہوگئی۔ واہ ری بکری! تیری پہچان کے صدقے کہ تو نے بھی پہچان لیا۔ تیری آنکھ اور آنکھ کی بصیرت پر قربان جاؤں۔

بیان کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں

میری ایک عزیزہ قریب کی تھی اور پڑوس بھی تھا۔ایک دن کہنے لگی حلیمہ! بڑی امیر ہوگئی ہے جب سے قحط سالی ہوئی ہے، تیرے گھر میں تو ویسے بھی کبھی دیا نہیں جلا تھا اب ساری ساری رات دیا جلتا رہتا ہے اور تیرے گھر سے روشنی پھوٹ پھوٹ کر باہر نکلتی رہتی ہے۔
میں نے کہا نہیں بہن میں تو دیا نہیں جلاتی البتہ

رات کو بھی جن کے گھر تاریکیاں آتی نہیں
مانگ کر لائی ان سے جا کر ان کے گھر کی روشنی

اور جان بوجھ کر بتاتی بھی نہیں تھی کہ کوئی حسد کی آگ میں جل کر میرے محمد ﷺ کو حسد کی آگ میں نہ جلا دے۔ یہ تو ایک نور تھا جو ہر وقت آپ کے چہرے سے دمکتا رہتا تھا۔

حلیمہ کا گھرانہ خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا غریبی پر یتیمی پر
تھا ایک سادہ سے گھر میں دولت کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث

یوں تو سارا گھرانہ کیا سارا خاندان محمد ﷺ کی حیرت زا کیفیتیں دیکھ دیکھ کر فرط محبت سے جھوم جھوم جاتا تھا لیکن میری بڑی بیٹی جس کا نام انیسہ تھا وہ چھوٹی تھی لیکن سب سے زیادہ شیما ہی تھی جو انہیں اٹھاتی بہلاتی پیار کرتی چومتی سینے سے لگاتی اور پہروں اٹھائے رکھتی۔اس کا جی ہی نہ بھرتا تھا۔

چھوٹی سی عمر میں شاعری کہاں کی جا سکتی ہے لیکن محبت عمر نہیں دیکھتی اسے جو اپنے قریشی بھائی سے محبت تھی اس محبت نے اس کو شاعر بنا دیا اور اس سے لوری کی شکل میں بڑے خوبصورت اشعار کہلوا دیئے۔ وہ لوریاں دیتی دیتی اشعار پڑھتی رہتی میں بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی اور کہتی۔

يَا رَبِّ اِذ اَعْطَيْتَه فَاَبْقه
وَاَعْلَهٗ اِلَى الْعُلَا وارقه
وَاد حَض اَبَاطِيْلَ الْعِدِىٰ بِحَقه

اے پروردگار! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت دی ہے تو اسے بقا اور سلامتی بھی عطا فرما انہیں انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا اور ان کے دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو انہیں کے توسل سے کالعدم فرما۔ اور شیما اپنی دھن میں دعائیں دیتی رہتی۔

يَا رَبَّنَا اِبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتّٰى اراه يَا فَعَاو امردًا
ثُمَّه اراه سَيِّد اَوْ مسودًا
وَاَكْبِتْ اَعَادِيْهِ مَعًا طسدًا
وَاَعْطِيْهٗ عزا يَدُور اَبَدًا

اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور ایک تن آور مرد دیکھوں پھر میں انہیں اپنی قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں کہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہوں اور اے ہمارے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل اور رسوا فرما اور انہیں وہ عزتیں عطا فرما جو ابدالآباد تک قائم رہیں۔

میرا دل کہتا ہے یہ الفاظ چھوٹی سی عمر میں اس نے نہیں کہے تھے۔ وہ خالق حقیقی و مالک ہستی جو انہیں مراتب عظیم تک خود پہنچانا چاہتی تھی اس نے ہی میری بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے جو امر ہو گئے۔

پتہ نہیں یہ کھیل کب سے جاری تھا۔ پہلے تو پتہ ہی نہ چلا ایک دن رات کا وقت تھا، موسم انتہائی خوشگوار، ہم باہر صحن میں سو رہے تھے کہ محسوس ہوا جیسے ہمارے گھر کے صحن میں درخت کا سایہ جھول رہا ہے۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر میں تو ڈر سی گئی یا اللہ خیر یہ کیا ماجرا ہے۔ اچانک

میری نظر اپنے بیٹے محمد ﷺ پر پڑی پتہ نہیں وہ کب سے انگلی ہلا رہے تھے اور چودھویں کا چاند ایک کھلونا بن کر انکی انگلی کے اشارے پر کھیل کا سامان بنا ہوا تھا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

پھر تو یہ معمول بن گیا۔ پہلے تو دن کو آپ سے حیرت افروز واقعات سامنے آتے رہتے تھے۔ ہم نے رات کو کبھی غور ہی نہ کیا تھا۔ اس انکشاف نے ہماری راتیں بھی حسین تر بنا دیں۔ ہم جب بھی ان کی طرف دیکھتے ان کا چہرہ خوشی و مسرت کی کتاب کا سرورق بنا ہوا نظر آتا تھا۔ ہم دیکھتے كَانَ يَنزِلُ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ نُوْرٌ كَنُوْرِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَنْجَلِي عَنْهُ یہ روز کا معمول تھا کہ سورج کی طرح کا ایک نور ہر روز نازل ہوتا اور پھر خود ہی غائب ہو جاتا۔

چاند سورج میرے دروازے پہ پہرے دار تھے
جب میری بینائی کے حجرے میں آئے مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

حاسدوں کی نظریں ہر وقت تاڑ میں رہتی ہیں لیکن میں نے ان سے بچنے کا حل یہ نکالا کہ گھر میں دودھ وافر مقدار میں ہوتا تھا اس قریشی مہمان کے صدقے بانجھ اور خشک جانور بھی دودھ دینے لگے تھے۔ میں کبھی انیسہ کے ہاتھ کبھی شیما کے ہاتھ لوگوں کے گھروں میں بھیجتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی حارث خود بھی اڑوس پڑوس میں دودھ دے آیا کرتے تھے۔ منہ کھاتا ہے آنکھیں شرماتی ہیں اس لئے کوئی آنکھ آپ کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ بہر حال میں محتاط رہتی۔ حارث کے بھتیجے وغیرہ اور اڑوس پڑوس کے بچے اکثر ضد کر کے اٹھا لیتے کھیلنے کے لئے بہلانے کے لئے باہر لے جانے کی کوشش کرتے لیکن میں روک دیتی اور کسی کے

ساتھ گھر سے باہر نہ جانے دیتی۔

میرے خاندان کی بڑی بوڑھی عورتیں مجھے ٹوکتی تھیں کہ حلیمہ خیال کر، ہوش میں آ، تو اپنے فرض میں کوتاہی کر رہی ہے ایک تو غیر بچے سے اتنا پیار نہیں کرتے کہ جدائی کے تصور سے ہی دل کانپ جائے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں ہر سال دو سال بعد ہمیں نئے سے نیا بچہ، خوبصورت سے خوبصورت بچہ، اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے بچے مل جاتے ہیں۔ آخر سال دو سال بعد انہیں اپنے گھر واپس جانا ہوتا ہے اس لئے ان سے اتنا زیادہ پیار اچھا نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ کہ تیرے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ بچے کو گاؤں کی صاف ستھری، نکھری آب و ہوا سے متعارف کراؤ۔ ہمارے بچے اللہ انہیں سلامت رکھے کوئی برے بھی نہیں۔ ان کے میل ملاپ، کھیل کود، بات چیت میں فصاحت و بلاغت اسے ان بچوں سے ملے گی۔ بچہ باہر گلی میں کھیلے کودے گا تو اس کی جسمانی قوتیں بھی پروان چڑھیں گی۔ اس لئے قرشی بچے پر اتنی پابندیاں عائد نہ کر بلکہ اسے ذرا کھلا ماحول بھی فراہم کر۔

ان کے مشورے اپنی جگہ لیکن میرے دل کو شیما کے دل کو حارث کے دل کو محمد ﷺ نے اپنی محبت کی مٹھیوں میں ایسا بھینچ رکھا تھا کہ ایک لحہ آنکھوں سے اوجھل نہ کر سکتے تھے۔

میرا دل ان کے در پر مثل تیر جاتا ہے
بہتیرا قید کرتا ہوں بمع زنجیر جاتا ہے

یوں تو دوسرے بچے سال چھ مہینے میں جتنے پروان چڑھتے ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد ﷺ ان سے دوگنا پروان چڑھتے تھے۔ سرخ وسفید چہرہ کہ کوئی آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکے۔ چوڑا اور فراخ سینہ، بازو مضبوط، گرفت سخت، گفتگو میں ٹھہراؤ، میٹھی میٹھی باتیں، خود اعتمادی، ابھرتی پیشانی، لب نازک، پھول پنکھڑی پھول، چہرے پر وقار اور تمکنت اس مجموعی صورت حال سے بڑی بوڑھیوں ناصحات کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر آہستہ آہستہ دل پر پتھر رکھ کر باہر بھیجنے لگی لیکن دل اور نظر ہر وقت باہر ہی لگے رہتے۔ یوں لگتا ان کے انتظار

میں آنکھیں ہی باہر چوکھٹ پر رکھ آتی ہوں۔

صرف دو فقروں میں اپنا ترجمہ کرتی ہوں میں
مصطفیٰ میرے لیے اور میں برائے مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ایک دن بکریاں چرانے والے ہمارے خاندان کے لڑکے بالے جو میرے محمد ﷺ کو ساتھ لے جایا کرتے تھے گھبرائے ہوئے دوڑتے، ہانپتے، کانپتے آ پہنچے۔ زور سے دروازہ کھٹکھٹانے پر میرا دل تو دھک سے رہ گیا۔ اماں اماں محمد ﷺ قرشی بھائی کہیں گم ہو گئے اور تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے۔

میری تو جان ہی نکل گئی۔ باہر نکلی روتی دھوتی آہیں بھرتی بچے بوڑھے، لڑکے بالے میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ کبھی اس گلی میں کبھی اس گلی میں، راستے میں معبد آتا تھا۔ پروہت عبادت گاہ کا بڑا پادری بیٹھا ہے سب نے اس سے درخواست کی دعا کرو ہمارا بچہ مل جائے۔ وہ ہمیں بت خانہ میں لے گیا، گھٹنے ٹیک دیے شائد ہماری آہ و زاری سے وہ متاثر ہو گیا تھا۔ وہ بڑی لجاجت کے ساتھ بڑے بت کے حضور التجائیں کرنے لگا۔

زیں زنے فرزند طفلے گمشدہ است
نام آں کو دک محمد مصطفیٰ است
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اے میرے بت اس عورت کا بچہ گم ہو گیا ہے اور اس بچے کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

چوں محمد ﷺ گفت آں جملہ بتاں
سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

اس کے منہ سے ابھی اسم محمد ﷺ نکلا ہی تھا کہ اسی وقت سارے بت سرنگوں ہو کر سجدہ ریز ہو گئے۔ ان میں سے ایک بت بڑی فصاحت کے ساتھ بولنے لگا اس نے کہا حلیمہ!

غم مخور یا وہ نہ گردد اوزتو
بلکہ عالم یا وہ گردد اندرو

غم نہ کرو وہ تم سے کبھی گم نہیں ہوسکتا بلکہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ساری دنیا اس میں گم ہو جائے گی۔

ہم سب حیرت زدہ باہر نکلے لیکن صبر نام کی کوئی چیز میری جھولی میں نہ تھی۔ انتہائی کرب میں جہاں بکریاں چر رہی تھیں ادھر نکل گئی۔ ادھر دیکھ اُدھر دیکھ۔ اس پہاڑ کی اوٹ میں کبھی اُس پہاڑ کی اوٹ میں کہ اچانک جیسے مجھے آواز آئی حلیمہ! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھ!

میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں ساری فضا گرد و غبار سے اٹی ہوئی ہے۔ ایک بہت بڑا ہجوم ہے ایسے لگتا ہے کہ ہجوم راستے کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے اور اسے راستہ نہیں ملتا۔

ایک بچہ ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے ادھر میری طرف آؤ میں راستہ ہی تو دکھانے آیا ہوں۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ میرے محمد قرشی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ میں نے بے ساختہ پکار کر کہا اے میرے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس آؤ۔ اتنے میں ننھے حضور نے اچانک میری انگلی تھامی ہوئی مجھے کہہ رہے ہیں امی حضور! میں تو یہاں ہوں۔

میں نے اٹھایا سینے سے لگایا۔ پیشانی چومی، گال سہلائے دونوں بانہوں میں بھینچ لیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ شکر خدا ادا کرتی ہوئی گھر آ گئی۔

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جاواں کیا نیڑے کیا دوروں

شائد مجھے ننھے حضور کا قدرت نے یہ رنگ دکھانا تھا۔ اس واقعہ سے ساری بستی میں کہرام مچ گیا۔ بت خانے کے بتوں کا واقعہ تو جنگل میں آگ کی طرح پھیل گیا۔ مجھے احساس ہوا کہیں کوئی حاسد میرے بچے کو اپنے حسد کے آگ کی پھنکار سے نہ جلا دے۔ ہر وقت دعائیں مانگتی رہتی وَاَکْبِتْ اَعَادِیَهٖ مَعًا وَالْحَسَدَا۔ یا اللہ اس کے دشمنوں اور

حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر دے۔

جل جاتے ہیں جو آتش حسد جلا کر
انسان ہیں وہ لوگ یا لکڑی کا برادہ

تو ہم پرستی کی بات نہیں حقیقت ہے گھر میں خاندان میں یا بستی میں کسی کو درد ہوتا یا تکلیف۔ آپ کا ہاتھ اس کو لگاتے تو آرام آجاتا۔ پوری بستی کے ہر فرد کی نگاہیں فرط عقیدت و محبت سے جھک جاتیں تھیں لوگ کہتے جس طرف قرشی بچے کے گھر والوں کی بکریاں چرنے جاتی ہیں اپنی بکریاں بھی ادھر ہی لے جاؤ۔ اب ہماری پہچان بھی ننھے حضور ہی تھے۔ جہاں کہیں عورتوں میں، مردوں میں، چوپالوں میں، لڑکوں کی محفلوں میں کوئی بات اگر خاندان کے حوالے سے ہوتی تو لوگ کہتے بھئی وہی حارث جن کے گھر میں وہ بڑا خوبصورت سا انوکھا سا نرالا سا قرشی بچہ ہے اور ہمارے لئے یہ پہچان باعث فخر تھی۔

ہم سے گنہگاروں کو اپنا بنا لیا
ہم پر ان کی ذات کے کتنے کرم ہوئے
عزت ملی ہمیں ان کے نام سے
صدقے میں ان کی ذات کے ہم محترم ہوئے

ایک دن میں ندی سے پانی لینے چلی گئی۔ شام بھیگ چکی تھی میں نے چھاگل ندی میں رکھی تو یوں لگا جیسے ستارے اچھل اچھل کر پانی میں ڈبکیاں لینے لگے ہیں۔ جیسے نورانی بچے ہزاروں کی تعداد میں آگئے ہوں اور ندی میں ڈبکیاں لگا لگا کر نہانے لگے ہوں۔ مجھے اس دن احساس ہوا پانی ساکن نہیں ہونا چاہئے ورنہ یہ نورانی بچے اپنا پرلطف کھیل ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور یہ نور کے پتلے پھر اداس آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے۔

میری چھاگل پانی کو ہلاتی رہی اور نورانی بچے ڈبکیاں لگاتے رہے، ہنستے رہے کھیلتے رہے۔ گویا میں ان فلک زادوں کو لوریاں دیتی رہی اور وہ دوڑ دوڑ کر میری چھاگل میں داخل ہو ہو کر اسے لبالب بھرتے رہے۔

جب میں گھر آ کر چھاگل کے پانی سے اپنے محمد ﷺ کو غسل دینے لگی تو وہ سارے ستارے ان پر نثار ہونے لگے گویا میں محمد ﷺ کو پانی سے نہیں ستاروں سے غسل دیتی رہی۔ اب میری سمجھ میں آ گیا کہ فلک زادے میری چھاگل میں سمٹ آنے کو اتنے بے قرار کیوں تھے۔ آسمان اپنی ساری وسعتوں کے باوجود میری چھاگل میں کیوں سمونا چاہتا تھا۔

عبداللہ ہاں ہاں میرا عبداللہ بن حارث! اکثر بکریوں کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ ایک دن قرشی بھائی کو ساتھ لے جانے پر پھر ضد کرنے لگا اور ننھے حضور بھی ساتھ جانے کو مچل گئے میں نے دل پہ ہاتھ رکھا ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

سارا دن بکریاں چراتے رہے نہ جانے کہاں سے چند اٹھائی گیرے وہاں آ نکلے اور بکریوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ بکریوں کے ساتھ بچے ہی تو تھے دوسرے بچے تو بھاگ کر چور چور کہتے ہوئے بستی میں آ گئے اور بڑوں کو مدد کے لئے بلانے لگے۔

ننھے حضور نہ بھاگے نہ خوف زدہ ہوئے۔ مجھے انہوں نے بعد میں گھر آ کر ساری باتیں بتائیں۔ کہنے لگے اماں! میں ان سے باتیں کرنے لگا۔

آپ ہماری بکریاں کیوں چھین رہے ہیں؟

بس ویسے ہی۔

آپ ان کا دودھ دوہنا چاہتے ہیں تو میں دودھ دوھ کر آپ کو پلاتا ہوں۔

بچے ہم کسی کی مہمانی قبول نہیں کرتے۔

تو کیا آپ کے ہاں بھی کوئی مہمان کبھی نہیں آیا۔

مہمان تو ہمارے گھر بھی آتے ہیں۔

میں نے کہا یہ بکریاں تو ہمارے ساتھ ہی آتی ہیں اور ہمارے ساتھ ہی جاتی ہیں اگر آپ کو بکریوں کی بہت ضرورت ہے تو بتائیں کتنی بکریاں آپ کے گھر چھوڑ آؤں آپ کے مہمان بھی بنیں گے۔

انہی باتوں میں مصروف تھے کہ گاؤں کے لوگ لاٹھیاں کلہاڑیاں اور نیزے بھالے

لیے پہنچ گئے اور انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ گھیرا تنگ کرتے کرتے ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے وہ ان کو مارنے لگے تو میں نے روک دیا اور لوگوں کی طرف سے ملنے والی سزا سے بچا لیا۔

سنا ہے ان چوروں میں سے ایک چور بڑھاپے کے عالم میں آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ پر ایمان لایا اور آپ کے بچپن کا واقعہ یاد کر کے سنانے لگا تو سرکار ﷺ نے فرمایا ہاں! اس وقت میں نے تمہیں دنیا کی سزا سے بچایا تھا اب میں تمہیں جہنم کی سزا سے بچا رہا ہوں۔

ڈوبا تو نکالا ہے پھسلا تو سنبھالا ہے
میں بھول نہیں سکتا احسان محمد ﷺ کا

یوں تو ہم سب کچھ ایسے سرشار رہتے تھے کہ ہر وقت قریشی بیٹے کی باتوں میں، کاموں میں، غیر معمولی حالات و کیفیات میں اور ان کے سحر میں ڈوبے رہتے تھے۔ لیکن میری شیما پر تو واقعی ہر وقت ایک کیف طاری رہتا اور ہر وقت ایک دعا اس کے لبوں پر سجی رہتی یَا رَبِّ وَاعْطِهٗ عِزًّا یَدُوْمُ دَائِمًا۔ اے میرے رب! انہیں وہ عزت عطا فرما جو تا بہ ابد قائم و دائم ہو۔ یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنی سادگی میں دعا مانگے اے اللہ سورج کو چاند بنا دے۔ بھلا جو خود ساری دنیا کو عزت بانٹنے آئے ہوں ان کو عزت کی دعا کیا دینا لیکن بھکاری نے تو صرف مانگنا ہے وہ صرف مانگتا رہتا ہے۔

آپ ہی کے نام سے عزت کمائی رات دن
عزتوں کی آپ ہی کے ہاتھ میں دستار ہے
کون ہے جو اس طرح بنتا ہو سب کا آسرا
مجھ کو بھی بس آپ ہی کا آستاں درکار ہے

بیگانی چیز تو پھر بیگانی ہوتی ہے نہ جانے قدرت نے ہمارا مقدر کیسا بنایا ہے ہمارے جسم کا خون جو کسی کی ماں بننے کی خوشی میں دودھ بن جاتا ہے دو سال مسلسل اسے پلایا جاتا ہے۔

جس کی پیشانی، ماتھا، گلاب ہونٹ، رخسار چوم چوم جیتی رہی اس کی وہ باتیں جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا سمجھتی رہی اور پوری کرتی رہی۔

ایک دن ایسا طلوع ہوتا ہے کہ ان ساری محبتوں، چاہتوں، الفتوں، قربانیوں کو چند ٹکوں پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ جگر کا خون دے دے کر پالے بچے کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو، گھر بھر کی رونق کو، شیما کی لوریوں کے مرکز کو، میرے اندھے گھر کے چراغ کو، دودھ کی بہار کو، دل کے چین کو، قرار کو، ننھے حضور کو انتہائی پژمردگی کے ساتھ ٹوٹے دل کے ساتھ شہر مکہ چھوڑنے جا رہے تھے۔ بات کچھ بھی نہ تھی پھر بھی حارث مجھ سے الجھا ہوا اور میں اس سے بگڑی ہوئی۔ ایک اداسی تھی۔ اداسی، جو ہم سب پر طاری تھی اور ہم شہر مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ بالکل ایسے جیسے پہلے دن ہم محمد ﷺ کو جھولی لینے جا رہے تھے۔ اس قافلہ میں صرف ایک محمد ﷺ تھے جو بہت خوش تھے۔ اماں حضور کے حضور حاضر ہونے کی خوشی میں۔ انتہائی شفیق دادا جان کے حضور حاضری دینے کی خوشی میں اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے لیکن شائد انہیں جواب میں وہ جواب نہ ملتا تھا جو ایسے میں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی وہ ننھی سی جان یہ محسوس کر کے دل مسوس کر رہ جاتی لیکن ہم پر تو مردنی چھائی ہوئی تھی ان کی جدائی کی۔

ہمارے قافلے کی اطلاع مکے پہنچ چکی تھی۔ ننھے حضور میرے محمد ﷺ اللہ ان کو سلامت رکھے ان کے دادا جان حضرت عبدالمطلب اپنے لاڈلے ہونہار، انوکھے، نرالے پوتے کو لینے کے لئے شہر سے ایک منزل باہر تشریف لا چکے تھے۔ جونہی ہمارے قافلے میں شریک سواریوں کے قدموں سے اٹھنے والی دھول اور گرد و غبار فضا میں بکھرتا نظر آیا تو استقبال کرنے والوں کے جذبات بھی امنڈ آئے۔ ہمارا بڑا خوبصورت استقبال کیا گیا۔ اپنے اپنے بچے والدین نے لے لئے، اٹھائے منہ سر چوما پیار کیا اور اٹھا کر لے گئے۔

آپ نے کبھی دیکھا ہوگا ماں باپ جب بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں تو بیٹیوں کی رخصتی کا عالم عجیب ہوتا ہے۔ ماں باپ خوش بھی ہوتے ہیں رو بھی رہے ہوتے ہیں۔ فرض سے سرخرو ہونے پر خوش اور جگر کے ٹکڑے کے جدا ہونے پر غم زدہ۔ ہماری غمزدگی کا عالم تو اس سے

ہزاروں درجہ زیادہ تھا۔کون جانے محمد ﷺ سا بیٹا جدا ہونے پر ہمارا حال کیا ہوا ہوگا۔

چند دن تو اسی طرح خوشی و مسرت کی بہاروں میں گزر گئے۔ایک دن میں نے موقع تلاش کر کے بہانہ بنا کر بات بنائی میں نے آمنہ بی سے عرض کیا بہن سچ پوچھو تو میرا جی نہیں کرتا کہ ننھے حضور کو چھوڑ کر جاؤں۔مکے کی آب و ہوا کچھ بہتر نہیں کہیں ایسا نہ ہو ننھے حضور بیمار ہو جائیں اگر اجازت ہو تو ان کو ساتھ واپس لے جاؤں؟

بڑے لوگوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔شائد وہ میرے جذبات پڑھ گئیں تھیں ورنہ ایسا بیٹا کون دوبارہ کسی کو دیتا ہے۔ارشاد ہوا حلیمہ میں بھی سوچ رہی تھی کہ مکے کی فضا درست نہیں تم ابھی کچھ عرصہ کے لئے محمد ﷺ کو ساتھ واپس لے جاؤ۔

میرے دل کی چوری پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے ایسا کہہ دیا ورنہ اتنے پیارے اللہ کے گھر کی فضا کو کیا ہو گیا تھا۔میں نے بھی موقع غنیمت جانا مجھے جیسے چین سا آ گیا۔ جیسے میرے زخم پر آپ نے مرہم رکھ دیا۔فرط جذبات میں آپ کو اٹھائے سینے سے چمٹا لیا اور خوب بھینچ لیا بہن آمنہ دیکھ رہی تھیں مسکرا کے رہ گئیں۔

واپسی کی تیاری شروع ہوگئی میری دوسری ہم قبیلہ عورتوں نے پھر نئے بچے اپنی گود لے لئے۔

اے میرے ہمدمو کہو! سچ سچ کہو میری گود خالی تھی۔میری گود ہی نہیں میرا دل، میری آنکھیں، میرا جی، میرا گھر، میرا صحن، میرے خاوند حارث کا دل، میری شیما کی آنکھیں، اداس باہیں جن سے آپ کو بہلایا کرتی تھی، میرے بیٹے کی زندگی کے تمام لمحات سب کچھ ہی تو بھر گیا تھا۔حارث کی اونٹنی، میری سبز گدھی شائد پھر بیمار ہو جاتے، لاغر ہو جاتے، کمزور ہو جاتے، ان کا دودھ خشک ہو جاتا۔ان کو تیزی سے بھاگنا دوڑنا سب سے آگے نکل جانا سب بھول جاتا۔ہم پھر سب سے پیچھے رہ جاتے۔ہم مفلس اور قلاش ہو جاتے۔ہمارے پلے کچھ نہ رہتا۔خدا کا شکر ہماری پھر سے قسمت جاگ اٹھی۔

ہمارے گھر کی رونقیں لوٹ آئیں۔میرے گھر کے سارے کمرے پھر سے روشن

ہو گئے۔ میری بکریاں پھر سے شادکام ہو گئیں۔ ان کے دودھ دان، تھن پھر سے بھر گئے۔ بکریوں کے لئے کھیت پھر سے لہلہانے لگے۔ مبارکبادیاں بھی مل رہی تھیں اور کچھ ناصح بن کر مجھے سمجھا بھی رہیں تھیں۔ حلیمہ ہوش میں آؤ کب تک اس بچے کو اپنے پاس رکھ سکو گی۔ کب تک اس کی بلائیں لیتی رہو گی۔ اس پرائے مال سے کب تک دل کو بہلاتی رہو گی لیکن مجھ پر کسی ناصح کی نصیحت کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔

میرے گھر کی زندگی پھر معمول پر آ گئی۔ رونقیں بحال ہو گئیں۔ چاند میرے گھر میں اترنے لگے، قہقہے اچھلنے لگے۔ دودھ سے گاگریں بھرنے لگیں۔ شیما اس کی بہن اس کا بھائی عبداللہ اور خود محمد ﷺ کی عقل وفراست بھری باتیں معمول پر آ گئیں اور ہم نہال ہو گئے۔

مسرتوں کے دن، بہاروں کے موسم کتنے بھی طویل ہوں ایک پل میں گزر جاتے ہیں۔ دو سال ایسے گزر گئے جیسے جھونکا ہوا کا۔ ادھر اُدھر چلا گیا ہو۔ کل کی خبر کسے ہے میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس بچے کے لئے ہم کیوں دل دے بیٹھے ہیں اس کو ستارے کیوں جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ بکریاں اسے کیوں سجدے کرتی ہیں۔ چاند کیوں اس کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ بغیر دیا جلائے ہمارا گھر کیوں روشن رہتا ہے۔ یہ بہاروں پر بہاریں کیوں نثار ہوتی ہیں۔

ایک دن ایسا ہوا۔ خوفناک اور افسوس ناک حادثہ۔ چراگاہ سے بچے بھاگم بھاگ آئے سانس پھولا ہوا، جلدی اور خوف میں ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ اماں اماں ہمارے قریشی بھائی کو قریشی بھائی کو ہاں ہاں دو آدمی پکڑ کر لے گئے۔ ان کو لٹا لیا ان کے پیٹ...... میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ میرے مالک میرے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ ان کے پیٹ کو چاک کر دیا۔ مجھے کچھ سوجھتا نہ تھا بے ساختہ جنگل کی طرف بھاگ نکلی دو آدمی، قریشی بھائی، پکڑنا لٹانا، پیٹ چاک کرنا، یاالٰہی خیر۔ دشمنوں کے منہ میں خاک۔

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ الٰہی یہ صدمہ کسی کو نصیب نہ ہو۔ میں بھاگی جا رہی تھی اور بچے بھی لیکن جب بکریوں کے ریوڑ کے پاس پہنچی تو میرے محمد ﷺ صحیح سلامت کھڑے

تھے۔لیکن کچھ سہمے سہمے۔جب قریب ہوئی میں نے بانہیں پھیلا دیں اوروہ میرے ساتھ آ کرمیرے سینے کے ساتھ چمٹ گئے۔

جیسے ٹھنڈ پڑ گئی۔منہ سر چوما۔پوچھا بیٹے کیا ہوا۔کہنے لگے دوسفید پوش آئے تھے انہوں نے مجھے لٹایا میرا سینہ چاک کیا اندر سے دل نکالا نہ جانے کیا کیا پھر سینے میں دل رکھ کر سینہ ٹھیک کر دیا۔

میں گھبرا گئی کہیں ہوائی چیزوں کا اثر نہ ہو۔بس فوراً دل میں فیصلہ کرلیا اب دیر نہیں کرنی چاہئے بیگانہ مال ہے واپس کر دینا چاہئے کہیں کوئی ایسا ویسا واقعہ نہ ہو جائے۔

پوری بستی میں دھوم مچ گئی کہ قریشی بچے کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے۔دوسفید پوش آئے انہوں نے لٹایا، سینہ چیرا دل نکالا دھویا کچھ نکال کر باہر پھینکا، پھر دل سینے میں رکھ دیا سینہ ٹھیک کر دیا اور سینے پر کوئی زخم کا نشان بھی نہیں۔پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے عجیب بچہ ہے اس کا ہر رنگ ہی انوکھا نرالا ہے۔بت خانے جاتا نہیں جاتا ہے تو بت قدموں پر گر جاتے ہیں۔جھوٹ بولتا نہیں بولنے بھی نہیں دیتا۔اس کے گھر والوں کا بھی رنگ بدل گیا ہے۔غربت تھی شان بے نیازی نے اپنا رنگ جما دیا ہے۔جس صحرا میں جاتا ہے خشک اور بنجر زمین سبزہ زار بن جاتی ہے۔اس کے کھیل بھی انوکھے اس کی باتیں بھی نرالی۔اب یہ واقعہ کوئی معمولی بات نہیں لگتا کوئی مستقبل کا روشن ستارا بن کر ابھرے گا۔

حارث اور شیما میں اور عبداللہ ہم سب گھبرا گئے تھے۔دل ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ہم سب بجھ کر رہ گئے اے خدا! یہ کیا ماجرا ہے۔قافلہ پھر مکے کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔فوراً سامان تیار کیا اور چل پڑے۔ہمارے اس قافلہ کی مکے خبر نہ ہو سکی ورنہ یقیناً کوئی تو استقبال کو آتا۔ہم مکے پہنچے تو گھر والے حیران ہو گئے اور پریشان بھی۔سیدہ آمنہ نے مجھ سے بار بار پوچھا حلیمہ سچ سچ بتاؤ اتنے چاؤ کے ساتھ تم ساتھ لے کر گئی تھی خود بخود بغیر اطلاع واپس کیوں آ گئی ہو۔پہلے تو ڈرتے ڈرتے بات ٹالتی رہی آخر ان کے اصرار پر سارا واقعہ سنا دیا۔

تو سیدہ آمنہ کو شائد خبر تھی۔ مجھے تو ان کے اعتماد پر حیرت ہوئی۔ اس پر کسی پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگیں حلیمہ! فکر نہ کر میرے لعل کو کچھ نہیں ہوگا ان پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی حلیمہ۔

غم مخور یاوہ نہ گردد اوز تو
بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

غم زدہ نہ ہو یہ بچہ کبھی ضائع نہ ہوگا کبھی گم نہ ہوگا بلکہ ساری کائنات سارا جہان ساری دنیا اس کے اندر آ کر گم ہو جائے گی۔

میں نے امانت ان کے اہل کے سپرد کر دی تو جیسے قرار آ گیا سکون مل گیا جیسے کسی نے میرے دل پر مرہم رکھ دیا۔ میرے مالک تیرا شکر یہ اس امانت میں مجھ سے کوئی خیانت نہ ہوئی۔ شائد اب بچھڑتے ہوئے بھی میرا وہی حال ہوتا جو پہلی دفعہ ہوا تھا لیکن اب کے ایسا نہ ہوا بلکہ امانت اہل کے سپرد کر دینے پر سکون مل گیا۔ ویسے مجھے ایک نشہ سا تھا کہ میں ایک عظیم شخص کی ماں ہوں۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا ہے یہ نشہ بھی کچھ دیر بعد اتر گیا۔ ہر وقت ایک آواز آنے لگی اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ایک آواز بس ایک ہی آواز۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالا ہے
ہم کہتے ہیں تجھ کو حلیمہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالا ہے

محمد ہمارے بڑی شان والے ﷺ

اگر کوئی ماں اپنے بچے کا نام جمیل رکھ لے یعنی خوبصورت تو رکھ لے کسی کو کیا اعتراض وہ ہر وقت اسے اسی پیارے نام سے پکار کر اپنی ماں کو سکون پہنچا لے سبحان اللہ۔ اللہ کرے وہ ہو بھی خوبصورت، حسین و جمیل جبکہ ضروری نہیں کہ جس کا نام جمیل رکھا گیا ہے وہ جمیل بھی ہو لیکن اگر ہو بھی تو اس کا کون سا عضو حسین ہوگا، اس کی کون سی ادا حسین ہوگی، سر یا اس کے بال، آنکھ یا ابرو، کان یا بنی، لب نازک یا ٹھوڑی، رخسار یا بھنویں، ہاتھوں کی انگلیاں یا مضبوط کلائی، پاؤں یا قدموں کا ٹھہراؤ، راست قدمی یا ثابت قدمی، سوچ اور فکر، زاویہ نگاہ یا دور بینی و دور اندیشی، گفتگو میں ٹھہراؤ یا بات کی پختگی، غرض کوئی ایسا شخص جس کا نام جمیل ہو، حسین ہو، شکیل ہو اور وہ بہر انداز اسم با مسمیٰ ہو، قادر مطلق نے، اس دنیا کو حسین سے حسین تر بنایا، کانٹے کم، پھول زیادہ، ہو سکتا ہے اس کی تخلیق میں ہر حسین سے بڑھ کو کوئی حسین ہو وہ صرف اپنی ماں کی آنکھ کا تارا نہ ہو بلکہ ایک مخلوق خدا اس کے حضور نقد دل کا نذرانہ پیش کرتی ہو، آنکھیں فرش راہ کرتی ہو، گھنٹوں اس کے انتظار میں رہتی ہو۔

لیکن میرے ممدوح جیسا کوئی کیا ممدوح ہوگا کہ جس کا نام مبارک اسم ہمایوں محمد ﷺ رکھا گیا۔

زہے تاثیر ان کا نام نامی جب لیا جائے
زباں کو لازماً صل علیٰ کہنا ہی پڑتا ہے

آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ گویا ایسی ذات گرامی اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدً ا بَعْدَ حَمْدٍ یعنی جس کی تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے اور نہ تعریف مکمل ہو نہ جی بھرے نہ دل بھرے۔

آپ کی خاطر تارے خود ہی جھک آتے ہیں
ورنہ ہم کب تارے توڑ کے لا سکتے ہیں

میرے ممدوح۔ سبحان اللہ۔ ان کا نام ہی زبان پر آئے تو ہر ناطق کا نطق ہر بار، بار بار زبان کے، لبوں کے، بوسے لے، لب لذت سے بار بار باہم چپک جاتے ہیں دنیا میں جس جس نے بھی اس نام کی نسبت سے اپنے بیٹے کا نام رکھا، محترم ہوا، مکرم ہوا، محتشم ہوا، کل روز محشر جب خالق کائنات کے حضور اس حسین نام والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر سجدے میں رکھ دیں گے اور سجدے کو خوب طول دیں گے طویل انتظار کے بعد وہ بے نیاز رب خود ہی فرمائے گا۔ اِرْفَعْ رَا سَکَ یاَمحمد۔ سل توتی، ا شفع تشفع، اے محبوب! اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو کیا مانگتے ہو دیا جائے گا جس کی سفارش کرنی ہے کرو قبول کی جائے گی۔

جب قادر مطلق اِرْفَعْ راسَکَ یاَ محمد کہہ کر پکارے گا تو دنیا میں جس جس کا نام بھی محمد رہا ہوگا وہ سب اٹھ کھڑے ہونگے کہ شاید مجھے نام لے کر پکارا ہے اللہ رب العزت اس ادائے سادگی پر خوش ہو کر فرمائے گا پکارا تو میں نے اپنے محبوب کو تھا چلو اس نام کے تصدق سے تم سب کو عزتوں سے نوازتے ہیں۔

بار بار تعریف تو اس کی جاتی ہے جو واقعۃً قابل تعریف ہو اگر کوئی اس کی تعریف پر تعریف کئے جائے جس میں ہزار عیب ہوں تو دنیا یا تو بیزار ہو جائے گی یا چاپلوسی کا طعنہ دے گی، خوشامدی کہے گی۔

بار بار اس کی تعریف کی جاتی ہے جس کی تعریف سن کر غیر بھی کہے واقعی یہ موصوف اس تعریف کا سزاوار ہے، تعریف کے قابل ہے، تعریف کا مستحق ہے، ہاں میرا ممدوح واقعۃً ایسا کہ وہ سرتاپا یعنی اس کا سارا سراپا قابل تعریف۔

ہاں! ان کا نام بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی ذات بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی صفات بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی سیرت بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی صورت بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی آنکھ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی بینی بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کے بال بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان کی پیشانی بھی محمد

ﷺ۔ آپ کے لب محمد ﷺ۔ دندان مبارک محمد ﷺ۔ انگلی محمد ﷺ۔ انگلی کا ہر اشارہ محمد ﷺ انگلی کی ہر ادا محمد ﷺ۔ زبان محمد ﷺ۔ زبان سے نکلا ہر ہر لفظ محمد ﷺ۔ سینہ بے کینہ محمد ﷺ۔ سینے کے اندر چھپا ہوا ہر راز محمد ﷺ۔ لب محمد ﷺ۔ منہ محمد ﷺ۔ منہ کے اندر کا لعاب اور تھوک محمد ﷺ۔ ان کا جاگنا محمد ﷺ۔ سونا محمد ﷺ۔ چلنا محمد ﷺ۔ ٹھہرنا محمد ﷺ۔ تبسم محمد ﷺ۔ رونا محمد ﷺ۔ غرض ہر عضو محمد ﷺ اور ہر عضو کی ہر ادا محمد ﷺ۔

نام

آپ کا نام بھی محمد ﷺ۔ بے نقطہ ہر حرف نقطے سے پاک ایسا پاک کہ کوئی نام پر بھی نکتہ چینی نہ کرے نام ایسا کہ شخصیت کی بھرپور عکاسی کرے ایسا محترم کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق بھی بغیر القابات کے نہ لے اور نہ ہی کسی کو نام لے کر بلانے دے تمام بنی نوع انسان کے باپ کو، میری ساری نسلیں ان پر قربان۔ یٰآدَمُ اسْکُنْ کہہ کر پکارے حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی عظمتوں کے تاجور لیکن ان کو بھی یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا یعنی اے نوح ہمارے سلام کے ساتھ کشتی سے اتر، کہہ کر بلائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام سلام ہو اس عظیم انسان پر ان کو بھی یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ اے زکریا ہم آپ کو ایک بیٹے کی خوشخبری سناتے ہیں، کہہ کر بلائے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جن کے نام جیسا ان سے پہلے کسی کا نام نہ ہوا ان کو یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، کہہ کر بلائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انتہائی لاڈلے بلا واسطہ ہمکلامی کا شرف پانے والے نبی کو بھی یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ۔ کہ اے موسیٰ میں تمہیں تمام انسانوں میں چننے والا ہوں، کہہ کر بلائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان ہر آزمائش میں پورے اترنے والے، نمرودی آگ کی قربان گاہ پر بے خطر کود پڑنے والے، اپنے لخت جگر بڑھاپے اور بوڑھی وکمزور ہڈیوں میں ان کے مشن تبلیغ توحید میں برابر کے شریک بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر خود اپنے ہاتھ سے چھری پھیر دینے والے کو بھی بلایا تو فرمایا۔ یٰٓاِبْرٰهِیْمُ قَدْ

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا۔ اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا۔

لیکن میرے ممدوح ﷺ کو پورے قرآن پاک میں کہیں بھی ایک بار بھی نام لے کر نہیں بلایا حسین لوگوں کے حسین القابات آپ کو بھی حسین القابات کے ساتھ یاد فرمایا۔ یا ایھا المرسول۔ اے عظیم الشان رسول یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ۔ اے عظمتوں کے تاجور نبی یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ اے کالی کملی اوڑھ کر محوِ خواب محبوب یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔ اے سفید تقدس مآب چادر اوڑھ کر محوِ آرام مطلوب طٰہٰ، یٰسٓ وغیرہ وغیرہ اور کسی کو نام لے کر پکارنے بھی نہ دے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝

"اے ایمان والو! میرے اس عظمتوں اور رفعتوں والے نبی کے حضور بیٹھو تو ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کر بیٹھنا اور باتوں باتوں میں آپ کو کہیں عامیانہ سے انداز میں بلانا شروع نہ کر دینا جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری اس دانستہ یا نادانی میں کی ہوئی غلطی کی سزا میں تمہاری ساری زندگی کی نیکیاں ساری زندگی کی کمائی مکمل طور پر حرف غلط کی طرح مٹا دی جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

بے ادبی تو صرف ایک بار ہے جبکہ دیگر گناہوں کا یہ عالم ہے کہ ایک گناہ کا نتیجہ ایک گناہ ہی ہوتا ہے اور ایک نیک عمل کا نتیجہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے مگر یہاں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کی ایک بے ادبی ایک گناہ نہیں مکمل طور پر ایمان اور عمل کو تباہ کر دینے والا ہے زندگی بھر کے بے حد و عد اعمال نیک میں سے کچھ بھی نہیں بچتا، وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ اس شخص نے ایک بار بے ادبی کر کے اس جان ایمان و عمل ﷺ کی ذات کے ساتھ اپنی محبت، عقیدت، عشق اور پیار کی نفی کر دی اور جس ستون پر ایمان و عمل کی عمارت کھڑی تھی وہ ستون ہی گرا دیا اور یوں آپ سے دور ہو گیا جب وہ ستون ہی گر گیا جس پر ساری عمارت کھڑی تھی وہ ہی گر گئی وہ نسبت ہی ٹوٹ گئی تو وہ تعلق ہی ختم ہو گیا تو آپ ﷺ کی ذات گرامی سے حاصل کردہ عمل صالح کے رشتے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے ہم

اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر معاذ اللہ! ایک بار بارگاہ رسالت میں بے ادبی ہو جائے تو اعمال و عبادات میں سے دس بیس یا پچاس فیصد حصہ تباہ نہیں ہوتا بلکہ زندگی بھر کے تمام اعمال تمام ادا کیے ہوئے فرائض تمام سنتیں اور نوافل سو فیصد تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

میں نے یہ اپنے بڑوں سے سنا ہے
کہ صرف ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

پتہ نہیں نام رکھنے یا رکھانے والے نے اس نام میں کیا تاثیر رکھ دی ہے۔ کہتے ہیں شہد سے میٹھا محمد ﷺ نام حضرت عبدالمطلب آپ کے پیارے دادا جان سے کسی نے پوچھا عرب کی دنیا میں ایسے نام رکھنے کا رواج نہیں آپ نے یہ نام کیوں رکھا؟ آپ جواب دیتے ہوئے اصل بات تو گول کر گئے کہ مجھے ہاتف غیبی نے یہ نام رکھنے پر آمادہ کیا ہے البتہ اپنی چاہت کا اظہار ضرور کر دیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس بچے کی رہتی دنیا تک تعریف ہوتی رہے لہذا اب تک ہو رہی ہے اور نہ صرف رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی بلکہ دوسری دنیا میں بھی تو ڈنکا اسی نام والے کا بجے گا۔

اس نام کا ہر حرف معنویت رکھتا ہے ''میم'' ہر دُکھ کا مداوا کرتی ہے ''ح'' ہر بیچارے کا چارہ کرتی ہے، دوسری ''میم'' ہر یتیم کا ملجاو ماویٰ بنتی ہے۔ اور ''دال'' دوزخ سے بچا کر فردوس کا پیغام دیتی ہے یا یوں کہہ لیں ''میم'' توحید کی مئے پلاتی ہے، ''ح'' کا کام حق سے ملانا ہے۔ دوسری ''میم'' مراد دلاتی ہے اور ''دال'' درد و آلام کو دور کرتی ہے۔ اہل محبت نے یوں بھی ترجمانی کی ہے کہ ''میم'' سے وہ رب العالمین کے محبوب ہوتے ہیں ''ح'' سے عجم و عرب کے حاکم بنتے ہیں، دوسری ''میم'' سے ساری کائنات کے مالک بنتے ہیں اور ''دال'' سے دونوں جہان کے داتا بن کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کا جود و کرم بہت عام ہے ہم اس کی ترجمانی یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ''میم'' محبت کی مئے پلاتی ہے ''ح'' حق کا جام پلاتی ہے دوسری ''میم'' بھرپور مست کرتی ہے اور ''دال'' سے ہر بندۂ مومن کے دل میں حسین و دلفریب یاد بن کر سما جاتی ہے۔

محمد ﷺ نام سبحان اللہ کیا خوبصورت نام انتہائی محبوب نام اور جس ذات کا نام ہے وہ نام سے محبوب تر، اسم اور مسمّٰی دونوں کی یکجائی، ذہنوں میں، فکروں میں، خیالوں میں اور جان میں رس گھول دے خوابوں کو سہانا کر دے روں روں میں چاشنی بھر دے زبان کی کڑواہٹ ختم، رویے کی تلخی کافور، بیماریاں دور، تنہائیاں عنقاء، سکون، چین، راحت کی رو، بھینی بھینی یادوں کی خوشبو۔ سبحان اللہ۔

آپ کا نام جب ورد زباں ہوتا ہے
بھول جا تا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

ایک شخص کا نام محمد ﷺ نہیں پورے جسم کا نام محمد ﷺ ایک ایک بال، ایک ایک جوڑ، ایک ایک عضو کا نام محمد ﷺ ہر ادا کا نام محمد ﷺ کیونکہ ہر بال انوکھا ہر جوڑ کی کیفیت نرالی، ہر عضو کی تاثیر مختلف، ہر ادا پہ مر مٹنے کو جی کرے۔

آنکھ محمد ﷺ

جس شخص کا نام جمیل ہے وہ اگر واقعۃً جمیل بھی ہو اس کی ہر ادا جمیل ہو اس کی آنکھ جمیل ہو، مدھ بھری آنکھ، شربتی آنکھ، ہرن کی آنکھ، ایسی حسین آنکھ کہ جس کے ایک ایک اشارہ ابرو پہ ہزاروں کے دل جاتے ہوں انتہائی حسین آنکھ کہ کوئی دیکھے تو قربان ہو جائے۔

لیکن وہ اتنی حسین آنکھ ہوتے ہوئے بھی ایک نقص ایک عیب کی حامل ضرور ہوگی کہ وہ صرف سامنے دیکھ سکے گی اپنے پیچھے نہیں دیکھ سکے گی ہر آنکھ میں یہ عیب ہے اس لئے کسی عیب دار آنکھ کو جمیل نہیں کہ سکتے البتہ میرے ممدوح کی آنکھ بھی چونکہ محمد ﷺ ہے بے عیب ہے بے نقص ہے اس لئے قدرت نے اس آنکھ میں یہ عیب نہیں رہنے دیا بلکہ جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے ایسے ہی اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

صداقتوں کے امین ﷺ کے ریزہ خواروں میں ایک سچے انسان حضرت انس کی زبانی یہ بات مجھ تک پہنچی رضی اللہ عنہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ سرکار نے خود فرمایا، اَیُّھَا النَّاس۔ اے لوگو! اِنِّیْ اَمَامُکُمْ۔ میں تمہارا امام ہوتا ہوں۔ وَلَا بِالْقِیَامِ وَلَا بِالَا

نصراف اور نہ قیام میں اور نہ نماز ختم کرنے میں مجھ سے آگے بڑھا کرو۔ فَاِنِّیْ اَرٰئکُمْ اَمَا مِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ۔ میں تمہیں جب تم میرے سامنے ہوتے ہو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں، اور جب تم میرے پیچھے ہوتے ہو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں یعنی میری آنکھوں سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہے اور نہ میرے پیچھے کوئی چیز چھپی ہوتی ہے۔

آپ کے حضور خوشہ چینی کرنے والے ایک اور بزرگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سرکار حبیب کردگار۔ سید الابرار ﷺ نے ارشاد فرمایا هَلْ تَرُوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا۔ کیا تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو فَوَاللّٰہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قسم مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْ عُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ مجھ سے تمہاری دلی کیفیات خشوع وخضوع چھپا ہوتا ہے اور نہ رکوع۔ اِنِّیْ لَاَرٰئکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ۔ میں بخدا تمہیں اپنے پیچھے ہوتے ہوئے بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

آنکھ کتنی بھی حسین ہو اس میں ایک اور نقص بھی رہ جاتا ہے کہ وہ صرف دیوار تک دیکھ سکتی ہے دیوار کے آگے نہیں دیکھ سکتی شاید یہی وجہ تھی کہ ایک صاحب گھر میں بیٹھے تھے اپنی بیوی سے کہنے لگے بھلئے یہ تو بتاؤ! اس دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس نے کہا سرتاج! مجھے کیا خبر کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے، بیٹے سے پوچھا! اس نے بھی یہی جواب دیا، بیٹی سے پوچھنے پر بھی یہی جواب ملا، اب تو عادت بن گئی، تجسس بڑھ گیا اس سے پوچھ، اس سے پوچھ، شاید کسی کو خبر ہو کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے جب ہر طرف سے لاعلمی کا اظہار ہوا تو کہنے لگا معلوم ہوا دیوار پیچھے کا کسی کو بھی کوئی علم نہیں۔

میں نے کہا جناب! یہ تو ایسا ہی ہوا کہ ایک روز میں اپنی عینک اپنے گھر چھوڑ آیا دیوار پر ایک اشتہار لگا دیکھا پاس سے گذرنے والے سے میں نے پوچھا، بھئی! اس اشتہار پر کیا لکھا ہے تو اس نے ایک نظر اشتہار پر ڈالی اور ایک نظر اس نے مجھ پر ڈالی اور کہنے لگا مولوی صاحب! مجھے بھی آپ کی طرح کچھ نہیں آتا اس کی سادگی یا حماقت پر مجھے ہنسی آگئی۔

اسی طرح ان صاحب نے بھی اپنے اردگرد کے ماحول کے لوگوں کی لاعلمی کا یہ نتیجہ

نکالا کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے دیوار پیچھے کا علم ہو حالانکہ ہزاروں ایسے ہیں جنہیں دیوار پیچھے نہیں بلکہ پہاڑ پیچھے کا بھی علم ہے سینکڑوں ہزاروں میل دور مسافت بھی ان کیلئے حجاب نہیں بنتی آج تو ریڈار کی آنکھ بہت دور تک دیکھ کر بتا دیتی ہے مجاہدو ہوشیار ہو جاؤ اور مجاہد اس آنکھ پر اعتبار کر کے اپنے دفاع کیلئے مستعد ہو جاتے ہیں ریڈار کو یہ آنکھ کس نے دی ہے کیا اس ریڈار کے بنانے والا خود اندھا ہوگا نہیں بھائی ایسا نہیں اور ہرگز ایسا نہیں۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملک اور تمام شہر اس طرح دیکھ لئے ہیں جیسے میرے ہاتھ پہ رکھا ہوا رائی کا دانہ، رائی کا ایک چھوٹا سا حقیر سا دانہ کیا حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس ساری کائنات کی حیثیت بھی اتنی سی ہے۔

عبادلہ اربعہ یعنی وہ چار عبداللہ نامی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی ہیں اور ان کی ثقاہت مسلم ہے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود ایک گواہ کی حیثیت سے واقعہ کی گواہی دیتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بحیثیت امیر المومنین جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اچانک ان کی نظر نو سو میل کے فاصلے پر ایک مجاہد سپہ سالار پر جا پڑی جس کے پیچھے سے دشمن حملہ آور ہونے والا تھا آپ نے دوران خطبہ بلند آواز سے پکارا "یا ساریۃ الی الجبل" اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھ!

آپ فرماتے ہیں میں خود اس خطبہ میں موجود تھا ایک ماہ بعد وہاں سے قاصد فتح و نصرت کی خوشخبری لے کر آیا تو اس نے بتایا کہ عین میدان جنگ میں ایک آواز نے ہمیں چونکا دیا کہ ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو اگر یہ آواز نہ آتی اور ہمیں آگاہ نہ کرتی تو یہ فتح یقیناً شکست میں تبدیل ہو جاتی ایسے لگتا تھا وہ آواز امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

میں سوچتا ہوں سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ آنکھ کس نے بخشی، دل نے گواہی دی کہ ریڈار کو آنکھ دینے والے سے عبدالقادر جیلانی اور فاروق اعظم کو آنکھ دینے والا زیادہ صاحب علم و بصیرت تھا ریڈار کی آنکھ پر اعتماد کرنے والا عبدالقادر جیلانی اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر بھی اعتبار کر لے۔

یہ بصارت اور یہ بصیرت کی عطاء بخشنے والے کی آنکھ کو قدرت نے جو قدرت بخشی ہے اس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمائی ان اللہ روی لی الارض فرایت مشارقھا و مضا ربھا۔ (الصحیح ترمزی) یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا میں نے اس کے شرق اور غرب کو دیکھ لیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انی اری مالا ترون۔ کہ میں وہ کچھ دیکھ لیتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

اعتراض کا کیا ہے سمت قبلہ درست نہ ہو تو دیکھنے والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اچھی نہ لگی کوئی اس کے فراق میں چالیس سال تک روتا رہتا ہے کوئی اس کے حسن پر اپنی بادشاہی کے خزانے خالی کر دیتا ہے کوئی اس کے حسن کی تاب نہ لا کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لیتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اسے پسند ہی نہیں کرتے مکر و فریب سے اغوا کرتے ہیں منہ پر طمانچے مارتے ہیں کپڑے اتار لیتے ہیں اندھے کنویں میں پھینکتے ہیں چند کھوٹے سکوں بیچتے ہیں۔

نظر کا قبلہ درست کر پھر تمہیں خبر ہو جائے گی کہ جس کا نام محمد ﷺ ہے واقعۃً اس کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے جس میں قدرت نے یہ عیب نہیں رہنے دیا وہ قریب اور بعید ہر جگہ دیکھ سکتی ہے، جس آنکھ میں یہ نقص اور یہ عیب موجود ہو ہم اس کو جمیل نہیں کہہ سکتے محمد ﷺ کیسے کہہ سکتے ہیں۔

آنکھ میں ایک یہ عیب بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے باطن کو نہیں دیکھ سکتی

لیکن جس شخصیت کا نام محمد ﷺ ہے اس کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا گذشتہ سطور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت گذر چکی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔فو اللّٰہ ما یخفی علی خشو عکم ولار کو عکم یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارا خشوع اور تمہارے رکوع مجھ سے کچھ نہیں چھپا ہوا۔

اگر کسی آنکھ میں یہ نقص اور عیب موجود ہے کہ وہ صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے اور باطن کو نہیں دیکھ سکتی تو آپ اسے جمیل، شکیل اور حسین کہنا چاہتے ہیں تو کہہ لیں میں تو نہیں کہہ سکتا۔

آنکھ میں ایک عیب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف روشنی میں دیکھ سکتی ہے اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی لیکن میرے ممدوح کریم ﷺ کی چونکہ تمام جسم کی طرح آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اور محمد ﷺ ہوتا ہی وہ ہے جو قابل تعریف ہو اور اس میں کوئی عیب نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یری با لیل فی الظلمۃ کما یری با لنھار من الضوءِ۔یعنی رسول اللہ ﷺ جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے اسی طرح آپ رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔

آنکھ میں ایک عیب و نقص یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ آج کے معاملات کو دیکھ سکتی ہے زیادہ سے زیادہ دور بینی یا دور اندیشی سے کام لے تو وہ چند سال بعد تک کے حالات پر نظر رکھ سکتی ہے قیامت تک دیکھنا تو اس کے نصیبے میں نہیں۔

لیکن جس شخصیت مطہرہ و مقدسہ کا ذکر جمیل ہو رہا ہے اس کی آنکھ میں مالک نے یہ بھی عیب نہیں رہنے دیا۔حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فا نا انظر الیھا و الی ماھو کائنٌ فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہٖ۔ ”یعنی یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کر دی ہے پس اب دنیا میں جو کچھ واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے میں یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا

ہوں''۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفا الفا بعد الف۔

آیئے ایک اور شہادت دیکھتے ہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سیدی ومولائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان موعد کم الحوض و انی لا نظر الیه من مقامی هذا۔ کہ یقیناً میری اور تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور میں اس کو اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت بھی مشام جان ایمان معطر کر رہی ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہماری سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما من شیء کنت لم اراہ الا قد رایته فی مقامی هذا حتی الجنة و النار ۔بخاری ،مسلم۔ یعنی ایسی کوئی شے موجود نہیں جو میں نے اسی مقام پر کھڑے کھڑے نہ دیکھ لی ہو یہاں تک کہ جنت بھی اور دوزخ بھی۔

یہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے آج تک جتنی مخلوق بھی اس دنیا میں تشریف لائی یا قیامت تک آتے رہیں گے ان سب میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے جو شخص جتنا بڑا ہوگا اس کو خالق نے اس کی حیثیت کے مطابق صلاحیتیں بھی اتنی ہی زیادہ عطا فرمائی ہوتی ہیں اگر مادی بڑائی ہے تو مادی صلاحیت اگر روحانی شخصیت ہے تو روحانی صلاحیت جسمانی صلاحیت کے استعمال میں حضرت انسان سے خطائیں ہوئیں اور بھرپور خطائیں ہوئیں جبکہ روحانی شخصیات میں بہت کم ایسی شخصیتیں ہیں جو جادہ حق سے بھٹک گئیں جبکہ کثیر تعداد میں ایسی ہیں جن کو محفوظ کر لیا گیا اور کچھ اتنی عظیم تھیں کہ ان کو معصوم عن الخطاء کر دیا گیا۔

اس وضاحت کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ مادی شخصیات سے روحانی شخصیات یقیناً ارفع و اعلیٰ ہیں ان محفوظ شخصیات میں بھی معصوم شخصیات اور بھی ارفع تر اور اعلیٰ تر ہیں یہ سب شخصیات پوری انسانی صلاحیتوں کا اعلی نچوڑ ہیں ان کا ملخص تھیں ان کا خمیر تھیں بلکہ سارے ان کے مرتبے اور شان سے کم تر ہیں۔

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے
تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

ان کی سوچ ان کی فکر کی انتہا، ان کی قوت وطاقت، ان کی جسمانی اور روحانی صلاحیتیں بہر انداز بہت اعلیٰ بلکہ بہت ہی اعلیٰ تھیں ان کی سماعت کہ تین میل کے فاصلے سے ایک چیونٹی کی آواز سن لیتے تھے ان کے ہاتھوں کی طاقت کہ لوہا موم کی طرح ہو جائے ان کے قدم کہ آتش نمرود کے شعلوں اور انگاروں کی صلاحیت ہی بدل جائے اور وہ پھول اور مہک بن کو قدم چوم لیں ان کی لاٹھی ہزاروں سانپ ہضم کر جائے پانی پر پڑے تو پانی خشک ہونے پر مجبور ہو جائے اور اگر پتھر پر پڑے تو پانی کے دریا بہا دے ان کی پھونک مردوں کو زندہ کر دے مٹی کو پرندہ بنا کر اڑا دے ان کے ہاتھ سے ازلی اور لا علاج مریض صحت یاب ہو جائیں ان کی ذہنی رسائی اتنی کھایا پیا سب بتا دیں کہ کیا کھایا ہے اور گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہیں۔

اتنی صلاحیتوں کے مالک لوگوں کی بصیرت وبصارت کا عالم کیا ہوگا۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والا اگر نو سو میل دور سے عظیم الشان تخت پلک جھپکنے سے پہلے صرف ایک اشارے سے منگوانے پر قادر ہو تو انکی اپنی صلاحیتوں کو ناپنے کا پیمانہ کیا ہوگا عقل وفکر تمام رسائیوں پر ٹوٹنے لگتے ہیں۔

اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالکوں کی چشم بصارت وبصیرت بھی تو اتنی ہی بلند ہوگی لیکن اگر اس کے باوصف ان جملہ شخصیات میں ایک بھی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس نے دعویٰ کیا ہو، کہ لوگو! دیکھو میری آنکھ نے دنیا کی سب سے غیب الغیب ذات، ذات باری تعالیٰ کا جلوہ دیکھ لیا ہے۔ حقیقتوں اور صداقتوں کی ازلی وابدی لا زوال کتاب قرآن پاک نے ایک مقدس شخصیت کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنی چاہت کی انتہا کا اظہار کر دیا تو جواب ملا اے ہمارے کلیم! لَنْ تَرٰنِیْ۔ آپ میں یہ دیکھنے کی صلاحیت نہیں بلکہ ارشاد ہوا آپ ایک پہاڑ کی طرف دیکھیں ہم اپنے انوار وتجلیات کی ایک جھلک آپ کی حسرت وتمنا پوری کرنے

کی خاطر ڈالیں۔ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ۔ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو آپ بھی زیارت فرمالیں گے لیکن آپ کی حسرت دید پوری نہ ہوسکی۔

آخر یہ بھی تو آنکھ میں عیب اور کمزوری ہے کہ وہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی امین ہوکر بھی ذات باری کو نہیں دیکھ سکی البتہ میرے ممدوح جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے یعنی ہر عیب اور نقص سے منزہ ومبرا ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے جسمیں قدرت نے دیگر کوئی عیب نہیں رہنے دیا ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا ان کو انتہائی خلوت میں جہاں کچھ نہ تھا اگر ہوتا تو وہ بھی کوہ طور کی طرح خاکستر ہوجاتا یا ذات باری تعالیٰ تھی یا اس کے محبوب کی ذات تھی آپ کو اپنا جلوہ دکھادیا اور خود ہی اس پر شہادت ثبت کردی کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى۝ کہ عین عالم دیدار میں نہ آنکھ چندھیائی اور نہ حد سے بڑھی آپ نے خود بھی گواہی فرمائی کہ رائیت ربی فی احسن صورۃ۔ کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا اور بڑی حسین و جمیل صورت میں دیکھا۔

صاحبِ اسریٰ دنیٰ کی سیر فرمانے گئے
عرش حق پہ پرچم اعزاز لہرانے گئے

چشم دید گواہ

ویسے جن لوگوں نے ان آنکھوں کی بذات خود زیارت کی ہے ان کی گواہی بھی تو بڑی ثقاہت رکھتی ہے۔ چہرہ انور واقدس کی رعنائی وزیبائی کے خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگائی ہوں گی۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں بڑی پرکشش، جاذب نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوبصورت اور پرکشش تھیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان ادعج العینین یعنی آپ ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان اھدب اشفار العینین یعنی

آپ ﷺ کی چشمان مبارکہ کی پلکیں گہری سیاہ دراز اور گھنی تھیں۔

قافلہ ہجرت میں تھوڑی دیر کیلئے حضرت ام معبد کے ہاں ٹھہرے تو ام معبد چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کو حیرت زدہ رہ گئیں حسن مصطفیٰ ﷺ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ فی اشفارہ وطف۔ یعنی حضور کی پلکیں دراز تھیں، خوبصورت و حسین۔

آنکھ مبارک کے اندر کی پتلی انتہائی سیاہ اور اس میں کسی اور رنگ کی کوئی جھلک نہ تھی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وکان اسود الحدقة۔ یعنی رسول اکرم ﷺ کی چشمان مقدسہ کی پتلی انتہائی سیاہ تھی۔

پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا اس میں سرخی ہم آمیز تھی یعنی سرخی کھلی نظر نہ آتی تھی یوں لگتا تھا کہ ان میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے سے دکھائی دیتے تھے اور وہ بہت بھاتے تھے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کان رسول اللہ اشکل العینین ﷺ۔ یعنی حضور نبی رحمت ﷺ کے چشمان مبارکہ کے سفید حصہ میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

آپ ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں جوان مبارک آنکھوں کو دیکھتا اسے محسوس ہوتا کہ حضور ﷺ ابھی سرمے کی سلائی لگا کر تشریف لائے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کنت انظرت الیہ قلت۔ اکحل العینین ولیس با کحلٍ یعنی میں جب بھی آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں کو دیکھتا مجھے سرمہ لگے ہوئے کا گمان ہوتا حالانکہ آپ ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا تھا صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمد و آلہٖ بقدر حسنہٖ و جمالہٖ۔

آپ سرکار ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سر کے بال الجھے ہوئے نہ ہوتے اور نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ ﷺ تر و تازہ خندہ لب اور شگفتہ گلاب ہوتے اور آنکھیں یوں محسوس ہوتیں جیسے سوتے میں کوئی آ کر سرگیں کر گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طالب بیان کرتے ہیں

كان الصبيان يصبحون رمصاً شعثاً و يصبح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دھیناً کحیلاً۔ یعنی عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بوجھل اور بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو آپ کے سرانور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہوتا۔

یارو! لاؤ کوئی مثال ایسی کوئی شاہکار ربوبیت کوئی ایسا حسین کوئی ایسا جمیل کوئی ایسا شکیل جس کی آنکھیں ایسی بے عیب ہوں جن میں کوئی نقص نہ ہو جن میں کوئی کجی نہ ہو آخر کہنا ہی پڑے گا۔ لیس فی الدارین غیرک یا محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ جیسا بے مثل بے مثال دونوں جہانوں میں کوئی نہیں۔

قرب کی لذت پانے والوں کا بیان ہے کہ لوگوں کی نظروں میں شرم وحیا کا اتنا کال ہوتا ہے کہ ہر گھڑی کسی نہ کسی طرح بدنظری کا شکار رہتی ہیں یہی بدنظری ذہنی وفکری عیاشی پر انہیں مائل کرتی رہتی ہیں یہی بدنظری انہیں بدعملی کی قعر مذلت میں پھینک کر کبیرہ گناہوں کی مرتکب کرتی ہے الا ماشاء اللہ لیکن حضور شاہکار ربوبیت ﷺ کی مبارک آنکھیں ایسی حیادار تھیں کہ آپ ﷺ کو کبھی بھی کسی نے کسی چیز کو آنکھ بھر کر دیکھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں انتہائی درجہ کی شرم وحیا کی وجہ سے زمین کی طرف ہی جھکی رہتی تھیں۔ آپ ﷺ کو اکثر گوشہ چشم سے ہی دیکھنے کی عادت تھی ایسی نیچی نظریں کہ کل کی خبریں کہیں نہیں ملیں گی۔ یہی وجہ ہے جس نے بھی ان حسین نظروں کے حسن میں ڈوبنے کی سعادت حاصل کر لی اسے بھی کسی قسم کے حسینوں سے آشنائی کا شوق نہ رہا ﷺ ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا۔

جب کبھی آپ ﷺ کی آنکھیں اوپر کو اٹھتیں تو تھوڑی ہی دیر کیلئے اٹھتی تھیں اور اتنے ہی میں سب کچھ دیکھ لیتیں۔ آپ ﷺ کی اس ادائے دلربائی کا تذکرہ کتب احادیث میں ان الفاظ میں ملتا ہے خافض الطرف نظرہ الی الارض اکثر من نظرہ الی

السماء۔ یعنی آپ ﷺ کی نظر اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔

آپ ﷺ کا گوشہ ء چشم سے دیکھنے میں بھی کمال شفقت، محبت اور الفت ورافت کا انداز ہوتا، بے اعتنائی، عدم توجہ، بے نیازی کا کسی سے پرہیز کرنا مقصود نہ ہوتا بلکہ فطری شرم وحیا کے اس انداز حسین پر بھی مر مٹنے کو جی کرتا۔

فکر اسفل ہے میری، مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے، خاک کا پتلا تیرا

آپ سے بڑھ کر کوئی عفت مآب نظر نہیں آتا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کوئی حیادار ہو سکتا ہے ہاں البتہ اگر نزول وحی کا وقت ہوتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے پیغام کا وقت ہوتا یا کسی قلبی چاہت وطلب کا بارگاہ ربوبیت میں اظہار کا وقت ہوتا تو آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے اس ادائے دلفریب کو رب العزت نے ازلی وابدی لازوال وبے مثل اور بے مثال کتاب کا حصہ بنا دیا۔

ارشاد ہوا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (البقرہ:144)

"کہ اے حبیب! ہم نے آپ ﷺ کا چہرہ انور بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا"۔

ہم نے بھری دنیا میں دیکھا ہے کہ کچھ لوگوں کی نظروں کا عالم یہ ہوتا ہے اٹھیں تو بجلی پناہ مانگے، گریں تو خانہ خراب کر دیں، کوئی حسین چیز دیکھی برداشت نہ کر سکے یا تو اتنے خوش ہوئے کہ صاحب حسن، صاحب فراش ہو گیا اور جان کے لالے پڑ گئے یا ویسے ہی جل بھن گئے ان کی ادائے نظر نہ افراط میں پسندیدہ نہ تفریط میں پسندیدہ، نہ یہ انداز اچھا نہ وہ انداز اچھا، یہ بھی ناپسندیدہ وہ بھی ناپسندیدہ۔

جبکہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کا انداز بہر انداز وبہر پہلو حسن کا روپ رکھے جس طرف اٹھے

جان میں جان آ جائے، دم میں دم آ جائے، کیا تمہارا جی نہیں کرتا اس نیچی نظروں والے کل کی خبروں والے دم میں دم اور جان میں جان لے آنے والے کی اس نگاہ عنایت پر لاکھوں سلام بھیجو، با وضو بھیجو، بھیگی پلکوں کے ساتھ بھیجو، آؤ میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہوتا ہوں اور زبان عشق و مستی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی شخصیت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت اختیار کرتے ہیں۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نفحة اليمن میں ایک کہانی پڑھی تھی تاجروں کا ایک قافلہ اونٹوں پر اپنا سامان لئے جا رہا تھا خوبصورت تندرست اور توانا اونٹوں کی خوبصورت قطار کتنی بھلی لگتی ہوگی یہ قافلہ اپنی منزل کیلئے رواں دواں تھا کہ راستے میں ایک گاؤں میں ایک بڑھ کے درخت کے نیچے کچھ بے فکرے سے لوگ بیٹھے ہوئے گپیں ہانک رہے تھے۔ جب یہ قافلہ پاس سے گذرا انہوں نے دیکھا تو ان کا ایک شخص اپنے دوستوں سے کہنے لگا بھئی انتہائی تندرست و توانا اونٹوں میں کس اونٹ کا گوشت کھانا پسند کرو گے دل لگی بے فکری اور فراغت بے معنی کو کیا خبر اتنے خوبصورت، تندرست اور توانا اونٹوں کو اس مقام تک لانے والے کی محنت کیسی ہوگی ان کی داشت و برداشت ان کی پرورش اور دیکھ بھال ان کی ناز برداری پر کتنی راتیں، کتنے دن، کتنی چاہتیں، کتنی امنگیں اور محبتیں پروان چڑھی ہونگی پھر جا کر یہ قطرہ گوہر بنا ہوگا، یہ ذرہ آفتاب بنا ہوگا، یہ کنول پھول نیلوفر بنا ہوگا، یہ بچہ لڑکپن کی اٹھکھیلیوں سے نکلتا ہوا کیسے جوانی و رعنائی تک پہنچا ہوگا۔

ایک نے قطار کی طرف غور سے دیکھ کر کہا اگر کسی اونٹ کا گوشت کھلانا ہی ہے تو قطار میں جو سب سے اول اونٹ ہے اس کا گوشت کھلاؤ۔ اس کم بخت کی نظر بہت تیز تھی جس پر کرتا تڑپا کر رکھ دیتا۔ اس نے حسب عادت بدنظری کی نگاہ کا تیر چلایا جو سیدھا اس اونٹ کے دل پر جا کر پیوست ہو گیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور دھڑ سے زمین پر آ رہا اور تڑپنے لگا۔

قافلہ سالار اور میر کارواں نے یہ دیکھا تو تڑپ کر رہ گیا یا اللہ خیر یہ کیا ہو گیا اتنا تندرست و توانا اونٹ نہ بیماری نہ تکلیف یہ اچانک کیوں تڑپنے لگا میر کارواں تڑپ کر رہ گیا۔ اتفاقاً اس کی نظر ادھر ادھر جو اٹھی تو دیکھا درخت کے نیچے کچھ لوگ اپنی شرارت پر کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ کسی کے دکھ میں ہنسنے والے تو کسی کو نہیں بھاتے صاحب درد کو کیسے بھاتے سوچا یقیناً ان میں سے کسی نے شرارت کی ہے۔ اسے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں اور ہم بیزار بیٹھے ہیں۔

سیانے کہتے ہیں "چاہ کن را چاہ درپیش" یعنی کنواں کھودنے والے کے آگے کنواں آتا ہے میر کارواں نے دل میں کہا اچھا بچو! آج کے بعد تو کسی کو بھی نظر نہ لگا سکے گا۔ اس نے بھی اسی طرح اپنی بدنظری کا تیر چلایا جو سیدھا اس کی آنکھ کے اندر جا کر پیوست ہو گیا اور ایک آنکھ سے ہمیشہ کیلئے محروم رہ گیا۔

یہ کہانی کہاں تک درست ہے یہ دروغ برگردن راوی یعنی اگر جھوٹ ہے تو اس کا گناہ روایت کرنے والے کے سر پر اور اگر درست ہے تو دونوں آنکھوں پر تف جو اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کر دے۔

آنکھ تو وہ ہوئی نا جس میں یہ عیب نہ ہو یہ نقص نہ ہو بلکہ سراسر خیر ہی خیر ہو رحمت ہی رحمت ہو، عطا ہی عطا ہو، جس کی ایک نگاہ کرم سے ہزاروں کی قسمت بدل جائے۔

ویران زندگی تھی اور میں خاک چھانتا تھا
ان کی عطا سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

آنکھوں میں لینز لگوانا تو آج شروع ہوا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ماہرین امراض چشم سے آنکھ میں پتھر کی آنکھ لگواتے تھے۔ ماہرین تو ہر دور میں اپنے اپنے فن میں کمال کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے پتھر کی آنکھ لگوائی اور ڈاکٹر صاحب نے اتنے احسن انداز سے اور با کمال طریقے سے اس کی پیوند کاری کی کوئی جلدی سے دونوں آنکھوں میں سے اصلی اور نقلی میں امتیاز نہ کر سکتا تھا اور وہ بھی بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک صاحب سے پوچھا اچھا بھئی بتاؤ ذرا غور سے دیکھ کر بتانا کہ

میری اصلی آنکھ کونسی ہے اور پتھر کی آنکھ کونسی ہے۔ان صاحب نے بڑے غور سے دیکھ کر کہا کہ تمہاری دائیں آنکھ مجھے اصلی لگتی ہے۔انہوں نے زور سے قہقہہ لگایا اور ان کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا واہ صدقے جائیں تیری پہچان کے یہی آنکھ تو میری پتھر کی آنکھ ہے۔تو انہوں نے انتہائی سادگی سے جواب دیا دراصل اسی آنکھ میں مجھے تھوڑی سی مروت نظر آئی تھی میں نے سمجھا شاید یہی آنکھ تمہاری اصلی آنکھ ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں اصلی آنکھوں سے مروت، انسانیت اور پاسداری کی صلاحیت بالکل ہی نظر نہیں آتی الا ماشاء اللہ کیا یہ آنکھ کا عیب نہیں لیکن میرے ممدوح حضرت آقائی ومولائی ﷺ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے یعنی قابل تعریف اور بے عیب ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا۔جتنی مروت، جتنی انسانیت، جتنی لحاظ داری، جتنا پیار ومحبت آپ ﷺ کی مبارک آنکھ میں پایا جاتا تھا اتنا تو دنیا کی کسی آنکھ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

خوشم آمد کہ سحر خسرو خاوری گفت

باہمہ پادشہی بندۂ توراں شاہم

مجھے یہ بات کس قدر پسند آئی کہ آج صبح مشرق کا بادشاہ آفتاب کہہ رہا تھا کہ میں اس قدر ساری دنیا کا بادشاہ ہوکر بھی بادشاہ توراں کا غلام ہوں۔

کنویں کا مینڈک اس کے ذہن کی رسائی کنویں کے گول چکر کے اندر ہی گھومتی رہے گی۔جس نے آب جو، کھال، نہر، دریا اور سمندر نہیں دیکھا اس کی رسائی وہاں تک کیسے ہوسکتی ہے۔اسی طرح ہر آنکھ کی رسائی بھی اس کی اپنی حیثیت کے مطابق ہے کسی کی آنکھ کے حسن کا معیار صرف شیریں ہوئی، کسی نے لیلیٰ کو پسند کیا، کسی نے ہیر کو دیکھا، تو لوٹ پوٹ ہو گیا۔تم ایک بار نہیں ہزار بار کہو، فرہاد! ہوش کے ناخن لے، اندھا نہ بن، دیکھ تو کس کے لئے اپنے تیشے سے پہاڑوں کو کاٹ رہا ہے، کس کی خاطر پتھروں سے دودھ کی نہر چلانے کیلئے

جان مار رہا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جھلے! صرف ایک عورت کی خاطر، اپنی زندگی برباد کر رہا ہے، اس جیسی ہزاروں عورتیں دنیا میں موجود ہوں گی، تو وہ کہے گا بس بس زبان بند کر، مجھے درس نہ دے، جو بات جو رعنائی مجھے شیریں میں نظر آئی وہ کہیں نہیں۔

کسی نے لیلیٰ سے کہا، لیلیٰ تو وہی ہے جس پر قیس فدا ہو کر مجنونانہ کیفیات کا شکار ہو گیا ہے اس نے کہا ''ہاں'' تو اس نے کہا تو اتنی حسین تو نہیں جتنا اس نے تجھے سمجھ لیا ہے تو خود بھی کبھی اپنے آپ کو شیشے میں دیکھ لے تو تجھے ہماری رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا اس نے کہا بس بس اپنی زبان بند کر مجھے دیکھنا ہے تو قیس کی آنکھ سے دیکھ! گویا طالب اور مطلوب دونوں ایک دوسرے کی آنکھ کا تارا اسے اس کے سوا اور اسے اس کے سوا کوئی نہیں بھاتا۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ یعنی ہر ایک کا کوئی نہ کوئی قبلہ ضرور ہوتا وہ ہر طرف پھر کر اسی طرف لوٹتا ہے ماں بچے کی طرف، بیٹا ماں یا باپ کی طرف، طالب مطلوب کی طرف، کسی کی نگاہ کا مرکز، پھول، کسی کا کانٹا، جادوگر صرف جادو کی بات کرے گا، جواری جوئے کی بات کرے گا، حکیم نسخوں اور کشتوں کی بات، پہلوان اکھاڑے کی بات، تاجر تجارت کی بات، یہ ساری مخلوق کے ہر فرد کی بات ہے کہ اس نے اپنی نگاہ کا مرکز کہاں تک اس کے ذہن کی رسائی تھی وہاں تک اپنی اپنی پسند میں کھو گیا اپنی چاہتوں میں گم ہو گیا اور اس سے باہر، اس کے آگے، بلکہ اور آگے دیکھنا اسے ہرگز پسند نہیں۔

میرا اسلام ہو ان عظیم ہستیوں کو جنہوں نے اس حسن و جمال کی بھرپور دنیا میں سے کوئی چیز پسند نہ کی وہ اس میں سے کسی چیز کے حسن میں نہ ڈوبے وہ سب فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ کے حکم پر اس دنیا جہان سے آگے نکل گئے بہت آگے نکل گئے۔ انہوں نے ستارں، کہکشاؤں مریخ و ثریا، فضا میں بکھری رعنائیوں، زمین میں پھیلی، سمائی اور بکھری ہوئی لا تعداد دلفریبیوں سے منہ موڑا اور ان کے بنائے جانے، ان کی تخلیق کے اصل سبب، باعث تخلیق کائنات، وجہ تکوین کائنات حضرت سرورِ کون و مکاں، راحت قلب حزیں، منبع انوار شمس و قمر، فخر نوع انسانی، ظلِ رحمانی، نور یزدانی، جس کا نقش قدم زندگی کی لوح پیشانی، سراج بزم

ایمانی، رونق گلزار ہستی، صاحب خلق عظیم، صاحب مرتبہ الفقر فخری، زنجیر باطل توڑنے والے، قاسم انعامات رب العلیٰ، ہادی سبل، فخر رسل، خالق عالم کی تخلیق اول، طٰہٰ و یٰسین، شہسوار ہفت آسماں، سیاح لا مکاں، راہبر انس و جاں، دھڑکن دل کی مکین، حجرہ دل کی امین، جس کی سیرت، تبسم، جس کی صورت گفتگو، جس کا نقشہ بندہ نوازی، جس کا جلوہ خندہ پیشانی، وہ خاک کے ٹوٹے ہوئی دل جوڑنے والے، حسن مطلق کے نقش اول، زمین کی دلفریبیوں اور رعنائیوں کا حسن اول، ہواؤں کی جانفزا کیفیتوں میں کیف وجذبات کا دھارا، فضاؤں میں گونجنے والے نغمات کا مرکز، کائنات آب وگل کے حسن وعشق کا مرکز، گل ولالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں کا نکھار، وقت و زمانہ کے رخ کا خوبصورت دھارا فترضیٰ کی شان والا، سائلوں کی ضروریات پوری کرنے والا، سلطان کون ومکان، صاحب تاج معراج انسانی، خیر سراپا، ارفع و اعلیٰ، اتقیٰ و ازکیٰ، حسن مصطفیٰ، ملجاو ماویٰ، گنبد خضریٰ کے مکیں، خرد ہفت آسماں مکین لا مکاں، محبت کی فراوانی کا دھارا، قسمتیں جگانے والے، مجسم قراں، پیکر خلق و مروت، سراج منیر، شاہد و مشہود ﷺ الفا الفا بعد الف کو پسند کیا، نگاہ کا مرکز ٹھہرایا، سوچ اور فکر کا زاویہ درست کیا، دلوں کی دھڑکنوں کا امین بنایا، اپنے حسین خوابوں کا محور بنایا، اپنے خوابوں کی تعبیر بنایا، اپنا قبلہ، اپنا کعبہ، اپنا مرکز، اپنا محور اور اپنا سب کچھ بنایا۔ فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً۔

زہے قسمت میرا آقا میرا مولا وہ ہے
جس کا منصب ہے رسولوں کی امامت کرنا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ سرکار ﷺ میرے بھی محمود محمد ﷺ، تیرے بھی محمود محمد ﷺ، اس کے بھی محمود محمد ﷺ، اس کے بھی محمود محمد ﷺ، شیخ القرآن کے محمود بھی محمد ﷺ، ابوالحقائق کے محمود بھی محمد ﷺ، سائیں گوہر دین کے محمود و مقصود بھی محمد ﷺ، تاجدار گولڑہ کے محمود و مقصود بھی محمد ﷺ، میاں محمد بخش کے محمود بھی محمد ﷺ، ہر نعت خواں کے محمود و مقصود بھی

محمد ﷺ، ہر عالم وفاضل، ہر قاری، ہر مفتی، ہر مفسر، ہر شیخ الحدیث، ہر پیر، ہر فقیر، ہر صوفی، ہر مجاہد، ہر غازی، ہر شہید، ہر طالب علم، ہر استاد کے محمود ومقصود محمد ﷺ، اور مخلوق کے محمود ومقصود محمد ﷺ بلکہ خود خالق کائنات کے بھی محمود ومقصود محمد ﷺ۔

ہر کس غلام شاہی و مملوک صاحبے است
حافظ کمینہ بندہء سلطان کشوریم ﷺ

ہر شخص کسی بادشاہ کا غلام اور اپنے آقا کا بندہ ہے۔ لیکن حافظ شیرازی کمینہ صرف اور صرف اپنے سلطان زمانہ ﷺ کا غلام ہے (جن کا اسم گرامی نام نامی محمد ﷺ ہے)

میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

اگرچہ میں نے ساری کائنات میں سب سے اعلیٰ سب سے بالا، سب سے افضل اور سب سے بہتر اور سب سے برتر شخصیت کا انتخاب کیا، دنیا کے تمام حسین، دنیا کے تمام جمیل و شکیل سارے حسن والے ٹھکرا دیئے۔ لیکن یہ بھی ابھی میری آنکھ کا نقص ہے کہ میں نے مخلوق کا انتخاب کیا۔ اگرچہ مخلوق میں بھی جتنی چیدہ چیدہ شخصیات از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام ہیں ان میں آپ ﷺ کی ذات نکتہ عروج پر ہے اس کے باوصف آپ ﷺ مخلوق رب ذو الکریم والاحسان ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ سرکار ابد قرار محبوب کردگار، شاہ عربی ناقہ سوار ﷺ کی آنکھ اس عیب سے پاک ومنزہ ہے۔ آپ ﷺ کی نگاہ کا انتخاب مخلوق نہیں ساری مخلوقات کا خالق ہے۔ اگر دنیا میں کوئی بھی خالق تک رسائی حاصل کرتا ہے یا وہاں تک پہنچنے کی طلب رکھتا ہے تو وہ صرف آپ ﷺ کی وساطت سے ہے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
خالق کا بندہ، خلق کا مولا کہوں تجھے

نکتہ عروج کی ایک اور دلیل

روز ازل جب رب العلمین جل جلالہ نے اپنی ساری مخلوق کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ساری مخلوق نے اعتراف

ربوبیت کرتے ہوئی عرض کیابلیٰ ہاں ہاں! پروردگار عالم تو ہم سب کا رب ہے۔

رب اور مربوب، معبود اور ۔۔۔ کے حضور اس اعتراف عبدیت و مربوبیت کے بعد چاہت پنپتی ہی رہتی ہے کہ اے ہمارے رب، اے ہمارے معبود، اے پردہ نشین تیری چاہت، تیری طلب اور تیرے دیدار کی چاہت میں انسانیت کتنا سفر طے کر چکی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتے پہنچتے عبدیت یہ سمجھنے لگی کہ شاید اس سفر کی انتہا کا وقت آ گیا ہے جبھی تو طور پر بلا کر خود ہی بلاواسطہ ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے۔

اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کر دیا کہ اے ہمارے رب! اَرِنِیْ! اب اپنی زیارت کا شرف دے تو جواب آیا میرے بندے ابھی عبدیت اپنے نکتہ کمال اور عروج تک نہیں پہنچی ابھی سفر باقی ہے جب عبدیت اپنے نکتہ عروج تک پہنچ جائے گی تو ہم خود یاد فرمالیں گے اور شرف دیدار عطا کر دیں گے اسی لئے سنو معراج کے ذکر جمیل میں عبدیت کا ذکر آیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل: 1)

''یعنی پاک ہے وہ جس نے خود اپنے کرم سے اپنے بندۂ کامل کو رات کے وقت سیر کروائی''۔

فرعون کتنا احمق تھا چار سو سال خدائی دعوے کی گھن گرج کے ساتھ اپنی عقل و سوچ اور طاقت کا لوہا منواتا رہا مخلوق خدا کو سجدوں پر مجبور کرتا رہا اور دریا میں پانی کو خشک سمجھ کر کود پڑا احمق آدمی! کیا تجھے خبر نہیں دریا کبھی خشک نہیں ہوتے وہ دریا کو خشک سمجھ کر دریا میں کود گیا اور ڈوب گیا آدمی کتنا بھی سیانا ہو، دانشور ہو، عقل و فراست کا نمونہ ہو، لیکن آنکھ آخر دھوکا کھا جاتی ہے۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکا بازی گر کھلا

دریا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ اس کے حکم کی پابند ہے۔ مالک کہے کہ بہنا شروع

کر دے اس نے بہنا شروع کر دیا مالک کہے خشک ہو جا وہ خشک ہو گیا۔ انسان اندھا ہو جاتا ہے اسے کچھ نہیں نظر آتا جبکہ دریا سب کچھ سمجھ گیا تھا کہ کس کو پار کرتا ہے اور کس کو ڈبوتا ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کے ستر لاکھ انسانوں کے چہرے پہچان لئے تھے اور ان میں سے کسی کا پاؤں بھی گیلا نہیں ہونے دیا اور وہ سارے فرعونیوں کو بھی پہچان گیا۔ اس کی آنکھ نے دھوکا نہیں کھایا اس نے کسی فرعونی کو بچ کر نہیں جانے دیا اسے خبر تھی اگر ایک بھی فرعونی قبطی بچ کر نکل گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا اکھڑ رہا ہے۔

انسان کی آنکھ نے اکثر دھوکا کھایا اور بڑے بڑے دانشوروں نے عقل و فراست کے پہاڑوں نے تجربہ کاروں نے دھوکے کھائے کاروبار میں، یاری دوستی میں، رشتہ داری میں، پیار و محبت میں، ہر جگہ دھوکا کھایا یہ فہم و فراست کا عیب بھی ہے، فکر و ذہن کی حماقتوں کا ثبوت بھی ہے، اور آنکھوں کی بصارت کا دھوکا بھی ہے ایک آنکھ جس نے کسی بھی مقام پر کسی بھی انداز میں کبھی دھوکا نہیں کھایا وہ آنکھ صرف حضرت مصطفیٰ کریم ﷺ کی آنکھ ہے جن کا نام محمد ﷺ ہے ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا آپ ﷺ نے جب بھی دیکھا صحیح دیکھا، حق دیکھا، اور اگر حق کو دیکھا تو بھی اعلان ہوا

مَازَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (النجم)

"اس آنکھ نے نہ دھوکا کھایا ہے اور نہ حد سے بڑھی ہے"۔

زلف مشکیں تیری ابرولاتقنطوا، تیرے ابرو ہیں قوسین کی آبرو
چشم مازاغ، تاب نظر ماطغیٰ، یا نبی مصطفیٰ یا نبی مصطفیٰ ﷺ

ضبط و برداشت

ضبط و برداشت اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے لیکن یہ تجربہ بار بار ہوا کہ ہر آنکھ کو یہ نعمت میسر نہیں۔ بس ایک نظر کسی صاحب حسن و جمال پر پڑی تو وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اس میں بھی معیار کوئی نہیں کسی کے ابرو پر نثار ہو گئے، کسی کی زلف عنبریں و مشکیں سے مست ہو گئے، کسی

آواز پر لوٹ پوٹ ہو گئے، کسی کے پنکھڑی گلاب پتیاں لب مسحور کر گئے، کسی کی صراحی نما لمبی گردن مار گئی، یعنی پسند کا معیار کوئی نہیں، کوئی رنگ پر فریفتہ ہے تو کوئی ڈھنگ پر قربان ہے کوئی کسی ادا کو دیکھ کر جان ہوش وحواس سے ہاتھ دھو بیٹھا کوئی کسی کی دولت پر لجا گیا تو کوئی کسی کی غربت میں شان بے نیازی پر فدا ہو گیا کسی کی آواز حسین دل میں اتر گئی اور کسی کی بہادری و جواں مردی نے دل کھینچ لیا گو معیار پسندیدگی کسی آنکھ کا بھی ایک نہیں پھر نثار ہونے کے انداز بھی مختلف ہیں ان تمام میں صرف ایک بات قدر مشترک ہے کہ قوت برداشت نہیں جونہی کوئی ادا دل کو بھائی وہیں دل ہار گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پر تجلی ذات الٰہی سے مستنیر ہوئے تو خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا کے الفاظ کے ساتھ قرآن پاک کی گواہی قیامت تک کیلئے ثبت ہوگئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے چہرے اور مبارک آنکھوں میں سمائے ہوئے محبوب لازوال کے جلووں کی چمک دمک کے وفور سے، آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ صفورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظریں جب آپ کے چہرہ انور پر پڑیں تو آپ برداشت نہ کر سکیں بلکہ دیدار جلوہ الٰہی سے مستنیر چہرے کا وفور ان کی آنکھوں کی بینائی ہی اچک کر لے گیا۔

لیکن چونکہ ایک نبی کی بیٹی تھیں اور ایک نبی کی بیوی تھیں اور ایک نبی کی بھاوج تھیں یہ نسبتیں کام آ گئیں اور آنکھوں کا نور ختم ہونے کو برداشت کر گئیں اور اس نعمت کے چھن جانے پر افسردہ نہ ہوئیں بلکہ عرض کرنے لگیں میرے کریم میرے مہربان خالق و مالک بصارت چھن جانے کا دکھ نہیں البتہ جو بصیرت ہاتھ آئی ہے اس پر شکر گذار ہوں کرم فرما اپنی عطا کردہ بصیرت سے ملنے والی لذت کو سلامت رکھ۔

سکھ بھی مجھے عزیز، دکھ بھی مجھے عزیز
سکھ بھی عطاء دوست، دکھ بھی عطاء دوست

اللہ تعالیٰ کو حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا بہت پسند آئی اس نے بصیرت اور بصیرت سے ملنے والی لذت کے ساتھ ساتھ ان کی بصارت کی نعمت بھی دوبارہ عطا فرما دی۔

ہماری یہ حیثیت تو نہیں کہ ان پاک لوگوں کا اور سرکار ﷺ کے درمیان تقابلی جائزہ لینا شروع کر دیں۔ خاکم بدہن اپنی اوقات میں رہنا چاہیے۔ البتہ حکایۂ مستند کتب کے حوالہ سے اور ازلی وابدی اور لازوال قرآن پاک کے مقدس اوراق وسطور کے حوالے سے بات کر کے لذت تو حاصل کر سکتے ہیں، ان کی آنکھوں کے ذکر جمیل سے اپنی بے بصیرت آنکھوں کی بصارت کو تو سکون ریز کر سکتے ہیں۔

طور ایک مقدس وادی ہے اس کے تقدس پر ہمارا ایمان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (طٰہٰ)

کہ ''اے موسیٰ! اپنے نعلین اتار دیں آپ ایک مقدس وادی میں داخل ہو رہے ہیں''۔

کی قرآنی شہادت گواہ ہے اس سفر طور میں جو عظمت ومعراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلاواسطہ تکلم الٰہی سے نصیب ہوا وہ پہلے کسی بھی اللہ کے عظیم نبی کو نصیب نہ ہوا۔ اس پر کیف پہاڑ پر ایک درخت کو مرکز بنا اور اس کو منور وروشن فرما کر جو قرب ہوا وہ بھی بہت بڑی بات تھی پھر ہم کلامی میں بات سے بات بڑھانے کی کیفیت بھی کیف آور ہے اور یہ جانبین کا اس انداز سے بات بڑھانا ایک عجیب لطف اندوز ہے وہ ہر چیز سے ہمہ وقت باخبر رہنے والا خود پوچھتا ہے۔

اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟

موسیٰ جواب دیتے ہیں۔

مالک میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ میں اس پر تکیہ لگا کر کھڑا بھی ہو جاتا ہوں۔ اپنی بکریوں کیلئے درختوں سے پتے بھی جھاڑ لیتا ہوں۔ میں اس سے یہ کام بھی لیتا ہوں میں اس سے وہ کام بھی لیتا ہوں۔ یہ انداز عجیب لذت افروز ہے اسی لذت افروزی میں حسرت دیدار کا اظہار بھی بہت اہم ہے۔ جواب میں اگرچہ لن ترانی ہے لیکن حسرت ٹوٹنے نہ دینا مایوس وناامید بھی نہ کرنا یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں پھر بالواسطہ دیدار کی ایک ہلکی سی جھلک

دکھانا بھی اہمیت رکھتا ہے۔اس نظارۂ جمال کی تاب نہ لاسکنا اس وقت زیب موضوع ہے۔
دوسری جانب کیفیت یہ ہے کہ حضور رحمت عالم ممدوح دوعالم ﷺ گھر میں رات کو آرام فرما ہیں فضاء اعلیٰ اور جنت میں پیغام رسانی اور محبوب ﷺ کو عرش پر بلانے کے انتظام ہونا شروع ہو گئے سواریوں میں سے براق کا انتخاب ہوتا ہے فرشتوں کے سردار اعلیٰ جبریل امین علیہ السلام کی سرپرستی میں کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی ایک بہت بڑی ٹیم ساتھ لیتے ہیں اور مکہ معظمہ میں حاضر ہوتے ہیں۔دوسری طرف آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء ورسل یعنی ساری دنیاء انسانیت کا نچوڑ قابل فخر قابل تقلید شخصیات کو حکم دیا جا رہا ہے اٹھو اٹھو جلد از جلد قبلہ اول عالم اسلام مرکز نگاہ ہائے مسلمین بیت المقدس پہنچ جائیں۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲ (آل عمران) کے عہد و پیمان کے ایفا کا وقت آ پہنچا۔تمہاری ظاہری حیات طیبہ میں امامت ونبوت اور رسالت میں تمہیں موقع نہیں ملا اب وہ ساری کائنات ارضی وسماوی کی سیر فرمانے والے ہیں لہٰذا ساری دنیا کے مرکزی نقطہ عقیدت بیت المقدس میں پہنچ جائیں۔دوسری طرف آسمانوں کی بلندیوں کے انتظامات علیحدہ ہو رہے ہیں۔ہفت آسماں کی بلندیاں قدموں کے نیچے آ گئیں ان کی اپروچ یہیں تک تھی سرکار آگے گئے عرش وکرسی نے قدم۔۔۔جب کون ومکاں کی حد بندیاں بھی دم توڑنے لگیں ادھر ادھر یہاں وہاں تحت اور فوق کی تمام قیود یکسر ختم ہو گئیں انتہائی خلوت حضور میں پہنچ کر بھی ارشاد ہوتا ہے اُدْنُ مِنِّی اور قریب آ جائیں آپ اور قریب ہوئے اتنے کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ کہ کمان کے دو کنارے یا اس سے بھی بہت قریب بلکہ بہت ہی قریب۔اس کی کیفیات کیا تھیں یہ قرب وبعد کے فاصلوں کے جھگڑوں میں ہم کیوں پڑیں قریب بلانے والا جانے یا قریب ہونے والا جانے وہاں

آپ نے فرمایا۔رایت ربی فی احسن صورۃ۔میں نے اپنے رب کو دیکھا انتہائی خوبصورت صورت وشکل میں وہ جو خود اعلان فرماتا ہے۔

اللہ جمیل و یحب الجمال۔

''اللہ تعالیٰ حسین وجمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند کرتا ہے''۔

اس کے حضور اس کی مخلوق میں سے اس کا اپنا اعلیٰ ترین شاہکار حاضر ہے۔ان ساری کیفیات حضوری میں خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا تو بڑی دور کی بات ہے،ڈگمگاہٹ،لرزش ولغزش بہت دور کی بات ہے وہاں تو کمال دید کا یہ عالم ہے کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۞ ہے۔ آنکھ چندھیائی تک نہیں اور نہ وفور جذبات میں آگے حد سے بڑھنے والی بات ہوئی۔ایک تحمل کی شان ہے ایک برداشت ہے کہ سبحان اللہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحمل برداشت اور ضبط کی ان کیفیات پر لاکھوں بار سلام پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی
قصہء طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش، جلووں میں گم ہے کوئی
کس کو دیکھا، یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

آنکھ کا سو جانا

انبیاء ورسل ہوں یا صحابہ کرام،صالحین امت ہوں یا شہداء ملت اسلامیہ،قطب ہوں یا قطب عالم،قطب کبریٰ ہوں یا قطب الارشاد،قطب مدار ہوں یا قطب الاقطاب،قطب جہاں ہوں یا جہانگیر عالم،غوث الوریٰ ہوں یا غوث زمانہ،اماماں ہوں یا اوتاد،ابدال ہوں یا اخیار،ابرار ہوں یا نقبا،نجبا ہوں یا عمہ،مکتوبان ہوں یا مفردان،قطب اقالیم ہوں یا قطب ولائیت،قطب زہاد ہوں یا قطب عباد،قطب عرفاء ہوں یا قطب متوکلان،صوفیاء ومتصوفین یا مستصوفین،ملامتیہ ہوں یا قلندر ومجاذیب،یہ رجال اللہ ہوں یا رجال الغیب علیہم الرضوان

ان کے علاوہ دنیوی اعتبار سے جتنے بھی مدارج کے اعلیٰ و ادنیٰ لوگ ہیں وہ فقیر ہوں یا بادشاہ، وہ امیر ہوں یا وزیر، وہ گداگر ہوں یا کوئی سخی و بخیل، وہ معلم ہوں یا متعلم، وہ محدث ہوں یا مفسر، وہ مجاہد ہوں یا غازی، وہ شہید ہوں یا قتیل، وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ، وہ غریب مسکین ہوں یا یتیم و بیوگان، وہ مرد ہو یا عورت غرض جو کوئی بھی ہو اسے نیند ضرور آتی ہے صرف ایک ذات ہے جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ باقی ہر شخص ہر فرد بلکہ انسان ہو یا حیوان نینداس کیلئے ازبرضروری ہے۔ نیند قدرتی ایک ایسا بیٹری چارجر ہے جس سے انسانی وحیوانی توانائیاں لوٹ آتی ہیں تھکن دور ہو جاتی تازگی لوٹ آتی ہے۔ نیند نہ آنا ایک بیماری نہیں بلکہ ایک عیب ہے۔ نیند ہزار خوبیوں نعمتوں اور نوازشوں اور عنائیتوں میں سے ایک ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا عیب بھی ہے کہ سونے والے سوتے ہیں تو پھر کھو بھی جاتے ہیں، مثل مشہور ہے جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے، اور جو کھوتا ہے وہ روتا ہے، یہ نیند غفلت کی ہو یا آرام کی بہر حال نیند ایک عیب بھی ہے کہ کچھ ہوش نہیں رہتا کسی ایک لمحے میں بھی کسی کا ہوش نہ رہنا بھی ایک بہت بڑا عیب ہے۔ نیند کے پہلے جھٹکے اونگھ آتے ہی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نیند میں بعض اوقات شیطان کے غالب آجانے پر غسل بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ انسان ہزار چاہت کے باوجود بھی شیطان کے اس حملے اور غلبے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ الا ماشاءاللہ

مگر جو شخصیت میری ممدوح ہے تیری ممدوح ہے ممدوح کائنات بھی ہے اور ممدوح رب کائنات بھی ہے وہ محمد ﷺ ہیں وہ فرماتے ہیں ینام عینی و لا ینام قلبی۔ یعنی میری آنکھ سوتی ہے کہ میں مخلوق ہوں مخلوق کو نیند نہ آنا بھی ایک عیب ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس عیب سے پاک رکھا لیکن وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ یعنی میرا دل نہیں سوتا گویا میں سوتا ضرور ہوں لیکن تمہاری طرح نہیں۔ ساری مخلوق خدا کی طرح کھوتا نہیں ہوں۔ میں روتا ضرور ہوں لیکن سونے پر نہیں، تمہارے سونے پر روتا ہوں۔ میری صنف کے لوگ جنہیں انبیاء و رسل کے مقدس القابات سے پکارا جاتا ہے ان کے سونے پر شیطان غالب نہیں آتا۔ سونے میں

سب کچھ ہوش و حواس کھو جانا ایک بہت بڑا عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے تمہاری تو اونگھ بھی وضو توڑ دیتی ہے میری تو نیند بھی میرا وضو نہیں توڑتی۔

حسین تھیں شکیل تھیں آنکھیں حضور کی
انصاف کی دلیل تھیں آنکھیں حضور کی
ہاں رحمتوں کی جھیل تھیں آنکھیں حضور کی
انسان کو جو شعور کا رستہ دکھا گئیں
مخلوق کو رحیم کا جلوہ دکھا گئیں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں صدقے واری میرے آقا میری جان قربان۔ میرے آقا سو جان سے قربان۔ میرے مولا تیرا جاگنا بھی عبادت، تیرا سونا بھی عبادت، تیرا مالک، تیرا خالق، تجھے سونے پر آمادہ فرماتا ہے، کہ تیرا سونا صرف تیرا سونا نہیں پوری کائنات کیلئے تیرا سونا سنت بن جائے گا جو لوگ تیرے سونے کو سنت بنا کر سوئیں میں ان کے سونے کو سونا بنا دوں گا ان کا سونا بھی عبادت بنا دیا جائے گا۔

خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کو نہ سونا تیرا

آنکھ کی تاثیر

بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن کی آنکھ میں تاثیر ہو کہ جس پر پڑے کوئی اثر کر جائے ورنہ ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں وہ دیکھتے رہیں دیکھتے رہیں کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں دیکھوں یا آپ کی یہ آنکھ کا اثر نہ کرنا عیب نہیں، اگر یقیناً ہے تو یقین جانئے یہ عیب میرے کریم میرے ممدوح ﷺ کی آنکھ میں نہیں کیونکہ محمد ﷺ صرف ایک تشخص کا نام نہیں آپ ﷺ کا ہر عضو محمد ﷺ ہے آپ کی ہر ادا محمد ﷺ ہے آپ ﷺ کی ہر فکر اور سوچ محمد ﷺ ہے اسی طرح آپ کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے صلی اللہ علی حبیبہ وآلہ وبارک وسلم۔

کیا کسی کو مجال انکار ہے کہ بیت اللہ شریف کو سارے جہانوں، سارے انسانوں، اور سارے زمانوں کا قبلہ بنانا، آپ ہی کی نظر عنائیت کا صدقہ ہے، قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ آپ کا آسمانوں کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا ہم نے دیکھا ہے۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ ہم آپ کی ہی چاہت تمنا اور رضا کی مطابق ہی قبلہ تبدیل کردیں گے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تو اب آپ اپنا چہرہ، اپنا رخ، مسجد حرام ہی کی طرف موڑ لیں۔

ابو قحافہ کے بیٹے عبداللہ کو کون جانتا تھا سوائے ان کے خاندان، ان کے محلے دار، اور ان کے شہر والوں کے۔ اب اگر وہ ابوبکر کی کنیت اور صدیق کے لقب سے دنیا جہاں کی آنکھ کا تارا بنے ہوئے ہیں تو نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی خیرات کے سوا اور کیا ہے اور عالم یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم خاص رسول اللہ ﷺ اپنی چاہت کا اظہار فرماتے ہیں، انی لا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و احب اعمل لعملھم یعنی میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، مجھے یقین کامل ہے کہ دن قیامت کو میں انہی کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کیے۔

طائف سے دور بے آب و گیاہ صحراء کے عبو کے فاصلے پر خیمہ گاؤں میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہنے والے ابوذویب کی بیٹی اور ابوکبشہ کے بیٹے کو کون جانتا اگر وہ حضور نبی رحمت ﷺ کی رضاعت کے لئے انتخاب میں نہ آتے۔ ابوذویب کی بیٹی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ابوکبشہ کے بیٹے حارث رضی اللہ عنہ کو تاریخ کے مقدس صفحات کا حصہ بنالیا گیا۔ وہ پوری دنیا اسلام کے جذبوں دھڑکنوں اور امنگوں میں بسنے لگے۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی ﷺ کو پالا ہے
میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی ﷺ نے پالا ہے

مکے کے قرب و جوار کی وادیوں میں خطاب کا بیٹا اونٹ چراتا تھا اور اونٹ سنبھال نہیں

سکتا تھا ایک اونٹ ایک طرف بھاگ جاتا ہے اور دوسرا دوسری طرف۔ ایک کو گھیر کر لاتا ہے تو دوسرا دوسری سمت دور بھاگ کر نکل جاتا ہے یوں وہ سارا دن بھاگ بھاگ کر پھاوا ہو جاتا ہے اور جب ان کی نگاہ ناز کا مطلوب ومراد بنتا ہے تو تینتیس لاکھ مربع میل سے زیادہ دنیا پر تنہا کامیاب ترین حکومت کرتا نظر آتا ہے اور اس کی ہیبت وجلال کا عالم یہ ہے کہ پوری دنیا میں انسانیت کا دشمن، جس نے قیامت تک راہ ہدایت سے انسان کو بہکانے بھٹکانے اور دور لے جانے کی قسمیں کھا رکھی ہیں اور دنیا اس کے شر سے تعوذ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہے اس کو اگر پتہ چل جائے کہ خطاب کا بیٹا عمر رضی اللہ عنہ آج اس گلی میں سے گذر رہا ہے تو وہ نہ صرف راستہ بدل جاتا ہے بلکہ ڈر کر خوف زدہ ہو کر ویسے ہی اس بستی سے بھاگ جاتا ہے۔

پتھروں کو موم، سینوں کو درد وداغ، جگر کو سوز وگداز، پتھر دلوں، قذاقوں کو درد کی میٹھی کسک بے راہروں کو اطاعت شعاری، خشک سوتوں والی آنکھوں کو نم آلودگی، بھٹکے ہوئے آہوں کو خزینہ علم وحکمت، خاندانی، جھوٹی اناؤں کو عجز وانکسار، محسوسات کی فریب خوردگی سے غیر محسوس معبود حقیقی کے حضور میں حضوری کی لذت، بے رحمی وبے مروتی کے گہرے کھڈ میں گرے ہوؤں میں رحمت ورافت کا نکتہ عروج، غیروں کے حقوق غصب کرنے والے اور بے حسی سے پامال کرنے والوں میں فدا کاری کا چسکا، انتقامی جذبوں میں صدیوں جلنے والوں کو حسن سلوک اور پاسداری کی نعمتوں کا جھومر، لاقانونیت کی راہ پر چلنے میں فخر کرنے والوں کے ہاتھوں میں اقصاء عالم کی سلطنتوں کو سنبھالنے کی صلاحیتیں، جہالتوں کی دلدل میں لتھڑوں کو علم وعرفان کے آب سے نکھار، ننگ انسانیت کو فخر انسانیت کا مقام، گھر میں آئے مہمانوں کو لوٹ لینے والوں میں جذبۂ حقوق وفرائض کی پاسداری، یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ اور بھی اتنا کچھ کہ لَا تُحْصُوْهَا کے زمرے میں آئے یہ کس کی نگاہ کا فیض ہے۔

میری جانب بھی یہ شان لطف اے جان حیات
وہ نگاہیں جو بدل دیتی ہیں عنوان حیات

ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا کہ اگر آپ سرکار ﷺ مکہ مکرمہ یا بیت المقدس میں وصال فرما ہوتے اور وہیں آرام فرما ہوتے تو مدینے کون جاتا۔ دن رات جو ستر ستر ہزار فرشتوں کے غول پر باندھے ادب و احترام سے آتے ہیں کیا وہ کبھی مدینے کا رخ کرتے؟ لاکھوں کروڑوں اور کھربوں انسانوں کی آمد، شام سے مدینہ منورہ تک ریلوے لائن بچھانے کیلئے عالمی دباؤ، ہندوستان، چین، جاپان، روس، چیچنیا، فرانس، امریکہ، برطانیہ، پاکستان سے کھربوں روپوں کے تحائف مدینہ منورہ کی تمدنی، ثقافتی اور عمرانی پوزیشن کیا یہی ہوتی جو اب ہے۔ یہ مدینے کے چار جانب کھجوروں کی سبز پریاں یوں قطار اندر قطار کھڑی نظر آتیں، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ ان وادیوں میں دھول اڑ رہی ہوتی یہ ساری بہاران کی نگاہِ کرم کی اترن ہے۔

غیر مہذبوں کو مہذب بنایا، بے نام و نشان بدوؤں، مفلسوں، کمزور صحرائیوں کو متحد، طاقتور اور متحرک کر دیا، پر کاہ کو کوہ گراں بنا دیا یہ سب شہہِ خوباں کے جمال کا پرتو ہے۔

تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا
دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

آپ کی ذات بھی محمد ﷺ ہے

ذات، تشخص کا نام ہے، وجود کا نام ہے جیسے ہم صفات کے بارے کہہ سکتے ہیں کہ ہر وجود کا حسن اس کی صفات سے ہوتا ہے۔ صفات بغیر کسی وجود کے کیا اہمیت کے حامل ہو سکتی ہیں جیسے کہتے ہیں "پیش ازیں اس خاک کے پتلے کی کوئی ذات نہ تھی" یا یوں کہتے ہیں "مال بیچا ہے ذات نہیں بیچی" گویا درخت پر پتے نہیں، پھول نہیں، پھل نہیں، سبزہ و ہریالی

نہیں، اس کا گھنا سایہ نہیں، ٹنڈ منڈ، ننگا اور برہنہ کھڑا ہے، اس سوکھی لکڑی کی کوئی حیثیت نہیں ،خوبصورت نہیں بدصورت نہیں نہ کسی کو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اس انسان کی کیا حیثیت ہے۔

لیکن یہ حقیقت ایک مسلمہ حقیقت ہے اس سے انکار ممکن نہیں کہ میرے ممدوح حضور سرور قلب و جان ﷺ کا ذاتی تشخص بھی محمد ﷺ ہے وہ بچپن اور لڑکپن کا عالم جب آپ ﷺ کسی سے ہم کلام ہونے کی کیفیت میں نہ تھے جب آپ ﷺ بظاہر کسی سے تعلقات کسی سے لین دین کسی سے بات چیت کے مکلف نہ تھے جب آپ ﷺ کی صادق اور امین کی صفات بالکل پوشیدہ تھیں آپ ﷺ اس وقت بھی محمد ﷺ تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کا سجدہ ریز ہونا، رَبِّ هَبْلِي امتی کی دعا مانگنا تسلیم نہ کریں لیکن اس حقیقت سے تو دشمن بھی انکار نہیں کرسکتا کہ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دائیں طرف سے ہی دودھ نوش جاں فرمایا ہے اور بائیں طرف کبھی دیکھا بھی نہیں اور اپنے رضاعی بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حق غصب نہیں فرمایا حالانکہ اسکی ماں کی چھاتی میں دودھ کی نہروں کا ابل پڑنا انہی کا صدقہ تھا جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کربلا میں کھڑے ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

پیاسا کھڑا وہ سر تسلیم خم کیے
یہ جانتے ہوئے بھی کہ دریا اسی کا ہے

کوئی مثال لاؤ ایسی کہ اس عمر میں بھی کوئی بچہ اتنے شعور کا مالک ہو۔

آپ یہ حقیقت بھی تاریخ کے اوراق سے کھرچ نہیں سکتے کہ حلیمہ سعدیہ کی سواریوں کی تیزی ان کے گھر میں انعاماتِ الٰہیہ کی فراوانی، دودھ کی کثرت، اور دیگر برکات، صرف ایک وجود کی، ہی ایک تشخص کی، اسی ایک ذات کی مرہون منت تھیں، جو ابھی مکلف ہونے کی بظاہر حیثیت میں نہ تھے۔ اب بھی آپ انہیں محمد ﷺ تسلیم نہیں کریں گے نہ کریں ہم تو کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے منکر تھے آپ ﷺ کے معجزات دیکھ کر

بھی انکاری تھے آپ ﷺ کا وجود، آپ ﷺ کی گفتگو، آپ ﷺ کا پیغام، آپ ﷺ کے مشن اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے اتنے متنفر تھے کہ مارنے اور مرنے پر تل گئے تھے جو آپ کو دکھ دینے، ایذا دینے اور پریشان کرنے میں لذت محسوس کرتے تھے، راستوں میں کانٹے بچھا بچھا کر حسرت دکھ دہی کی مذموم تکمیل پر خوشی و مسرت سے لبریز ہو جاتے تھے وہ جو گندگی بھری اونٹ کی اوجھ کے بوجھ تلے دبا کر قہقہے لگاتے تھے ان کو آپ ﷺ کی صفات عالیہ سے کیا کام ان کو آپ ﷺ کے حسن ظاہری اور حسن باطنی سے کیا مطلب اس کے باوصف وہ اپنی قیمتی اشیاء، اپنا قیمتی سامان، اپنے گھر کے اثاثے، کیوں آپ کے پاس امانت رکھتے تھے صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شخص ﷺ سے ہزار اختلاف سہی پھر بھی اس میں یہ اوصاف بتمام و بکمال موجود ہیں کہ کسی سے دھوکا نہیں کرتا کسی سے فریب نہیں کرتا اس لئے کہ وہ محمد ﷺ ہے۔

انہیں اس بات کا احساس بھی تھا وہ اتنے غبی بھی نہ تھے، وہ کور مغز بھی نہ تھے، وہ کند ذہن بھی نہ تھے، وہ سوچتے بھی تھے، کہ ہم جس کو (معاذ اللہ) پاگل، دیوانہ، مجنوں، ساحر، شاعر اور جادوگر کہتے ہیں، اس کی اتنی بدتعریفی کرتے ہیں اس میں اتنے عیب اور اتنے نقص نکالتے ہیں لوگ کیا کہیں گے کہ عجیب احمق لوگ ہیں ایک طرف اسے محمد ﷺ بھی کہتے ہیں اور دوسری طرف اس پر عیب جوئی بھی کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی خفت مٹانے کیلئے اپنی بے عزتی کا داغ اپنے چہروں پر ملنے سے بچانے کیلئے آپ کو محمد ﷺ کی بجائے مذمم کہنا شروع کر دیا۔ کیا یہ ان کا ذہنی و فکری اعتراف شکست نہ تھا؟ انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہ تھا کہ مذمم تو ہم اپنی خفت مٹانے کیلئے کہہ رہے ہیں، ہے تو وہ واقعی محمد ﷺ۔

وہ شخص جس کو حضور رحمت عالم ﷺ نے امت محمدیہ کا فرعون کہا وہ جو ایام جاہلیت میں ابوالحکم کہلاتا تھا یعنی انتہائی دانشور گویا وہ ایک طرف اپنے معاشرے کا ذہین ترین دانشور اور سمجھدار انسان تھا دوسری طرف دشمنی سرکار ﷺ میں اتنا غلو کا شکار تھا کہ اس قوم امت محمدیہ کے فرعون ہونے کا داغدار تھا وہ بھی تو کئی بار کہہ چکا تھا لوگو! مجھے اس شخص کے محمد

ﷺ ہونے میں کوئی شک نہیں میں اس کی ذات میں کیڑے نہیں ڈال سکتا اس لئے کہ جس کے دادا عبدالمطلب نے جس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے وہ واقعی محمد ﷺ ہے مجھے تو صرف اس کی تعلیمات سے انکار ہے۔

آپ کی صفات بھی محمد ﷺ ہیں

دنیا میں کوئی ذات ایسی نہیں جس میں کوئی صفت نہ ہو اچھی یا بری، نیک یا بد، سیاہ یا سفید، خوبصورت یا بدصورت، اعلیٰ یا ادنی، دانا و بینا یا بے وقوف و احمق، عالم یا جاہل، رحم دل یا ظالم، بہر حال کوئی نہ کوئی صفت تو موصوف میں ضرور ہوگی البتہ ان صفات کا کسی میں بتمامہ اور بکما لہ پایا جانا ضروری نہیں ہوسکتا۔ موصوف سخی تو ہوسکتا ہے لیکن اتنا نہیں ہوسکتا کہ اس کی مثال دی جا سکے۔ وہ متقی و پارسا ہوسکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں وہ لکھاری ہوسکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ اس کی تحریر پڑھے بغیر کسی کو چین نہ آئے۔ وہ عابد و زاہد بھی ہوسکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ اس کی عبادت و ریاضت پر لوگ یا خاندان فخر کر سکے۔ وہ ایک اچھا استاد تو ہوسکتا لیکن ایسا نہیں شاگرد تا دم زیست بھول نہ پائے۔

البتہ میرے ممدوح حضور سید عالم فخر آدم ﷺ میں پائی جانے والی ہر صفت اپنے موصوف میں اتنے کمال میں پائی جاتی ہے جس کی پوری دنیا میں مثال لانا ممکن ہی نہیں۔

آپ کی صفت نبوت و رسالت

یہ موضوع جتنا اہم ہے اتنا نازک بھی ہے۔ اہم اس اعتبار سے کہ امت محمدیہ کو فخر یہ بیان کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر محبت و الفت اور عقیدت بڑھاتا ہے جو عین ایمان ہے اور نازک اس اعتبار سے کہ تقابل کرتے ہوئے کسی دوسرے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی شان مبارک میں کوئی ایک جملہ یا لفظ و حرف زبان و قلم پر نہ آجائے جو تحقیر کے زمرے میں آئے جس کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے جس میں فرمایا گیا لا

تخیر و ابین الانبیاء ہمارے علماء اولین وسابقین اور سلف صالحین علیہم الرضوان نے فضیلت بیان کرنے کو منع نہیں فرمایا، البتہ تخیر بین الانبیاء سے منع فرمایا گیا حکم خداوندی بھی ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کہ اہل ایمان یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے جیسے یہود ونصاریٰ نے بعض انبیاء ورسل کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کیا اور بعض کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم سب کو مانتے ہیں ان کی عظمت ان کی شان سب تسلیم کرتے ہیں۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد

البتہ اسی سورہ بقرہ میں یہ آیت مبارکہ بھی ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ یعنی یہ وہ عظیم الشان رسول ہیں جن کے بعض پر بعض کو ہم نے فضیلت بخشی ان میں کچھ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور ان میں سے کچھ اور بھی ہیں جن کے ہم نے درجات بلند کر دیئے ہیں۔

اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے ممدوح ومکرم سید الانبیاء ورسل ﷺ کی فضیلت بیان کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت آدم علیہ السلام اور رسالت محمد یہ ﷺ

قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد ربانی ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ:31)

''کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اسماء کی تعلیم دی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دینا ان کو بطور شاگرد ربانی متعارف کرانا ان کا علوم وفضائل میں پایہ اتمام تک پہنچنا ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور اسی اعزاز کے پیش نظر تمام

فرشتوں کے سران کے حضور جھکا دینا معراج عظمت ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں سلام ہوں آپ ﷺ پر۔

ہمارے ممدوح مکرم ومعظم ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:113)

''یعنی آپ کو وہ کچھ سکھا دیا گیا جو آپ نہیں جانتے تھے''۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن)

''یعنی وہ رحمٰن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی اس نے عظیم الشان انسان کی تخلیق فرمائی اس کو بیان سکھایا''۔

ہمارے جد اکرم حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء ہوئی اور حضور ممدوح حضرت محمد ﷺ کو تعلیم حقیقت اشیاء عالمین ہوئی قرآن مجید کی تعلیم بھی خود خالق ارض و سما نے فرمائی آپ کا پہلا سبق ہی اقراء ہوا۔

حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام متعلم باری تعالیٰ ہوئے اور عالم اسماء کل ہوئے تو نتیجہ تمام فرشتوں کے مسجود ہوئے اور جن کو حقیقت عالم و عالمیان کی تعلیم دی گئی ان کی عظمت کا اندازہ یقیناً حد امکان سے ماوریٰ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء کلی کے بعد اس کو آگے تعلیم دینے کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی جبکہ ہمارے کریم ومہربان آقا ومولا ﷺ کو استاد عالم کل بنا دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ)

''یعنی یہ رسول معظم ومکرم تمہیں تعلیم کتب وحکمت سے بھی سرفراز فرمائے گا اور ایسے علوم ومعارف کی تعلیم بھی دے گا جو تم نہیں جانتے''۔

الکتاب یعنی قرآن حکیم جو خلاصہ جملہ شرائع الٰہیہ ہے اور جملہ کتب سماوی کا نچوڑ بھی ہے۔ ان تمام شرائع اور کتب کا ناسخ بھی ہے۔ یعنی ہدایت وحکمت کے حصول کیلئے وہ تمام

شریعتیں اور کتابیں اپنی جگہ حق وصداقت کی علامت ہوں بھی پھر بھی ان سے اخذ فیض نہیں کیا جا سکتا بلکہ فیوض و برکات روحانی و وجدانی اور فیوض و برکات دینی و دنیوی کیلئے اب رجوع صرف قرآن حکیم سے ہے اور اس کتاب سے فیض کے حصول کیلئے صرف اور صرف معلمِ کتاب وحکمت سے رجوع ہی جائز ہوگا جو صرف کتاب ہی نہیں سکھائے گا بلکہ اس میں پوشیدہ حکمتیں اور کائنات کے اندر سمائی ہوئی، چھپی ہوئی اور بکھری ہوئی حکمتوں کی تعلیم دے گا۔

السلام اے امی و استادِ کل
السلام اے صاحب ارشاد کل

حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ (طٰہٰ:115)

''یعنی ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گئے''۔

بھول ہو جانا ایک فطری امر ہے جو بشریت کا لوازمہ ہے لیکن اس میں بھی'' بھول ہو جانا'' اور ہے۔'' بھول جانا'' اور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوگئی جو فطرت انسانی ہے اور بھول جانا یہ غفلت کی علامت ہے جو شان نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوگئی جو معاف ہوگئی۔

بھول ہو جائے تو توبہ سے معاف ہو جاتی ہے اور اگر کوئی بھلا دے تو اس کی سزا کا انداز اتنا بھیانک ہے کہ اس کے تصور سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ (الحشر)

''یعنی ان نادانوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خود فراموش بنا دیا ہے یہی نافرمان لوگ ہیں''۔

اس آیت مبارکہ کی وضاحت وتشریح میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ بڑی اہم حقیقت کی طرف بڑے ہی دلنشین پیرائے میں متوجہ کیا جارہا ہے بتایا، جو خدا کو فراموش کر دیتا ہے وہ صرف خدا فراموش ہی نہیں ہوتا وہ خود فراموش بھی ہو جاتا ہے اسے اپنے نفع ونقصان کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہوتا وہ سوچتا ہے یہ کام اس کیلئے مفید ہوگا اس کی فارغ البالی کا سبب بنے گا اس کی عزت کو چار چاند لگائے گا اس کے اقتدار کو استحکام بخشے گا در اصل وہ کام اس کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ انسانی میں اس کی بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام جاری رکھا تا کہ کوئی بچہ ایسا جنم نہ لے سکے جو کل اس کے اقتدار کو مسمار کر دے۔ لیکن یہی اقدام اس کی غیر مقبولیت کا سبب بنا بنی اسرائیل بھی ہمیشہ کے لئے اس سے متنفر ہو گئے اپنی قوم میں بھی اس کی حیثیت ایک ظالم قاتل کی ہوگئی۔ ابوجہل، ابولہب اس لئے اسلام میں داخل نہ ہوئے کہ ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائیگی وہ اب قوم کے سردار ہیں مسلمان ہونے کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کا غلام بن کر رہنا پڑے گا کہ جو شخص خدا فراموش ہوتا ہے وہ خود فراموش بھی ہوتا ہے۔ اپنا خیر اندیش بھی وہی ہوتا ہے جو اپنے رب کے ذکر کی شمع کو روشن رکھتا ہے کس عمدگی سے ذکر الٰہی کے ترغیب دلائی گئی ہے۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۲۸ ـ ۲۹)

اس کو بھول جانا کہتے ہیں یہ انبیاء سے نہیں ہوسکتا ہاں بھول ہو جانا اور بات ہے جو فطرت بشریت ہے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق اسی بھول ہو جانے کا تذکرہ ہے جبکہ ہمارے آقا ومولا ﷺ کی عظمت دیکھئے ان سے بھول ہو جانے کی فطرت بشریت بھی ختم کر دی گئی کہ یہ عیب بھی لباس بشریت میں رہتے ہوئے بھی نہیں رہنا چاہیے کہ آپ کی ذات گرامی محمد ﷺ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ (اعلیٰ)

"ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ بھولیں گے نہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں سَنُقۡرِئُكَ فاعل خود باری تعالیٰ ہے جو المقری ہوکر حضور ﷺ کو حرفاً حرفاً پڑھانے والا ہے اور پھر خود ہی صفت نسیان کی نفی فرمانے والا ہے۔

یہاں ایک امر وضاحت طلب ہے کہ احادیث صحیحہ میں تین واقعات کا ذکر ملتا ہے جن میں حضور نبی رحمت ﷺ سے سہو کی نسبت کی گئی۔ ایک حدیث مبارکہ ذی الیدین میں آپ ﷺ کا دو رکعت میں سلام پھیر دینا اور دوسرا حدیث مبارکہ ابن الحینہ میں دو رکعت سے قیام فرمانا اور تیسری حدیث مبارکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں پانچ رکعت کا پڑھا جانا مذکور ہے۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ احادیث مبارکہ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى ۙ سے معارض نہیں ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ آیت مبارکہ میں نسیان ہے جس میں غفلت اور ذہن کی پراگندگی کا عنصر شامل ہوتا ہے جبکہ سہواً یہ بات نہیں ہوتی اس کی وضاحت بھی انہی میں سے ایک حدیث مبارکہ میں موجود ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے چار رکعت کے بجائے دو پر سلام پھیر دیا تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت یا رسول اللہ۔ کیا نماز ہی کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ ﷺ تو حضور عالم علم و حکمت ﷺ نے فرمایا و لیس کذالک ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہوا۔ انہوں نے عرض کیا حضور کچھ تو ہوا ہے کہ چار کی بجائے دو پڑھی گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ بھلا دیا گیا ہوں گویا بتانا مقصود تھا کہ یہ میرا بھلایا جانا بھی آپ لوگوں کی تعلیم کیلئے ہے کہ جب تم نماز پڑھتے ہوئے بھول جاؤ تو تم اس کمی کو اس خطا کو کیسے مکمل کرو۔ (او کما قال رسول اللہ ﷺ)

اللھم صل و سلم علیٰ حبیبۃ محمد و آلہٖ و بارک و سلم۔

۳۔ حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ و السلام کی توبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ (البقرہ:37)

"یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے رب کی طرف سے چند کلمات ملے تو اللہ تعالیٰ

نے آپ کی طرف نظر رحمت فرمائی"۔

گویا آپ کی وہ خطا جس میں لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا والی شان شامل تھی یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کی طرف سے اس خطا کرنے کا ارادہ نہیں پایا بس خطا ہونی تھی ہوگئی البتہ چونکہ بڑوں کی خطا بھی بڑی ہوتی ہے اس خطا کو معاف کرنے کیلئے چند کلمات تعلیم دیئے جوانہوں نے ادا کئے تو اللہ رب العزت نے ان پر نظر رحمت فرمائی۔

دوسری طرف حضور رحمت عالم و عالمیان ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (الشوریٰ)

"یعنی وہی اللہ تعالیٰ باطل کو مٹانے والا ہے اور حق کا اپنے کلمات سے ثابت کرنے والا ہے اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں بھی حضور معلم علم و حکمت ﷺ کو عطا کئے جانے والے کلمات کا ذکر ہے وہ کلمات تھے اکیلے حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کی معافی کیلئے اور یہ کلمات ہیں مجموعی طور پر باطل کو مٹانے کیلئے اور حق کو ثابت کرنے کیلئے اور اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے کیلئے سبحان اللہ کتنا واضح فرق ہے۔

اُن کلمات کا القاء آدم و حوا کی دعا کی قبولیت کیلئے تھا۔ اِن کلمات کا نزول قانون فطرت کے ثبوت کیلئے ہے یعنی باطل کا مٹانا عین قانون فطرت ہے اور حق کا ثابت ہونا بھی عین قانون فطرت ہے اور اس کا اپنے بندوں کی دعا کی قبولیت عمومی رحمت کی حسین جھلک ہے اور انعام حضور رحمت عالم ﷺ کے لئے خاص ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

۴۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضور رحمت عالم ﷺ ہر دو عظیم شخصیتوں کے حوالے سے قرآن پاک میں ایک شجرہ یعنی ایک درخت کا ذکر موجود ہے دونوں مقامات پر درخت کا تذکرہ کیجئے اور ہر دو درختوں کی حیثیت و اہمیت اور مقام و مرتبہ اور اس درخت کے حوالہ سے

ان ہر دو مبارک ہستیوں کا تذکرہ پڑھئے اگر واضح فرق دیکھ کر محبت رسول معظم ﷺ دیکھ کر جذبات محبت کے دھارے میں بہہ نہ جائیں تو فقیر کا گریبان حاضر ہے۔

ایک طرف ارشاد ربانی ہے۔

وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (البقرہ)

''یعنی اے آدم وحوا، تم دونوں کو یہ حکم ہے کہ تم دونوں نے اس درخت کے قریب بھی نہیں جانا ہے ورنہ اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے''۔

(لیکن ہوا یہ) کہ شیطان نے ان دونوں کو پھسلا دیا۔ (نتیجۃً) ان دونوں کو اس جنت میں سے (جس میں وہ رہتے تھے) نکال دیا اور ہم نے کہا اب زمین پر اتر جاؤ تم آپس میں بعض میں سے بعض کے دشمن ہو گے۔

الف۔ سب سے پہلا حکم۔ حکم امتناعی ہے کہ تم دونوں نے اس درخت کے قریب بھی نہیں جانا لیکن دونوں شیطان کے پھسلانے میں غیر اختیاری طور پر آ گئے۔

ب۔ درخت کے قریب جانے کی صورت میں اور حکم امتناعی پر عمل نہ ہونے کی صورت میں صرف ظالمین میں شامل ہونے کی خبر جو عملاً ہو گئی اور آپ دونوں اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

ج۔ حکم امتناعی پر عمل نہ ہونے کی صورت میں اور شیطان کے بہکاوے میں آجانے کی صورت میں جو نتائج نکلے وہ ہیں جنت سے نکلنا، زمین پر اترنا، ظالمین کی صف میں شامل ہونا، زمین پر رہنے کی صورت میں باہمی رنجشیں ناراضگیاں دشمنیاں گلے پڑ گئیں۔

دوسری طرف حضور سرور قلب و جاں، پاک و منزہ از نسیاں ﷺ کے حوالے سے ایک شجر ایک درخت کا تذکرہ ہے تلاوت فرمایئے۔

ارشاد گرامی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ (الفتح)

"یعنی اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کرر ہے تھے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہ بات کہ ان کے دلوں میں کیا ہے تو ان پر سکینہ اتاری گئی اور بہت جلد ان کو فتح قریب تک پہنچا دیا"۔

اس آیت مبارکہ میں بھی ایک شجر اور ایک درخت کا ذکر ہے جس شجر کی نسبت ایک اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ سے ہے۔ ہم سطور ذیل میں چند ایک امور پر گفتگو کرتے ہیں۔

الف۔ حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ تھا اس کے قریب تک جانے سے منع کر دیا گیا تھا اور اس درخت کے سائے میں حضور ﷺ اتفاقاً دوران سفر سایہ کی خاطر بیٹھ گئے اور عام سا ایک درخت جو کسی صحرا میں تھا صرف حضور سرور قلب و جان ﷺ کی نسبت سے عظمت وشان کا پیامبر بن گیا کہ چونکہ آپ اس درخت کے سائے میں بیٹھے ہیں اس لئے اب یہ کوئی عام سا درخت نہیں تھا بلکہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے اس شجر ممنوعہ یعنی جنتی درخت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی وہ جنتی عظیم تر درخت، یہ زمین کا ایک عام سا درخت بس ممدوح رب العالمین ﷺ کے اس کے نیچے بیٹھنے کی وجہ سے عظمت کا مینار بن گیا۔

ب۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا اس درخت کے قریب جانا ناراضگی رب العالمین کا سبب ہوا۔ خروج جنت، ہبط زمین اور کئی ایک دیگر عوامل کا باعث بن گیا جبکہ سرور ہر دو عالم ﷺ کا اس درخت کے نیچے بیٹھنا اصحاب رسول (ﷺ) رضی اللہ عنہم کا درخت کے سائے میں آ کر حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا بھی محمود ہو گیا اور رضوان الٰہی کی نعمت کے حصول کا ذریعہ بن گیا۔

ج۔ درخت کے نیچے بیٹھ کر رحمت عالم ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے ہوئے اہل ایمان کے دلوں کے جذبات جو بھی تھے ان سے واقف ہونے کا اعلان اتنے خوبصورت انداز میں کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ اتنے پاکیزہ مقدس اور جاں نثاری سے بھرپور تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کے دلوں کے رازوں کو نگاہِ پسندیدگی سے دیکھنا کتنا بھلا لگ رہا ہے۔

د۔ اس درخت کے نیچے حضور پرنور ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا صلہ نزول سکینہ، خوشنودیٔ فتح مبین کی خبر اور کثیر مال غنیمت کا ہاتھ میں آنا بہر حال نتائج قرب شجرہ ممنوعہ سے کروڑ درجہ بہتر ہیں۔

اگر چہ اس آیت مبارکہ میں اور بھی کثیر انعامات پر گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن خوف طوالت دامنگیر ہے ان چند میں رفعت شان ممدوح دو عالم ممدوح رب العالمین ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔

اللھم صل و سلم و بارک علی سیدنا محمد و آلہ و بارک و سلم۔

ر۔ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ایک خبر یوں ارشاد فرمائی

ارشاد گرامی ہے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (البقرہ:38)

"اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے"۔

دوسری جانب فرشتوں ہی کے حوالے سے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا تذکرہ بھی بڑا دلفریب و دلنواز اور دلگداز ہے ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (احزاب:56)

"کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی رحمت ﷺ پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں"۔

سبحان اللہ۔

آیئے چند لمحات کیلئے ان ہر دو آیات کے زمرے میں غور کرتے ہوئے محبت و عشق ممدوح کائنات ﷺ سے سرشار ہوتے ہیں۔

الف۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا اعتراف کراتے ہوئے فرشتوں کو جو سجدے کا حکم دیا تو اس کے فاعلین سجدہ صرف ملائکہ ہیں خود اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں جبکہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کیلئے صلوٰۃ کے فاعل کی حیثیت صرف فرشتوں کی نہیں بلکہ اس میں ذات باری تعالیٰ کی ذات خود بھی فاعل ہے حالانکہ بے نیازیٔ عالم اس کی شان لم یزلی ہے فاعل صلوٰۃ علی النبی ﷺ فرشتوں کی بامر ربی اعتراف عظمت مصطفوی ﷺ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فاعل صلوٰۃ ہونا صرف شفقت و محبت اور عطاو کرم کی بنیاد پر ہے۔ ﷺ

ب۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وقوع سجدہ ملائکہ صرف ایک بار ہوا اس سے پہلے یا اس کے بعد اس فعل کا صدور ملائکہ کی طرف سے کہیں مذکور نہیں نہ قرآن پاک میں اور نہ کسی حدیث مبارکہ میں البتہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کیلئے فعل صلوٰۃ کیلئے جو صیغہ قرآن پاک میں استعمال ہوا وہ فعل مضارع کا ہے جس کا فطری امر استمرار ہے یعنی مستقل طور پر ہوتے رہنا۔ معلوم ہوا کہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کیلئے صلوٰۃ کا نزول خواہ وہ ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہو یا فرشتوں کی طرف سے ہر دو طرف سے فعل استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی جبکہ تخلیق انوار محمدی ﷺ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تو تب سے تعریف مصطفیٰ ﷺ بلندی و رفعت شان مصطفیٰ ﷺ فرما رہا ہے اور جب سے ملائکہ کی تخلیق ہوئی ہے خواہ وہ ماضی بعید میں تھی یا ماضی قریب میں مسلسل ہو رہی ہے حال میں بھی جاری ہے اور استقبال میں بھی جاری رہے۔ ﷺ دائماً ابداً

ج۔ صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے استمرار اور دوام کی کیفیت بھانپ کر اہل علم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ وعلیٰ کی حمد و ثنا کائنات ارضی و سماوی کی ہر مخلوق کرتی رہتی ہے۔

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (اسراء:44)

''یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تسبیح وتحمید اور تہلیل میں ہمہ وقت مصروف نہ ہو''۔

لیکن قیامت آئے گی تو ہر چیز فنا ہو جائے گی تو کوئی تسبیح وتحمید بیان کرنے والا زندہ نہ رہے گا حتیٰ کہ موت کو بھی موت آجائیگی لیکن صرف ایک ذات ہے جسے موت نہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن)

''یعنی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور اے محبوب (ﷺ) صرف تیرا رب صاحب جلال واکرام ہی باقی رہے گا''۔

گویا اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف اور حمد وثنا بیان کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور اے محبوب ﷺ! صرف تیرا رب صاحب جلال واکرام رہے گا (شائید اس کا مفہوم یہ ہو، کہ تیرا حمد وثنا اور توصیف وتکریم اور صلوٰۃ بھیجنے کا عمل جاری رکھنے ولا باقی رہے گا)۔ واللہ اعلم و رسولہ با لصواب۔

اللھم صل و سلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔

د۔ فرشتوں کو حکم سجدہ کرنے کے پس منظر میں جو سابقہ آیات میں بیان ہوا وہ علم آدم علیہ السلام ہے جب فرشتے علم کے معاملے میں اپنے عجز کا اظہار کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی فوقیت علم کو علت بنا کر فرشتوں کو حکم سجدہ ارشار فرمایا لیکن حضور پرنور ﷺ کی تعریف وتوصیف یا طلب عطا اور رحمت کیلئے جو حکم دیا گیا ہے اس میں کوئی علت بیان نہیں کی گئی کہ چونکہ وہ وجہ تخلیق کائنات ہیں اس لئے ان پر صلوٰۃ بھیجو چونکہ امام الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے ان پر صلوٰۃ بھیجو چونکہ وہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے سزاوار ہیں اس لئے ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ یعنی کوئی علت بیان نہیں کی گئی کیونکہ ان کی کوئی ایک صفت ہو جو بہت قابل تعریف ہو تو اس کا ذکر کیا جاتا چونکہ ان کی ہر ادا، ان کا ہر فعل، ان کا ہر قول، ان کا ہر امر قابل صد تحسین ہے، قابل تعریف ہے، قابل صد ستائش ہے، اس لئے کسی ایک دو صفت کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ فرمایا چونکہ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں اس لئے ان کے حضور صلوٰۃ بھیجے

رہا کرو۔

د۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم سجدہ کی تعمیل میں ایک استثناء بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہر فرشتے نے سر جھکا دیا صرف ایک ابلیس تھا جس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حکم خداوندی کوئی معمولی امر تو نہ تھا لیکن کسی ایک کا بھی اس حکم کو نہ ماننا خوب کھٹکا اس انکار کی جو سزا ملی وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن حکم عدولی کا فعل انتہائی گستاخی پر محمول کیا گیا لیکن جب محبوب ذوالکرم والاحسان ﷺ کے حضور صلوٰۃ بھیجنے کی بات آئی تو ان گنت فرشتوں میں سے ایک بھی نہیں جس نے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ ثناء ہ‘ علیه عند الملئکة۔ کہ وہ ملائکہ کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے فرشتوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے محبوب ﷺ کی شان و عظمت کی بلندی کی دعا کرتے رہتے ہیں اہل ایمان کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ اور ان کی آل اولاد کیلئے طلب رحمت و برکت کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور ہمارے محمود و مطلوب و مقصود حضرت محمد ﷺ کی شان و صفت، نبوت و رسالت ہر اعتبار سے بلند ہے ارفع و اعلیٰ ہے۔

صلی اللہ علی حبیبه محمد و آلهٖ اصحابه وبارک وسلم۔ دائماًابداً

حضرت ادریس علیہ السلام اور ہمارے ممدوح
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کا اسم گرامی اخنوخ ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ سب سے پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث ابن آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے قلم سے آپ ہی نے لکھا، کپڑوں کو سینا آپ ہی نے شروع کیا اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں اوڑھتے تھے۔ ہتھیار، ترازو، اور اوزار بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بنائے۔ علم نجوم و حساب آپ ہی نے شروع کیا، آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ آپ کتب الٰہیہ کا بہت درس دیتے تھے اسی سے آپ کا لقب ادریس مشہور ہوا یعنی بہت زیادہ درس دینے والے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا دور امامت و نبوت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کا ہے۔ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت الیاس علیہ السلام کوئی علیحدہ نبی نہیں بلکہ یہ نام بھی حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے اس لئے ہم اس مقام پر دونوں ناموں کے حوالے سے ایک جگہ پر تذکرہ کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ (مریم:56)

ا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ (مریم)

یعنی "حضرت ادریس علیہ السلام واقعۃً سچے اور راست گو نبی تھے"۔

یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حصہ میں بھی آیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ۔ (مریم:41)

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ (مریم)

"کتاب میں ابراہیم علیہ السلام وہ بھی واقعۃً سچے اور راست گو نبی تھے"۔

یوں تو سارے انبیاء کرام ہی سچے تھے اپنے قول میں، اپنے فعل میں، اپنے عمل و کردار میں، اپنے پیغام میں، ہر اعتبار سے سچے تھے، لیکن حضور مخدومی محترمی محمود و مقصود من حضرت محمد رسول ﷺ کی نبوت و رسالت میں صفت و صداقت ایسے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ کوئی بدترین دشمن بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (زمر)

اس مقام پر اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد پیکر صداقت ممدوح کائنات ارضی و سماوی ﷺ ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق وصدق بہ کے فاعل بھی آمنہ کے لال چودہ طبق کے والی حضور پر نور ﷺ ہیں یعنی پیغام حق و صداقت لے کر آئے اور اس کے حق اور سچ ہونے کی خود بھی تصدیق کی اور آپ کی اطاعت و اتباع میں جس جس نے بھی اس کی تصدیق کی وہ سب مل کر وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی صداقت، راست گوئی اور سچائی کے تذکرے میں آپ کے پیغام کی تصدیق کرنے والے آپ کے امتیوں کی صداقت کا کوئی تذکرہ نہیں جبکہ ممدوح ہر دو عالم ﷺ کی سچائی، راست گوئی، اور صداقت کے ساتھ اسی آیۃ مبارکہ میں آپ کے پیغام حق و صداقت کی تصدیق کرنے والوں کا تذکرہ فرما کر متقی و پرہیز گاری کا نورانی تاج ان کے سروں پر سجا دیا۔ سبحان اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۲۔ حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ (مریم)

"ہم نے انہیں علو مرتبت عطا کیا"۔

یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔ صحیح بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سید عالم معراج کے دلہا ﷺ نے معراج کی شب حضرت ادریس علیہ

السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپ سے ملاقات فرمائی۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا میں موت کا مزا چکھنا چاہتا ہوں تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ انہوں نے حکم کی تعمیل کی آپ کی روح مبارک قبض کر کے آپ کو واپس لوٹادی آپ زندہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اب مجھے جہنم دکھاؤ تا کہ مجھے خوف الٰہی زیادہ ہو چنانچہ یہ بھی کیا گیا اور آپ جہنم پر سے گزر گئے پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا مجھے جنت دکھاؤ تا کہ میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بندہ بن جاؤں چنانچہ یہ بھی کر دیا گیا اور آپ کو جنت میں پہنچا دیا گیا تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے عرض کیا حضور! اب آپ واپس تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا: میں تو اب یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران:185)

''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے'' وہ میں نے چکھ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:71)

''تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو جہنم پر سے نہ گزرے'' وہ بھی میں گزر گیا اب میں جنت میں پہنچ گیا ہوں۔

اس لئے میں اب جنت میں جا کر باہر دنیا میں نہیں جاؤں گا حضرت عزرائیل ملک الموت علیہ السلام کی پریشانی دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے اذن سے ہی کیا ہے اس لئے اب آپ جنت ہی میں رہیں گے چنانچہ آپ جب سے جنت میں ہی ہیں۔ کنزالایمان ص495

اس گذشتہ آیت مبارک میں اور گذشتہ مذکور واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۝ ''آپ کی رفعت مکان علیا کی ہے'' جس پر آپ جب سے اب تک فائز ہیں۔

رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب ہم رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو آپ کی صفت نبوت و رسالت ہے۔ جس میں آپ تمام انبیاء ورسل سب میں ممتاز ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانشراح میں دیگر انعامات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح)

''اور ہم نے آپ کے ذکر کو آپ ہی کی خاطر بلند کر دیا''۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (یوسف)

''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات کو بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے''۔

اگرچہ یہ تذکرہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اصول اور ایک حقیقت بیان کر دی ہے کہ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ہر علم والے سے بڑھ کر دنیا میں علم والا موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا دنیا میں موجود ہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ ذات باری تعالیٰ تک جا پہنچا ہے کہ اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔

درجات کا سلسلہ اگر علم کی دنیا تک محدود نہ رکھا جائے تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر حسین سے بڑھ کر دنیا میں حسین موجود ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ جمیل کی شان والی ذات تک جا پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک شخص حسین ہے اس کے حسن کے سحر میں محو بیٹھے ہوں تو ایک اور حسین سامنے آ جاتا ہے اور اس حسن کے انداز میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور سامنے آ جاتی ہے جو پہلے سے زیادہ ہوتی ہے اور بعض اوقات تو ہم تقابل کرتے ہوئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس حسین میں پہلے حسین سے کون سا عضو زیادہ حسین ہے بس حسن کی ایک جھلک ایسی ہوتی ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتی اسی طرح یہ سلسلہ آگے آگے بڑھتا چلا جاتا

ہے حتیٰ کہ اللہ جمیل و یحب الجمال شان والے خالق حسن واداتک جا پہنچتی ہے۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا، تیرے خالق حسن وادا کی قسم

ہر طاقت والے سے بڑھ کر طاقت والا، ہر بڑے اختیار والے سے بڑھ کر اختیار والا، ہر حسن تدبیر سے بڑھ کر حسن تدبیر کرنے والا، ہر حسن تکلم سے بڑھ کر حسن تکلم والا، ہر صفائی پسند سے بڑھ کر صفائی پسند، ہر دولت مند سے بڑھ کر دولت مند، اسی طرح ہزاروں نہیں لاکھوں شعبہ ہائے زندگی کی بکھری رعنائیوں میں ڈوبنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ بات کہاں پہنچتی ہے اور ہر کمال، ہر خوبی، ہر حسن کی انتہا اس ذات والاصفات تک پہنچتی ہے جو ان سب کا خالق ہے اور دوسری طرف ساری مخلوقات کی رعنائیوں کی انتہا اور آخری نکتہ اور ذات باری سے نیچے بہت نیچے صرف ایک ذات ہے جو میری اور تیری ممدوح ہے ممدوح کائنات ہے اور ممدوح رب کائنات ہے جو مخلوق میں سب سے ارفع، سب سے اعلیٰ، سب سے بلند، سب سے حسین، سب سے جمیل، سب سے علیم، صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

میں نے یہ اپنے بڑوں سے سنا ہے
کہ صرف ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

☆☆☆

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نورالقمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اتانی جبرائیل وقال ربک یقول اتدری کیف رفعت ذکرک قلت اللّٰه تعالی اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معي۔

یعنی ایک روز جبرائیل علیہ السلام حاضر اقدس ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ذکر کیسے بلند کر دیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ ذکر بلند کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے تو جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "آپ کا ذکر اس انداز سے بلند کر دیا گیا ہے کہ اب جہاں میرا ذکر ہوگا وہیں تیرا ذکر بھی ہوگا"۔

اسی حدیث پاک کی روشنی میں دیکھا جائے تو کوئی شخص مسلمان ہونے کیلئے صرف توحید باری تعالیٰ کی شہادت دینے پر مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک رسالت مصطفوی ﷺ پر ایمان اور آپ کی عظمت ورفعت کا اقرار زبان اور دل سے نہ کرلے۔ شہادت توحید ذات الٰہی اور رسالت محمد ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سر نیاز جھکانے کا طریقہ بھی وہی اختیار کرنا ہوگا جو حضور معلم انسانیت ﷺ نے متعین فرمایا ورنہ مشرکین بھی جو بتوں کو پوجتے تھے تو ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ۔ لِيُقَرِّبُونَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے لیکن واضح فرمایا کہ اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے نہ ستاروں کے حضور سر جھکائے، نہ چاند اور سورج کے حضور، نہ لات ومنات کے حضور اور نہ کسی کی عظمت و جبروت کے حضور بلکہ بتایا گیا کہ یہ راستے نہ پہلے اس تک پہنچانے والے تھے نہ اب ہیں بلکہ تمام غلط ہیں اور گمراہی کے گڑھے تک لے جانے والے ہیں۔ ذات واحد تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ وہ راستہ ہے جو میرا محبوب ﷺ بتادے بلکہ اگر کوئی تلاش رب میں عرش تک آنے کی بھی کوشش میں مصروف ہے تو اسے بھی کہہ دیا جائے کہ اب تمہیں عرش پہ آنے کی ضرورت نہیں اب تم اس کے پاس جاؤ جس نے عرش بھی دیکھ لیا ہے اور عرش والا بھی دیکھ لیا ہے اور انہوں نے بھی فرمایا۔ صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ، نماز پڑھنے کے اوقات، نماز کے ضروری مسائل، نماز کیلئے شرائط، یہ سب کچھ انہی کے بتائے ہوئے انداز ہیں۔ نماز کیلئے اعلان ہوگا تو اس اعلان میں بھی توحید کی شہادت کے ساتھ رسالت محمدی ﷺ کا بھی اعلان اتنی ہی بلند آواز سے کیا

جائے گا نماز میں جو کچھ پڑھا جائے گا وہ بھی انہی کا بتایا ہوا ہوگا اس میں ذرا سا ردو بدل بھی گوارا نہیں اگر کوئی قیام میں تشہد اور تشہد میں سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اگرچہ جو کچھ اس نے پڑھا وہ نماز ہی کا حصہ ہے اس کے باوجود صرف ترتیب ہی بدل دینے کی وجہ سے ایسی نماز اس کے منہ پر دے ماری جائیگی۔

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ متصل کر دیا ہے۔ نماز اور دیگر امور عبادت میں بھی انہی کی ذات کو سامنے رکھا جائے گا۔ نماز میں سمت قبلہ کا تعین بھی انہی کے ایماء پر ہوا۔ سمت قبلہ بدلنے کے پس منظر میں جو سبب مضمر تھا وہ یہ تھا۔ لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ کہ پتہ چل جائے کون ہمارے محبوب و محمود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاطر قبلہ کو چھوڑتا ہے اور کون قبلے کی خاطر میرے محبوب و محمود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑتا ہے۔

زکوٰۃ، صوم، حج غرضیکہ ہر فرض عبادت میں بھی انہی کو سامنے رکھا جائے گا۔ سیاست، میں، کاروبار حیات میں، تعلیم و تعلم میں، تربیت و اصلاح میں، بچوں کو پالنے میں، بیوی سے تعلقات میں، خویش و اقرباء کے تعلقات کو برقرار رکھنے میں، اڑوس پڑوس میں بسنے والوں کے ساتھ زندگی گزارنے میں، ملکی و غیر ملکی۔ اپنوں اور بیگانوں، قانونی، سول یا فوجداری، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں صرف انہی کو مطاع اور متبوع قرار دیا جائے گا۔ ہم نے اسی انداز میں اپنے محبوب ﷺ کے نام کا گھر گھر، بستی بستی، قریہ قریہ، کو بہ کو، چرچا کرنا ہے۔ زندگی کے جس شعبہ سے بھی کوئی تعلق رکھتا ہو ہم نے اپنے محبوب ﷺ کا نام اس کے اس اس شعبہ سے ایسا چسپاں کر دیا ہے کہ کوئی ان کے ذکر کے بغیر چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی زندگی نہیں گزار سکتا۔

باپ نے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ جو تربیتی سلوک برقرار رکھنا ہے وہ بھی آپ ﷺ سے پوچھے۔ بیٹے، بیٹی کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیلئے انہی ﷺ سے راہنمائی لینا ہوگی خاوند کو بیوی کے ساتھ، بیوی کو خاوند کے ساتھ، بھائی کو بھائی کے ساتھ اپنے

دوست کے ساتھ اپنے دشمن کے ساتھ جو جو سلوک روا رکھنا ہے اس میں کسی کی اپنی مرضی نہیں چل سکتی ہے۔ ہر شخص کیلئے حسن عمل کا بہترین انداز آپ ﷺ کی حیات ہے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے خول سے جو باہر نکلے گا اس کا اپنے مالک و خالق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری مخلوق اس کے محبوب ﷺ کے حق میں ہی رنگی جائے۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ
سارے عالم پر چھڑک دو گنبد خضریٰ کا رنگ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۝ اے محبوب ﷺ! ہم آپ ﷺ ہی کی خاطر آپ کا ذکر عرب کے ریگزاروں سے، شرق و غرب تک، بلکہ فراز عرش سے بھی آگے تیرے پاک ذکر کی بہار ہوگی، جہاں جہاں خالق کائنات کا ذکر ہوگا وہاں وہاں باعث تخلیق کائنات ﷺ اور وجہ تکوین کائنات ﷺ کے ذکر کے زمزمے فردوس گوش ہوں گے۔ غم و آلام کی سیاہ رات کی سحر ہوگی، شدائد و مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹائیں چند لمحوں، چند مہینوں اور چند سالوں تک چھٹنے والی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب آفتاب ایسا طلوع ہوگا کہ سب اہل نظر کی نظریں تیری راہوں پر لگی ہوں گی اہل دل آپ ﷺ کی راہوں میں اپنے دل فرش راہ کئے ہوئے ہوں گے۔

فراز عرش سے لے کر حریم دل کی دھڑکن تک
خلق ساری قدم چومے، حکومت ہو تو ایسی ہو

جن حالات میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اگر ان حالات کا جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جان کے دشمن ہیں راہوں میں کانٹے بچھانے والے سر پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر جمع کر کر کے پھینکنے والے غیر نہیں اپنے ہیں۔ بات بات پر طنز کے تیر چلانے والے اور تیر بھی ایسے کہ سیدھے دل تک اتر جانے والے آپ ﷺ کے چاہنے والوں کی زندگی اجیرن کر دینے والے ان کی زندگیاں عبرت کا سامان بنانے والے وہی اہل

مکہ ہیں جن کا کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ سے دور و نزدیک سے کوئی نہ کوئی رشتہ بنتا ہے سارا مکہ اس کی راہ میں دیوار ظلم بن کر کھڑا ہے کہ کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے لیکن وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ کے پیش نظر اس ماحول میں اعلان ہو رہا ہے کہ اے محبوب ﷺ! یہ دشمن، یہ ظالم، اور یہ سب مخالفین اپنی تمام ظلم کی تدابیر آزمالیں یہ سارے تیر اپنے ترکش کے چلالیں یہ اپنی ساری سازشیں پھیلالیں آخر ایک وقت بہت جلد آنے والا ہے کہ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کہ ہر پہلے دن سے دوسرا دن تیرے لئے خوشخبریوں، رفعتوں، بلندیوں، کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوگا اور آپ ﷺ کا نام، آپ ﷺ کا ذکر، آپ ﷺ کا پیغام سربلند ہوگا اور ہوتا ہی رہے گا۔

نورخدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھا یا نہ جائے گا

اور اب یہ عالم ہے کہ اپنے تو رہے اپنے، اب تو بیگانے ایک تعصب کی چال میں مست رہنے والے اور ہر رنگ میں مخالفت کا جامہ اوڑھنے والے بھی خراج عقیدت پیش کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔

رفعت ذکر مصطفوی ﷺ کی بہار دیکھنی ہو تو اس کی ہلکی سی جھلک یوں بھی نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ جس جس کو نسبت ہوتی گئی وہ بھی اور اس کی تاریخ اس کا کردار، اس کا ذکر، اس کی بات، اس کا قول و فعل لوگوں کیلئے مشعل راہ بن گیا۔

پہلے دن آپ کی صداقت و امانت آپ کی عظمت و رفعت تسلیم کرنے والوں سے لے کر آج اس پندرہویں صدی کے پہلے چوتھائی حصہ میں بھی ایمان لانے والوں تک کی پوری زندگی صفحات تاریخ اپنے اندر محفوظ کرنے لگے۔ ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر کو کون جانتا تھا، خطاب کا بیٹا عمر، عفان کے بیٹے عثمان، عوف کے صاحبزادے عبدالرحمٰن جیسے بڑے بڑے سرداروں سے لے کر خبیب، بلال، یاسر، سلیمان، وغیرہ کی زندگیاں روشن ہوگئیں (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔ دنیا ان کے ناموں کی روشنی کی جھلک اپنے گھروں کی

چاردیواری میں ہمہ وقت دیکھنے میں فرحت محسوس کرتی ہیں۔لوگوں سے پوچھو اس کالے سے موٹے ہونٹ والے، چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے، پھدے قد والے، گھنگھریالے بالوں والے، لکنت زدہ زبان والے میں کیا چاشنی نظر آئی تمہیں کیا حسن نظر آیا، تمہیں کیا لطافت نظر آئی، کیا اپنے حسن و جمال کے شاہکار بچے کو تو بلال کہہ کر بلاتا ہے۔ظاہری حسن و جمال کے اس پیکر کو اس غلام سے کیا نسبت تو کہتا ہے مجھے اس سے سروکار نہیں اس کا رنگ کیسا تھا، اس کی زبان کیسی تھی، اس کی شکل کیسی تھی، تو اس کی اس ادا پہ مرمٹا ہوں کہ وہ بلندیوں اور رفعتوں کی شان والے میرے ممدوح میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر، پیغام پر اور آپ ﷺ کے ارشادات پر مرمٹنے کیلئے جان کا نذرانہ ہتھیلی پہ لئے بیٹھا نظر آتا ہے۔

تیری نسبت نے سنوارا میرا انداز حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگِ دنیا ہوتا

میں اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پوچھتا ہوں بلال تم کیا ہو؟ تیری زبان سے نکلا ہوا جملہ آج بھی ساری دنیا میں گونج رہا ہے، تیرا نام، تیرا ذکر، تیری حیثیت اتنی بلند کیسے ہوگئی؟ کیا واقعی تم اتنی ہی شان و منزلت کے مالک ہو؟ تو وہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کے فیض ولطف سے میں ہوں جہاں میں سرفراز
میری بلند قامتی آپ کے دم قدم سے ہے

یوں تو قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا مقدس ازلی و ابدی اور لازوال کلام ہے لیکن جب سے اس کا نزول ہوا ہے جب سے وہ آیات مبارکہ جن میں بلاواسطہ آپ سے خطاب ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ مسلسل زیر تلاوت ہیں اور کوئی ان سے صرف نظر نہیں کر سکتا اور جب آپ کے رب نے ارشاد فرمایا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (بقرہ:25)

"اے میرے محبوب ﷺ! تم اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو"۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ (بقرہ:97)

"اے میرے محبوب ﷺ! تم کہہ دو کہ جو بھی جبریل کا دشمن ہے"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا (بقرہ:104)

"اے ایمان والو! میرے محبوب ﷺ کو آئندہ راعنا کہ کر اپنی طرف ملتفت نہ کرنا بلکہ کہا کرو" انظرنا "یعنی ہمارے حال زار پر نظر کرم فرمائیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (بقرہ:119)

"کہ اے میرے محبوب ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے"

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا (بقرہ:135)

"اے محبوب ﷺ! تم فرما دو بلکہ ملت ابراہیم حنیف تھی"۔

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ (بقرہ:140)

"اے محبوب ﷺ! آپ فرما دیں کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے"۔

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ:142)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیں اللہ ہی کیلئے ہے مشرق اور مغرب بھی"۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ (بقرہ:144)

"اے محبوب و محمود و ممدوح محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا"۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ:144)

"تو اب آپ ﷺ اپنا چہرہ انور و مبارک مسجد حرام کی طرف پھیر لیں"۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ (بقرہ:145)

"اے میرے محبوب ﷺ اگر تم ان اہل کتاب کیلئے ہر وہ نشانی لے آؤ جس کا یہ

مطالبہ کرتے ہیں پھر بھی یہ تیرے قبلے کو نہیں مانیں گے"۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ (بقرہ:147)

"حق تو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے ہے"۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ:149)

"کہ تم جہاں سے بھی نکلو اب تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو"۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (بقرہ:186)

"جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے حوالے سے پوچھیں تو آپ ﷺ کہہ دیں میں تو قریب ہوں"۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ (بقرہ:189)

"آپ ﷺ سے چاندو کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ فرما دیں کہ یہ تو لوگوں کے لئے اور ارکان حج وغیرہ کی ادائیگی اوقات معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہیں"۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (بقرہ:204)

"دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی بات دنیاوی زندگی میں آپ ﷺ کو اچھی لگے گی"۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ (بقرہ:211)

"آپ ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھیں ہم نے ان کو کتنی روشن نشانیاں عطا فرمائیں"۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (بقرہ215)

"آپ ﷺ فرما دیں کہ تم جو کچھ بھی چیز خرچ کرو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کیلئے ہے"۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ (بقرہ:217)

"آپ ﷺ سے حرمت والے مہینوں کے بارے میں پوچھتے ہیں"۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (بقرہ:219)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں حکم پوچھتے ہیں"۔

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ (بقرہ:219)

"آپ ﷺ فرمادیں ان دونوں میں بڑا گناہ ہے"۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (بقرہ:219)

"آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں"۔

قُلِ الْعَفْوَ (بقرہ:219)

"آپ ﷺ فرمادیں جو فالتو بچے وہ خرچ کردو"۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى (بقرہ:220)

اور آپ ﷺ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ (بقرہ:220)

"آپ ﷺ فرمادیں ان کی اصلاح کرنا ہی بہتر ہے"۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (بقرہ:222)

"آپ ﷺ سے حیض کے دنوں کے بارے میں پوچھتے ہیں"

قُلْ هُوَ اَذًى (بقرہ:222)

"آپ ﷺ فرمادیں وہ ناپاکی ہے تکلیف ہے"۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (بقرہ)

"اور مومن کو خوشخبری سنادیں"۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى (بقرہ:246)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ نے نہیں دیکھا وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کے گروہ کو"۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾ (بقرہ)

"یہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ ہیں جو ہم حق کے ساتھ آپ ﷺ پر تلاوت کرتے ہیں اور آپ ﷺ یقیناً رسولوں میں سے ایک ہیں"۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (بقرہ:258)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی تھی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑ رہا تھا"۔

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (بقرہ:272)

"اے محبوب ﷺ! ان کو ہدایت دینا آپ ﷺ پر لازم نہیں ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت عطا فرمادے"۔

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ (آل عمران)

"ہم نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ جو تصدیق کرتی ہے اسکی جو جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل فرمائی"۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (آل عمران:7)

"وہی ہے جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی جس میں کچھ آیات مبارکہ صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنیٰ میں اشتباہ ہے"۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

"آپ ﷺ کافروں سے کھل کر کہہ دیں کہ بہت جلد تم مغلوب ہو گے شکست خوردہ ہو جاؤ گے اور تمہیں جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔ (آل عمران)

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ (آل عمران:15)

''اے ہمارے محبوب ومطلوب ومحمود وممدوح صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے فرمادیں کیا میں اس سے زیادہ بہتر چیز کے بارے میں بتاؤں''۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ (آل عمران:20)

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اگر وہ تم سے حجت کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں میں نے اپنا چہرہ اللہ کے حضور جھکادیا ہے اور وہ جو میرے نقش قدم پر چلے''۔

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ (آل عمران)

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب اور ان پڑھوں سے فرمادیں کیا تم (تعلیمات ربانی) کو قبول کرتے ہو پھر اگر وہ قبول کرلیں تو وہ ہدایت یافتہ ہوگئے اور اگر وہ پھر جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تک پیغام پہنچادینا تھا (وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچادیا) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے''۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کی طرف جن کو کتاب کا کچھ حصہ عطا کیا گیا ان کو کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے پھر ان میں سے ایک گروہ پھر گیا اور وہ ہیں ہی پھر جانے والے''۔ (آل عمران)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ (آل عمران)

''اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ناں! اے ساری مملکت کے بادشاہ! تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جس کو چاہے عزت عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل ورسوا کرکے رکھ دیتا ہے خیر تیرے ہی

ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (سوچتا ہوں، وہ بے نیاز مالک، ایسے بے نیاز غنی و بے پرواہ مالک کو جس کا کسی کے بغیر کوئی کام رکتا نہ ہو اور اس کے بغیر کسی کا کوئی کام ہوتا نہ ہو وہ بے نیاز اتنی تعریفوں کا مالک اتنے اوصاف کا مالک اپنے محبوب ﷺ سے اپنی تعریف سن کر کتنا خوش ہوتا ہوگا یہ تو محبوب و محب کی بات ہے)۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ (آل عمران:29)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیں تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے"۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیں اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو پھر میرے نقش قدم پر چلو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ۝ (آل عمران)

"آپ ﷺ فرما دیں کہ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی پھر اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا (یعنی اطاعت اللہ اور رسول سے انکاری کفر ہے)"۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۝ (آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کے پاس علم آ چکنے کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کرے تو آپ

ﷺ اس سے کہ دیں کہ تم اپنے بیٹوں کو بلالو ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلالو ہم اپنی عورتوں کو بلا لیتے ہیں تم خود بھی آ جاؤ ہم بھی آ جاتے ہیں پھر ہم مقابلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں"۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ (آل عمران)

"بے شک یہی حق کی پہچان ہے اس کے سوا کوئی معبود والہ نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے حکمت والا ہے"۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ (آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر اکٹھے ہو جاتے ہیں جو ہم میں اور تم میں مشترکہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں کوئی بھی کسی کو اپنا رب نہ تسلیم کرے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہی ہیں"۔

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ (آل عمران:73)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی دراصل ہدایت ہے"۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ (آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں فضل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا علم والا ہے''۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا (آل عمران:75)

''اور اہل کتاب میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو آپ ﷺ ایک بھر پور خزانہ بھی امانت کے طور پر دے دیں تو وہ اس کو امانت سمجھ کر واپس کر دے گا اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھیں وہ واپس نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ﷺ اس پر سوار نہ رہیں''۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۠ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ (آل عمران:84)

''اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیں ہم ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہوا ابراہیم پر اسماعیل پر، اسحٰق پر، یعقوب پر (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اور جو کچھ دیا گیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اور دوسرے انبیاء کرام کو جو ان کے رب کی طرف سے تشریف لائے ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم ان سب کو مانتے ہیں''۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٣﴾ (آل عمران)

''اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیں اگر تم سچے ہو تو لاؤ تورات ہمارے

سامنے اور اس کو پڑ "ہو"۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾

(آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیں اے اہل کتاب! تم آیات الٰہیہ کا کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو ہر اس بات پر گواہ ہے"۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾

(آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں اے اہل کتب! جو شخص ایمان لاتا ہے تم اس کے راستے میں کیوں رکاوٹ بنتے ہو ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہو اور تم اس بات پر شاہد بھی ہو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے غافل نہیں ہے"۔

تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِٱلْحَقِّ ۗ وَمَا ٱللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٨﴾ (آل عمران)

"یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ آپ ﷺ پر تلاوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں کرتا"۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ ٱلْمُؤْمِنِينَ مَقَٰعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾

"اور اے محبوب ﷺ! یاد کرو جب تم صبح کے وقت اپنے دولت کدہ سے نکل رہے تھے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا بزدلی کا اور اللہ تعالیٰ ہی سنبھالنے والا ہے اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے"۔ (آل عمران)

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:144)

"اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی کئی رسول تشریف لا چکے ہیں"۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ (آل عمران)

"یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان کیلئے نرم دل ہیں اگر آپ ﷺ تندمزاج اور سخت دل ہوتے تو یقیناً آپ ﷺ کے ہاں سے بھاگ جاتے تو آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں اوران کی شفاعت و سفارش فرمائیں اور ان کو مشوروں میں شریک فرمائیں اور جب آپ ﷺ کسی بات کا پختہ ارادہ فرمالیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے"۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا جب ایک عظیم الشان رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات مبارکہ کی تلاوت فرماتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگر چہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے"۔ (آل عمران)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ (آل عمران)

"اے محبوب ﷺ! اگر یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ سے پہلے بھی کئی رسولوں کو جھٹلایا جاچکا ہے وہ بھی روشن دلائل صحیفوں اور روشن کتاب کے

ساتھ تشریف لائے تھے"۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (النساء)

"یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ داخل ہوگا باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (النساء)

"اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اس کی حدود سے تجاوز کیا اس کو آگ میں داخل کیا جائیگا ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کیلئے بڑا ہی ذلیل کرنے والا عذاب ہے"۔

یہ آیات مبارکہ صرف پہلے چار پاروں سے انتخاب ہیں جن میں بلا واسطہ حضور پرنور میرے ممدوح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک بیان کی گئی ہے اس میں کسی تاویل کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں سینکڑوں آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں حضور سراپا نور ﷺ کے اوصاف حمیدہ و مدارج عظیم کا تذکرہ ہے ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی تلاوت کرتے ہوئے ان آیات مبارکہ کو درمیان میں حذف کر سکے جو شخص بھی تلاوت قرآن پاک کرے گا خواہ وہ عقیدۂ محبت سے تلاوت کرے یا معاندانہ نظر سے پڑھے وہ ان آیات مبارکہ کو تلاوت کئے بغیر رہ نہیں سکتا اسی طرح سارا قرآن پاک کسی نہ کسی انداز سے ذکر مصطفیٰ ﷺ سے بھرا ہوا ہے۔ کہیں بلا واسطہ ان کے اوصاف جمیلہ بیان کئے گئے ہیں کہیں ان مناصب عظیم کا تذکرہ ہے کہیں ان کے چاہنے والے ان پر ایمان لانے والے پاکیزہ صفت لوگوں کا تذکرہ ہے اور کہیں ان پیغام اسلام سے انکار کرنے والے، ان کی حرکتیں، پھر ان پر عذاب کے تذکرے ہیں۔

ثبتی نہیں سرکار کی سیرت سے نگاہیں
ہر وقت میرے سامنے قرآن کھلا ہے

آپ ﷺ کا اسم گرامی ایسی صفات کا حامل جو سارے عالم کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں بلکہ تسلیم میں نجات، انکار میں ذلت وخواری ان کی اطاعت تمام اہل عالم پر فرض اور عالم و عالمیان پر فرض، انابتِ آدم، استقامتِ نوح، حلمِ اسماعیل، علمِ خلیل، درسِ ادریس، تنفیثِ شیث، حقانیتِ اسحاق، عاقبتِ بنی ءیعقوب، نورانیتِ یوسف، صالحیتِ صالح، ہدیٰ ہود، جمعیتِ شعیب، لطافتِ ہود، عبدیتِ عزیز، شکوہِ سلمان، اندوہِ یحیٰ، وادِ داؤد، دعائے یونس، ایابِ ایوب، ذہابِ زکریا، امامتِ ہارون، علوِ موسیٰ، زہدِ عیسیٰ، انابسِ الیاس، احسانیتِ لقمان، مساعیِ الیسع، کفالتِ ذوالکفل، یہ تمام کے تمام الوان ورنگ آپ جیسے الٰہی شمس، حقیقت کے پیکرِ نوری میں جمع ہیں۔ رحمة للعلمین کا وہ رنگ جس نے سارے الوان اور رنگوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے خاص رنگ سے عالم کو رنگیں بنا دیا قطبِ عالم کو منور کر دیا، روحِ اعظم کو مستنیر کر دیا، انسانیت کو تختِ سیادت پر بٹھایا، تشنگانِ جمال، حضور کو زلالِ الطاف سے بہرہ یاب کر دیا، عطشان خشک زبانوں کو آپ نے جامِ کوثر سے سیراب وشاداب کر دیا۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں فرمایا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کہ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، قرآن حکیم کے متعلق ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا یعنی سارے جہانوں کیلئے نصیحت، خانہ کعبہ کو مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا یعنی یہ سارے جہانوں کیلئے برکت اور ہدایت، کشتی نوح علیہ السلام کو اور مریم و مسیح علیہما السلام کو اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرمایا، اللہ رب العزت نے اپنے بارے میں فرمایا رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ یعنی میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے ان تمام ارشادات کو پیشِ نظر رکھیے۔

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ارشاد ہوا۔ اس خطاب میں کتنی وسعت ہے کتنی برکت ہے اور اس خطاب میں کتنا فیض پنہاں ہے۔ حضور سرور قلب وسینہ کا فیضان اہل یقین کو پہنچا اہل ایمان اور جاں نثاروں کو پہنچا اور اسی کے صدقے وہ لوگ دنیا بھر کے حکمران بنے قیادت وسیادت زمانہ ان کے ہاتھ میں رہی اور آخرت میں مغفرت، نجات شفاعت، رحمت اور رضاء الٰہی ملیں، جنتی باغات میں عظمتیں ملیں، وہاں کے انعامات واکرامات انہی کے تصدق سے ملے، جہنم سے آزادی، خوشنودیء مالک الملک واحد وقہار جبار کی خوشخبری ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا فیضان منکرین کو بھی پہنچا کہ ان کے انکار کی وجہ سے آنے والے عذاب وعتاب سے نجات پائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ یعنی عذاب طلب کرنے والو یا اعمال بد سے عذاب الٰہی کو دعوت دینے والو سنو یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہی نہیں کہ اس کا محبوب تم میں موجود ہو اور وہ تمہیں عذاب وعتاب میں مبتلا کر دے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، بیواؤں، یتیموں مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا وحکمرانوں، امراء وحکماء وغرباء وفقیروں کو سب کو پہنچی۔ ان لوگوں کی راحت وآرام کے اصول بنائے۔ ان کے حقوق کا تعین کیا۔ ان کو فرائض سے آگاہ کیا۔ اصول وضوابط تشکیل دیئے۔ دین متین کا کبھی تبدیل نہ ہونے والا ترمیم واضافہ سے پاک آئین عطا فرمایا۔ سیاسی، سماجی، تمدنی، رفاہی، اصول وضوابط وضع فرمائے، خود اس آئین کے مطابق زندگی گزاری، قانون کی پاسداری فرمائی، اپنوں اور غیروں، چھوٹوں اور بڑوں، ادنیٰ واعلیٰ پر یکساں قانون کو نافذ کیا، قانون دان پیدا کئے، اور ان پر عمل کرنے والوں کی ایک عظیم جماعت تشکیل دے دی، اس قانون کی باریکیوں کو سمجھنے والے افراد تیار کئے، جینا سکھایا، مرنا سکھایا، انسانوں کے مقام ومرتبہ کی اہمیت اجاگر کی اور بے کسوں، مجبوروں، مقہوروں، لاچاروں کو صف انسانیت میں کھڑا کر کے معاشرے میں عزت وآبرو بخشی۔

کہنے والا کہہ سکتا وہ کونسی چیز ہے جو رحمت نہیں بلکہ ان میں چند ایک اشیاء تو سارے عالم کیلئے رحمت ہیں، پانی ہر زندہ چیز کیلئے رحمت ہے کلام الٰہی شاہد ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء:30)

"کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے تخلیق کیا"۔

جس جس چیز میں بھی رطوبت پائی جاتی ہے وہ انسان ہو یا حیوان وہ چرند پرند ہوں یا درندے وغیرہ حتیٰ کہ نباتات کی زندگی پانی ہی کی مرہون منت ہے کیا یہ رحمت نہیں۔

ہوا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک بہار ہے ہر چیز کا وجود اور اس وجود کا قرار ہوا کا مرہون منت ہے سانس کی نالیوں سے لیکر ہر زندہ ہو یا مردہ چیز حتیٰ کہ جمادات اور پہاڑوں کی دنیا کی ساری رعنائیاں اسی سے ہیں وہ کرہ جہاں ہوا نہیں وہاں زندگی کا کوئی تصور نہیں کشش ثقل کا قانون ہو یا وجود کے برقرار رہنے کا تصور اسی ہوا سے ہے کہیں ہوا کے دباؤ کا فیضان ہے تو کہیں ہوا کے کم دباؤ کا فیضان ہے۔

اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ایسی رحمت ہے کہ اس کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستیاں جن کے تذکرے جان ایمان کو تازہ کرتے ہیں انہوں نے بھی دعائیں مانگ مانگ کر التجائیں کی ہیں ان کی زبان ہائے مبارک سے نکلی دعاؤں کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔

جس گھر میں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی جلوہ گری نہیں ہوتی اس گھر میں کبھی بہار نہیں آتی اس گھر میں رہنے والے میاں بیوی موسم خزاں کے ٹنڈ منڈ درختوں کی مانند تنہا کھڑے مایوسیوں کے گہرے غاروں میں گرنے کیلئے بے چین رہتے ہیں۔

علی ھذا القیاس۔ دنیا کی کوئی ایسی نعمت نہیں جو اس کی رحمت نہ ہو ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز ایک مخصوص ماحول میں رحمت ہے یا ایک خاص طبقے کیلئے رحمت ہے لیکن ہے تو رحمت۔

لیکن ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ واقعی دنیا کی ہر نعمت مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت

ہے البتہ یہ جتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں اتنی ہی یہ زحمت بھی ہیں جتنی بڑی چیز جتنی بڑی رحمت ہو گی اتنی زیادہ وہ زحمت بھی ہو گی۔

پانی کے رحمت ہونے میں کسی کو جرأت انکار نہیں لیکن تاریخ انسانی میں ہزاروں ایسے واقعات دنیا کے سامنے آ چکے ہیں کہ یہ پانی جب تک ایک حد اعتدال میں رہا رحمت ہی رحمت رہا لیکن اگر یہ سیلاب بلا خیز کی صورت اختیار کر گیا یا طوفانی بارشوں کا روپ پہن کر آ گیا تو یہ سراسر زحمت ہی زحمت تھا دنیا نے، انسانوں نے، حیوانوں نے، چرند، پرندے، نباتات و جمادات، نے پناہ مانگی، ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ گیا، جہاں اس کی بہتات زحمت ہے وہاں اس کا بالکل نایاب ہو جانا بھی زحمت ہے ہم نے پیاس کے ہاتھوں تڑپتے سسکتے اور بلکتے انسان مرتے دیکھے ہیں، لہٰذا یہ جتنی بڑی رحمت ہے اتنی ہی بڑی زحمت ہے۔

ہوا کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے لیکن یہ بھی جب تک حد اعتدال میں رہے رحمت ہے اور اگر یہ حد اعتدال سے بڑھ جائے اور طوفان بلا خیز اور آندھی کی شکل اختیار کر لے تو اس سے بڑی زحمت ہی کوئی نہیں بستے شہر کھنڈرات بن گئے، ہنستے بستے گھر ویرانیوں میں بدل گئے، علاقوں پر علاقے موت کا رقص کرتے نظر آنے لگے الغرض یہ ہوا بھی واقعۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اگر حد اعتدال سے بڑھ جائے تو یہ بہت بڑی زحمت بھی ہے۔

اولاد۔ اللہ تعالیٰ کی واقعی ایسی نعمت ہے کہ انبیاء کرام نے بھی اُن کیلئے دعائیں کیں اور جن گھروں میں یہ نعمت نہیں آتی وہ گھر آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہی ہوتے ہیں لیکن آپ نے ایک محاورہ نہیں سنا وہ ہماری بھرپور ترجمانی کرتا ہے اور وہ محاورہ یہ ہے۔

”دنیا وچہ اک میوہ ڈِٹھا، جتاں کچا اوناں مٹھا“

یعنی دنیا میں ایک ایسا پھل بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جتنا کچا ہوتا ہے اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے دنیا میں جتنے بھی پھل پائے جاتے ہیں وہ ایک مدت تک پکتے ہیں اور پھر میٹھے ہوتے ہیں بلکہ پکنے کے بعد بھی ان کی مٹھاس چند لمحات چند گھنٹوں یا چند دنوں کی محتاج ہوتی ہے اگر اس

مدت میں استعمال میں آ گیا تو بہت نہیں تو گندگی کے ڈھیر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

لیکن اولاد والا پھل اپنے ہر انداز میں انوکھا پھل ہے پکنے سے پہلے پہلے میٹھا ہوتا ہے اور بہت ہی میٹھا ہوتا ہے لیکن جوں جوں یہ پکتا جاتا ہے کڑوا، کسیلا، کھٹا، پھیکا، اور بدمزہ ہوتا جاتا ہے، شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جس کا یہ پھل پک کر میٹھا رہتا ہو ورنہ بدنامیوں، رسوائیوں اور نافرمانیوں سے دلوں کی دنیا میں زہر بھر دیتا ہے کہیں اپنے گھر، کہیں اپنے خاندان، کہیں اپنے محلے اور کہیں اپنے وطن اور دین کیلئے باعث شرم ہو کر دکھوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے انسان اسی اولاد کیلئے حلال وحرام کی تمیز سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ۔ دنیا بھی خراب عاقبت بھی خراب بہت کم خوش نصیب ہوں گے جن کیلئے یہ پھل پک کر میٹھے رہتے ہیں۔

گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سہی ہمیں تسلیم لیکن اگر یہ بگڑ جائے تو کہیں کا نہیں چھوڑتی ماں باپ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے یعنی یہ جتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے یہ اتنی ہی بڑی زحمت بھی ہے۔

یہی حال دنیا کی ہر نعمت کا ہے کہ وہ جتنی بڑی رحمت ہے وہ اتنی بڑی زحمت بھی ہے لیکن ساری کائنات میں ساری دنیا میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے جو جتنی بڑی رحمت ہے وہ سراسر رحمت ہی رحمت ہے وہ ابتداء میں بھی رحمت ہے وہ انتہا میں بھی رحمت ہے وہ اپنوں کیلئے بھی رحمت ہے وہ غیروں کیلئے بھی رحمت ہے وہ اچھوں کیلئے بھی رحمت ہے وہ بروں کیلئے بھی رحمت ہے وہ دوستوں کیلئے بھی رحمت ہے وہ دشمنوں کیلئے بھی رحمت ہے اور وہ، وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ لازوال جملہ آیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا

جن عظیم ہستیوں نے آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوکر آپ کا سراپا بیان کیا ہے ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا ابن ابی حالہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابی جحیفہ، حضرت سیدنا جابر بن سمرہ، حضرت سیدہ ام معبد، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس، حضرت سیدنا معاذ بن معیقیب، حضرت سیدنا ابو الطفیل، حضرت سیدنا عداء بن خالد، حضرت سیدنا خریم بن فاتک، حضرت سیدنا حکیم بن حزام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان حضرات گرامی قدر نے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا جو سراپا بیان کیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

مِنْ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَظْهَرُ اللَّوْنِ: حضور نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک سرخ اور سفید تھا چمکتا اور نکھرتا ہوا۔

اَدْعَجَ: آپ کی آنکھیں مبارک بڑی بڑی تھیں ان کا سفید حصہ بہت ہی سفید تھا اور سیاہ حصہ واقعۃً بہت سیاہ تھا۔

اَنْجَلَ: آپ کی مبارک آنکھیں بڑی تھیں۔

اَشْكَلَ: آپ کی آنکھ مبارک کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے بھی تھے۔

اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ: آپ کی پلکیں مژگان مبارک دراز تھیں جو آپ کی مبارک آنکھوں کے حسن پر اضافہ فرما رہی تھیں۔

اَبْلَجْ: آپ کے ابرو مبارک کا درمیانی حصہ بالوں سے صاف تھا۔

اَزَجّ: اور آپ کے ابرو مبارک کمان کی طرح خمیدہ جھکے ہوئے اور دراز تھے۔

اَفْلَجْ: آپ کے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہ تھے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔

اَقْنٰی: آپ کی ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی۔

مُدَوَّرُ الْوَجْهِ: آپ کا چہرہ مبارک گول تھا (جس کو آج کل کی زبان میں گول کتابی چہرہ کہتے ہیں)

وَاسِعَ الْجَبِيْنِ: آپ کی پیشانی مبارک فراخ تھی۔

كَثُّ اللِّحْيَةِ: آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

تَمْلَأُ صَدْرَهٗ: آپ کی داڑھی مبارک آپ کے سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔

سَوَآءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ: آپ سرکار کا پیٹ اور سینہ مبارک باہم ہموار تھے۔

وَاسِعَ الصَّدْرِ: آپ کا پرنور سینہ مبارک کشادہ تھا۔

عَظِيْمَ الْمَنْكِبَيْنِ: آپ کے دونوں کندھے مبارک بڑے بڑے تھے۔

ضَخْمَ الْعِظَامِ: آپ کے جسم مبارک کی ہڈیاں بھاری بھرکم تھیں۔

عَبْلَ الْعَضُدَيْنِ وَالذِّرَاعَيْنِ وَالْاَسَافِلِ: آپ کی دونوں کلائیاں مبارک کہنیوں سے کندھوں تک بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔

رَحْبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ: آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں کی مبارک ہتھیلیاں اور آپ کے دونوں پاؤں مبارک کشادہ تھے۔

سَائِلَ الْاَطْرَافِ: آپ کے ہاتھوں کی مبارک انگلیاں ہموار تھیں۔

اَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ: آپ کا جسم مبارک منور بلکہ نورانی تھا۔

دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ: آپ کے سینہ مبارک کے مبارک بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے ناف تک چلی جاتی ہے وہ پتلی تھی۔

رَبْعَةَ الْقَدِّ: آپ کی قامت زیبا یعنی قد مبارک درمیانہ تھا (نہ اتنا دراز کہ برا لگے اور

نہ اتنا پست کہ کوتاہ قامتی کا احساس ہو)۔

لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَآئِنِ: آپ سرکار زیادہ دراز قامت نہ تھے اور نہ ازحد پست قامت۔

وَلَا بِالْقَصِرِ الْمُتَرَدِّ دِوَمَعَ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ بُمَاشِیْہِ اَحَدٌ یُنْسَبُ اِلَی الطُّوْلِ اِلَّا طَالَ رَجِلَ الشَّعْرِ: البتہ ان اوصاف حمیدہ کے ہوتے ہوئے اگر کوئی دراز قامت انسان آپ سرکار کے ساتھ چلتا تھا تو حضور سراپا نور ﷺ اس سے زیادہ اونچے دکھائی دیتے تھے۔

اِذَا افْتَرَّ ضَاحِکًا افْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَاالْبَرْقِ وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ: جب آپ کریم آقا ﷺ ہنستے تو آپ کے دندان مبارک یوں چمکتے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے وقت گرتے ہوئے دانے۔

اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ ثَنَایَاہُ: جب آپ سرکار ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں معلوم دیتا تھا کہ دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا: آپ سرکار کی گردن مبارک تمام دنیا کے انسانوں کی گردنوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔

لَیْسَ بِمُطَهَّمٍ وَّلَا مُکَلْثَمٍ: آپ کا جسم مبارک نہ تو زیادہ فربہ اور موٹا تھا اور نہ لاغرو کمزور۔

مُتَمَاسِکَ الْبَدَنِ: آپ کا بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا۔

ضَرْبُ اللَّحْمِ: آپ کے جسم مبارک پر زیادہ گوشت نہ تھا (جیسے لٹکا ہوا ہو)۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کا سراپا بیان کرتے ہیں۔

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْہِہٖ وَاِذَا ضَحِکَ یَتَلَاءُ فِی الْجُدُرِ: (الشفاء جلد اول ص 83-82)

میں نے کسی کو بھی آپ سرکار ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ یوں احساس ہوتا تھا جیسے آپ کے چہرہ انور میں آفتاب چمک رہا ہے۔ آپ جب ہنستے تھے تو آپ کی

مسکراہٹ کی روشنی سے دیواریں چمک اٹھتی تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ یوں نقشہ کھینچتے ہیں۔

قَالَ لَهُ رَجُلٌ كَانَ وَجْهُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مِثْلَ السَّيْفِ۔ فَقَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَ كَانَ مُسْتَدِيْرًا۔(الشفاء جلد اول ص 84)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا چہرہ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا تو وہ فوراً بول اٹھے نہیں بلکہ آپ کا رخ پرنور آفتاب ومہتاب کی طرح خوبصورت گولائی میں تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔

آپ فرماتے ہیں میں نے کسی لمبی زلفوں والے سرخ لباس پہنے ہوئے کو اتنا حسین و جمیل نہیں دیکھا جتنے رحمت کائنات ﷺ دکھائی دیتے تھے۔

حضرت ابو ہالہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا جملہ پڑھیے اور جھوم جائیے۔

يَتَلَاْلَاُ وَجْهُهٗ تَلَالُؤَ الْقَمَرِ اللَّيْلَةَ الْبَدْرِ۔

حضور پرنور سراپا نور ﷺ کا مبارک چہرہ یوں چمکتا تھا جس طرح چودھویں رات کا بدر تمام چمکتا ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب ومطلوب کا سراپا بیان کرتے ہیں۔

مَنْ رَّاٰهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ وَ مَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ۔

جو شخص آپ سرکار ابد قرار ﷺ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب وہیبت زدہ ہو جاتا اور جو آپ کے ساتھ میل جول کرتا وہ آپ سرکار کی محبت کا ایسا اسیر ہو جاتا کہ اس کی قید کی رہائی پسند نہ کرتا۔

حضرت انس بن مالک خادم خاص رضی اللہ عنہ سے خوشبوئے رسول ﷺ کا تذکرہ سنیے۔

مَا شَمَمْتُ عَنبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا اَطْيَبُ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔

میں نے کبھی بھی ایسا کوئی عنبر کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک شہنشاہ خوبان ارض وسماصلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

کہاں ہے بھلا ایسی پھولوں میں خوشبو
جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَسَحَ خَدَّهٗ قَالَ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا وَ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ۔

کہ ایک دن میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو حضور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی ٹھنڈک، خنکی اور مہک میں نے ایسے محسوس کی جیسے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ابھی کسی عطار کی صندوقچی سے اپنا ہاتھ مبارک نکالا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن شمد بن عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں انہوں نے حضرت ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا صَفِّيْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک سے مطلع فرمایئے۔تو

قَالَتْ لَوْ رَاَيْتَهٗ لَقُلْتَ اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔(دارمی، بیہقی، ابونعیم، طبرانی)

یعنی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم دیکھتے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو تو تم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ گویا آپ کے چہرہ انور سے ایک آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عامر بن واثلہ وہ بزرگ ترین صحابی ہیں جنہوں نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے آخر میں سو سال عمر پا کر وصال فرمایا۔آپ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک دن ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت کی۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اس وقت پوری دنیا میں روئے زمین پر میرے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس نے آپ سرکار ﷺ کی ان ظاہری آنکھوں سے زیارت کی ہو۔لوگوں نے عرض کیا حضرت آپ مہربانی فرمائیں اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرمائیں کہ وہ کیسا تھا۔تو آپ نے دو لفظوں میں سارا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔آپ فرماتے ہیں۔

كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحَ الْوَجْهِ۔ کہ آپ کا چہرہ انور روشن تھا اور اس میں ملاحت ملی ہوئی تھی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضور پرنور ﷺ کا سراپا بیان فرمایئے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَانَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَخمًا مُفَخَّمًا يَتَلاءُ لُأ وَجْهُهُ تَلاءَ لُأ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ (السیرۃ النبویہ جلد 3 ص198)

یعنی حضور سراپا نور ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور بڑی شان والے دکھائی دیتے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ حضور نبی رحمت ﷺ کا چہرہ انور یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک رات میں کوئی کپڑا سی رہی تھی کہ اچانک میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی اچانک سراجِ منیر سرکار ﷺ تشریف لائے۔آپ کے چہرہ انور کے انوار و تجلیات سے میرا سارا حجرہ منور و روشن ہو گیا اور سوئی گم گشتہ ہاتھ آ گئی۔ جب میں نے اس مسرور کن واقعہ کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

يَا حُمَيْرَاءُ اَلْوَيْلُ اَلْوَيْلُ (ثَلٰثًا) لِمَنْ حُرِمَ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِيْ۔ (علامہ ابن عساکر)

یعنی اے حمیرا (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب تھا) ہلاکت ہے اس شخص کے لئے، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو میرے رخ پرنور کی زیارت سے محروم رہا۔

یارسول اللہ بیدار در زمانہ زیدے کسے مرا
(ﷺ) در خواب اگر خیال تو گشتی مصوریم

اگر آپ کا خیال ہی کبھی میرے خواب میں مصور ہو جاتا تو دنیا مجھے کبھی بھی بیدار نہ دیکھ سکتی۔

خوش نصیب صاحبو! دور حاضر کے حضور سراپا نور ﷺ کے ہر غلام کی طرف سے اور راقم الحروف فقیر کی طرف سے تمہاری عظمت کو سلام جنہوں نے ساری دنیا کے عظیم ترین، حسین ترین، جمیل ترین، اعلیٰ واکمل، اجمل واحسن، ازکیٰ واتقیٰ، ارفع وبرتر انسان ﷺ کی زیارت کی اور بلاکتوں سے بچ گئے۔ خوش بخت ہو گئے، خوش نصیب ہو گئے، بخت بیدار ہو گئے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن بڑھ کے لیتے قدموں کی اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

حضرت جامع بن شداد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام طارق تھا اس نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم مدینہ منورہ سے باہر قیام پذیر تھے کہ حضور سراپا نور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ سرکار نے دریافت کیا تمہارے پاس کوئی قابل فروخت چیز ہے۔ ہم نے ایک اونٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ اونٹ برائے فروخت ہے۔ آپ نے معاملہ طے کیا اور اونٹ لے کر چل دیے۔ اس وقت تو ہم کچھ نہ کہہ سکے بعد میں ہم نے سوچا ہم بھی عجیب آدمی ہیں ہم نے ایک شخص سے معاملہ کیا جس کو ہم جانتے ہی نہیں حتیٰ کہ اس کا نام تک نہیں جانتے۔ ہمیں پریشان دیکھ کر ہم میں سے ہی ایک دانشور عورت نے ہم سے کہا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں نے اس شخص کا چہرہ غور سے دیکھا ہے ایسے چہرے والا شخص جھوٹا، فریبی اور دھوکے باز نہیں ہو سکتا ﷺ۔

چنانچہ دوسرے دن علی الصبح ایک شخص آیا اس نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے پہلے تم خوب سیر ہو کر اور پیٹ بھر کر کھا لو پھر اس کے بعد تمہارے اونٹ کے حوالہ سے میرے ذمہ جتنے وسق کھجوریں ہیں وہ پوری کر لو۔

حضرت عبادہ بن عبدالصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر حاضر ہوئے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت انس بن مالک نے کنیز کو کھانا لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ جب وہ دستر خوان لے کر آئی تو وہ بہت میلا تھا آپ نے اسے دہکتے ہوئے تندور میں ڈال دیا۔ ہم حیران ہوئے آپ نے ایسا کیوں کیا اور دستر خوان جلنے کے لئے تندور میں کیوں ڈال دیا۔ ہم ابھی اسی مخمصے میں تھے کہ تھوڑی دیر بعد وہ دستر خوان آپ نے تندور میں سے نکالا تو ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ جلا نہیں بلکہ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔ ہم نے حیرانی میں ڈوبتے ہوئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضور میرے گھر میں تشریف لائے تھے آپ نے کھانا تناول فرمایا اور اس دستر خوان سے اپنا منہ مبارک صاف کیا اب جب یہ میلا ہو جاتا ہے ہم اسے تندور میں ڈال دیتے ہیں یہ دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔

لِاَنَّ النَّارَ لَا تَاْکُلُ شَیْئًا مَرَّ عَلَیْهِ۔ کیونکہ آگ کی مجال نہیں کہ اس چیز کو جلائے جس کو سرکار دو جہاں ﷺ نے مس فرمایا ہو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے عظیم ترین عالم دین تھے۔ وہ اپنے ایمان افروز ہونے کا ذکر جمیل خود فرماتے ہیں کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو میرے دل میں ارمان پیدا ہوا کہ دیکھوں تو جن کا ذکر حسین ہماری کتب سماویہ میں ہے یہ وہی رسول معظم ہیں یا کوئی اور ہے۔ میں اسی چاہت میں کشاں کشاں جہاں سرکار تشریف فرما تھے حاضر ہوا۔ جب میری پہلی نظر آپ کے چہرہ انور پر پڑی تو دل نے گواہی دی اِنَّهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ کَاذِبٍ۔ یہ حسن و جمال کا شاہکار چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

کَمْ فِیْهِ لِلْاَبْصَارِ حُسْنٌ مُدْهِشٌ
کَمْ فِیْهِ لِلْاَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْکِرٌ

اس کے مدہوش کر دینے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ موجود ہے۔

روحوں کے لئے اس کی یاد میں ایک شراب نایاب کی طرح مدہوش کر دینے والی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی اس کیفیت میں زیارت کی کہ آپ نے ایک سرخ پوشاک زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور چاندنی رات تھی۔ میں کبھی حضور سراپا نور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتا اور کبھی آسمانی چاند کو دیکھتا۔ نہ جانے میں دیدار کے نشے میں کب تک مدہوش رہا۔ آخر میرے دل نے اس موازنہ کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ حضور پرنور ﷺ کا چہرہ انور بدر منیر سے زیادہ دلربا، خوشنما اور خوبرو خوبصورت ہے۔

غلام مردم چشم کہ با سیاہ دلے
ہزار قطرہ ببارد چو درد دلم شمرم

میں اپنی آنکھ کی سیاہ پتلی پر قربان ہو جاؤں کہ جب میں اپنے درد دل کا تذکرہ کرتا ہوں تو یہ اپنی سیاہ دلی کے باوجود ہزاروں قطرے برسا دیتی ہے۔

اَلَا یَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِیْحِ
سَاَلْتُکَ لَا تَغِیْبُ فَاَنْتَ رُوْحِیْ

اے صاحب حسن و جمال، اے دلربا و دلکش چہرے والے کریم آقا ﷺ! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اپنا چہرہ مبارک مجھ سے نہ چھپایئے اس لئے کہ آپ ہی تو میری روح اور میری جان ہیں۔

مَتٰی غَابَ شَخْصُکَ عَنْ عَیَانِیْ
رَجَعْتَ فَلَا تَرٰی اِلَّا ضَرِیْحِیْ

اگر آپ کی ذات گرامی میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ آپ جب دوبارہ لوٹ کر آئیں گے تو آپ صرف میری قبر ہی دیکھ سکیں گے۔

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے چچا جان حضرت ابوطالب کا حضور ﷺ کی شان میں کہے ہوئے قصیدہ کا پہلا شعر ملاحظہ فرمایئے جسے حضور ﷺ نے خود بھی پسند فرمایا

اور ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے بھری محفل نے پورا قصیدہ سنا۔ اگر یہ قصیدہ حضور کا پسندیدہ ہے تو میں کیوں نہ پسند کروں اور آپ کیوں نہ پسند کریں گے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتٰمٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے صدقے لوگ بارشیں طلب کرتے ہیں۔
وہ یتیموں کا فریادرس اور بیواؤں کا نگہبان ہے۔

یہ سارا قصیدہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وَاِنْ یَّکُ شَاعِرٌ یُّحْسِنُ فَقَدْ اَحْسَنْتَ یعنی اگر کوئی شاعر کوئی اچھی بات کہے (تو سن کر کہو) فَقَدْ اَحْسَنْتَ تو نے کتنی اچھی بات کہی۔ میرے آقا آپ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں حضرت ابوطالب کے اس حسین وجمیل قصیدہ پر آپ کا غلام عبدالحق ظفر چشتی بھی عرض کرتا ہے اے میرے کریم آقا کے عم محترم قَدْ اَحْسَنْتَ آپ نے کتنی اچھی بات کہہ دی۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

اِنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ دَخَلَ عَلَیْہَا مَسْرُوْرًا تَبْرِقُ اَسَارِیْرُ وَجْہِہٖ۔

(صحیح بخاری جلد 1 ص 502)

حضور سراپا نور ﷺ میرے پاس اس کیفیت میں تشریف لائے کہ آپ خوش اور مسرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کی خدوخال نور کی طرح چمک رہے تھے اور ہم آپ کو ایسی کیفیت میں دیکھتے تو ہمارے چہرے بھی خوشی ومسرت کی کتاب کے سرورق بن جاتے۔

تاجدار عرب وعجم ﷺ کے لب ہائے مبارک پر جب تبسم کے پھول کھلتے تو فضائیں انوار وتجلیات سے بھر جاتیں، درودیوار کیف وسرور میں ڈوب جاتے اور ہر طرف روشنی بکھر جاتی۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث ''اِنَّهُ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَا لَوُ فِي الْجُدُر یعنی جب آپ مسکراتے تو نور دیواروں پر چمکتا تھا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَیْ يَشْرِقُ نُوْرَهُ عَلَيْهِ اِشْرَاقًا كَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَيْنَا۔ یعنی آپ ﷺ کا نور مبارک یوں چمکتا تھا جس طرح سورج کی دھوپ سے درودیوار چمک اٹھتے ہیں۔

یعنی آپ کی سیرت تاباں تو اندھے شیشوں کو چمکانے والی تھی ہی البتہ صورت منور بھی کائنات کے حسن و جمال کا جھومر تھی۔

علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں۔

اَنَّ وَجْهَهُ كَانَ شَدِيْدُ النُّوْرِ حَيْثُ يَقَعُ نُوْرَهُ عَلَى الْجِدَارِ اِذَا قَابَلَهَا۔

(زرقانی علی المواہب 210/6)

کہ آپ کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب بھی اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو درودیوار چمک اٹھتے تھے۔

آپ کے چہرہ کے انوار و تجلیات کی رم جھم ایسی تھی کہ اندھیرے کمرے بھی چمک اٹھتے تھے۔ حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے آپ کے روشن الفاظ سے پھر کاغذات کا سینہ منور کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں میں سوئی کے گم ہونے پر پریشان تھی کہ اچانک آپ تشریف لائے تو معاً ایسا ہوا جیسے رات کے وقت میرے اندھیرے کمرے میں دن نکل آیا۔ آپ فرماتی ہیں فَكُشِفَ عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاَبْرَةُ بِشُعَاعِ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کہ آپ کے چہرہ انور سے انوار کی کرنیں پھوٹنے لگیں اور میری گم شدہ سوئی مل گئی۔ (ابن عساکر 324/1)

بلکہ بات اس سے بھی آگے بڑھتی ہے۔ کلام روشن ہوتا ہے، ساری دنیا کے اہلِ ایمان کی ماں جن کا لقب ہی صدیقہ یعنی سچی ماں ہے وہ فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اَدْخُلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبَيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔(الخصائص الکبریٰ 156/1)

یعنی میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ کے چہرے سے اٹھنے والی تابانیوں کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ بھی ڈال لیتی تھی۔

ایک گم گشتہ سوئی ہی کیا چیز ہے آپ کے مبارک چہرہ کی تابانیوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو بھی اپنا کھویا ہوا مقام مل گیا۔

کفر وشرک کی اندھی رات میں گم کردہ راہ انسانیت کو آپ کی صبح تاباں کی تجلیات سے کفر و شرک کے اندھیرے دم توڑ گئے اور کفر کی تاریکیوں میں سیدھی راہ صراط مستقیم نظر آنے لگی۔

خیر وشر میں تمیز کی روشنی جو صدیوں سے انسانیت سے روٹھ چکی تھی آپ کے چہرہ منور کی تابانیوں نے عطا فرمائی اور اس طرح روئے زمین پر عدل وانصاف کی حکمرانی کی فضا قائم ہوئی۔

ہے کلام الٰہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو سرا ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار سرکار کائنات ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا۔ حضور کے غلاموں کو فتح نصیب ہوئی۔ اہل لشکر کو اس جنگ میں یمامہ کا سردار ثمامہ بن ثلال ہاتھ آ گیا۔ اس کو قیدی بنا کر حضور کے دربار میں پیش کیا گیا۔ آپ سرکار ابد قرار ﷺ نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور وہ تین دن بندھا رہا۔ ہر روز سرکار اس سے سوال جواب کرتے۔ تیسرے روز سرکار دو عالم ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ مسجد نبوی سے نکلا قریب کے کسی باغ میں پہنچے۔ غسل کیا، پاک صاف ہوا اور واپس پھر مسجد ہی میں آ گیا اور حضور پرنور ﷺ کے دست اقدس میں ہاتھ دے کر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور کہنے لگے۔

يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبُّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا اِلَيَّ۔ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ۔ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبُّ الدِّيْنِ كُلِّهٖ اِلَيَّ۔ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبُّ الْبِلَادِ كُلِّهَا اِلَيَّ۔(مشکوٰۃ المصابیح 344)

اے محمد! ﷺ اللہ کی قسم مجھے اس روئے زمین پر آپکے چہرے سے بڑھ کر کوئی شے ناپسندیدہ نہیں تھی مگر اب آپ کے چہرۂ اقدس سے بڑھ کر مجھے کوئی شے محبوب ہی نہیں۔ اللہ کی قسم آپ کا دین میرے ہاں سب سے ناپسندیدہ دین تھا لیکن اب تمام دینوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ دین آپ کا ہے۔ اللہ کی قسم آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی اور شہر ناپسندیدہ نہ تھا اور اب یہ حال ہے کہ آپ کا شہر ہی سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

زیب حسن محفل اشراف عالم تو ہوا
تھی مؤخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہوا

☆☆☆

تیرے سائے سے منور دیدۂ افلاک ہے
کیمیا کہتے ہیں جس کو تیرے در کی خاک ہے

☆☆☆

آ گیا ہوں در تیرے پر وقت ہے امداد کا
سرفرازی چاہیے بدلہ میری افتاد کا

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی حضور سراپا نور ﷺ کے چہرہ انور سے پھوٹنے والی نورانی شعاعوں کی رم جھم دیکھ کر پکار اٹھا۔

اِنَّكَ الْيَوْمَ اَحَبُّ وَالِدِیْ وَمِنْ عَيْنِيْ وَاِنِّيْ لَاُحِبُّكَ بِدَاخِلِيْ وَبِخَارِجِيْ وَسِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ۔(تاریخ ابن کثیر 149-150/2)

آپ مجھے میرے والدین حتیٰ کہ خود اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ میرے

اندر، میرے باہر، میرے ظاہر اور میرے باطن میں صرف آپ ہی کی محبت کی حکمرانی ہے۔

حافظ گفت کہ خاک درِ مے خانہ نہ بوئے
گو مکن عیب کہ من مشک ختن می بوئیم

حافظ سعدی شیرازی نے مجھے کہا کہ تو مے خانہ کے دروازے کی خاک نہ چوم تو میں نے اس سے کہا کہ میں مے خانہ کی خاک تو نہیں البتہ مشک ختن سونگھ رہا ہوں۔

ایک دفعہ کفار و مشرکین مکہ نے ابورافع کو کسی سلسلہ میں اپنا سفیر اور نمائندہ بنا کر بھیجا۔ جب وہ نبی رحمت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تو شائد اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ آنکھ عطا فرمادی جس سے جمال مصطفیٰ ﷺ کی جھلک ان کے دل کے آئینے میں اتر گئی اور دل کی کیفیت تو یہ ہے کہ ایک دفعہ اگر کسی کو اپنے گھر میں جگہ دے دے پھر جان دے دے گا اسے جانے نہیں دے گا۔ ابورافع نے اپنا واقعہ خود ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

بَعَثَنِیْ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَلَمَّا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَلْقٰی قَلْبِیَ الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَرْجِعُ اِلَیْھِمْ اَبَدًا۔

مجھے قریش نے اپنا سفیر بنا کر حضور نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کا شرف زیارت حاصل کرتے ہی اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کی قسم کفار و مشرکین کی طرف کبھی واپس لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معلم جن و انس ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَا اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرْدَ وَلٰکِنْ اِرْجِعْ فَاِنْ کَانَ فِیْ نَفْسِکَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِکَ الْاٰنَ فَارْجِعْ۔

میں عہد کی خلاف ورزی کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی پیغام لانے والے قاصد کو روکنا میرا کام ہے۔ آپ اس وقت تو واپس لوٹ کر جائیں اگر وہاں جا کر پھر بھی آپ کی محبت اسی

بات کا تقاضا کرے تو لوٹ آنا۔

کوئی ہم سا تھوڑے دل کا مالک ہوتا تو کہتا یا دل میں سوچتا ایک اچھا آدمی ہاتھ آگیا ہے ہم نے اسے کون سا مجبور کیا ہے خود بخود اسلام لایا ہے۔ ہوسکتا ہے واپس چلا جائے تو واپس نہ آئے اس لئے اس دنیا میں سب جائز ہے۔ اگر یہ رہنا چاہتا ہے تو رکھ لینا چاہیے پھر دیکھ لیا جائے گا۔

لیکن پوری انسانیت کو درس انسانیت دینے والے اتنے چھوٹے دل اور خاکم بدہن کم ظرف ہوتے تو ایسا ہو جاتا۔ آپ نے خود انسانیت کو قانون دیا، قانون کا پابند بنایا اور قانون پر عمل کر کے اس کے احترام کا درس دیا۔ یعنی جو اصول انسانیت کو اشرف المخلوقات بنانے میں کام آتا ہے وہ اغیار نے بھی بنایا ہو تو اس کا احترام کرنا بھی لازمی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین میں زبردستی نہیں یہ دل کا سودا ہے قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ یعنی سیدھا اور ٹیڑھا راستہ دونوں کھول کھول کر بیان کر دیے ہیں۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ تو جس نے بھی شیاطین کے راستے کو خیر باد کہا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى تو اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا لَا انْفِصَامَ لَهَا وہ اس سے چھوٹے گی نہیں۔

حضرت ابورافع کہتے ہیں اب یہ میرے آقا ﷺ کا حکم تھا۔ میں واپس چلا آیا لیکن اب یہاں کس کا جی لگتا تھا۔

اگر ہو جائے من غیری گزیند دوست حاکم اوست
حرامم باد اگر من جاں بجائے دوست بگزینم

اگر وہ مہربان میرے سوا کسی اور کو پسند کرے تو کرے کہ وہ بادشاہ ہے اور اپنی مرضی کا مالک ہے لیکن اگر میں اس کی جگہ اپنی جان کو بھی پسند کرلوں تو یہ حرام ہے۔

چھوڑ آیا ظہوری میں دل و جان مدینے میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے

ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ۔ (سنن ابوداؤد کتاب الجہاد 2758، مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان 347، مسند امام احمد بن حنبل 8-7)

چہرہ مصطفیٰ پر بھوک کے اثرات نہ ہونا

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مِمَّا اَكْرَمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِهٖ نَبِيَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّهٗ مَعَ تَالُمِهٖ بِالْجُوْعِ يُضَاعَفُ لَهُ الْاَجْرُ حِفْظِ كَمَالِ قُوَّتِهٖ وَصَانَ نَضَارَةَ جِسْمِهٖ حَتّٰى اَنْ مَنْ رَاٰهُ لَا يَظُنُّ بِهٖ جُوْعًا بَلْ كَانَ جِسْمُهُ الشَّرِيْفُ وَ وَجْهُهُ اللَّطِيْفُ اَشَدُّ رَوْنَقًا وَبِهَا مِنْ اَجْسَادِ الْمُتْرَفِيْنَ۔ (جمع الوسائل 188/2)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ارفع و اعلیٰ مقامات آپ کو عطا فرمائے ہیں ان میں ایک وصف کمال یہ بھی تھا کہ (اختیاری) فقر و فاقہ کی کیفیت سے درجات میں بلندی کے ساتھ ساتھ آپ کے کمال قوت اور جسم کی تروتازگی کی حفاظت اس طرح فرمائی کہ زیارت کرنے والا کوئی بھی شخص محسوس نہ کر سکتا تھا کہ یہ ذات ستودہ صفات کئی ماہ سے اس شان میں ہے بلکہ آپ کا جسم لطیف اور چہرہ انور تمام دولت مندوں، اہل ثروت سے زیادہ پر رونق اور تروتازہ ہوتا۔

ان کیف مست کوثر پاش آنکھوں کے نثار
ہے شراب من رانی زیب جام مصطفیٰ
دیکھ کر رنگینی حسن و جمال کائنات
آ گیا بے ساختہ ہونٹوں پہ نام مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلاق عالم کی انوکھی تخلیق

یوں تو حسن اور خوبصورتی کی تلاش میں ساری دنیا کے سات چکر بھی لگا آئیں اگر حسن اور خوبصورتی آپ کے اندر موجود نہیں تو وہ آپ کو کہیں سے نہیں مل سکے گی۔ لیکن پھول پھر پھول ہی ہے کون کور مغز ہے جس کو اس کی لطافت، نزاکت، مہک، رنگت اور بناوٹ مسحور نہ کرے۔ چاند پھر چاند ہے چاند کی چاندنی اور کہکشاؤں کا حسن کسے پسند نہ آئے گا۔

دیدۂ کور کی بات نہیں اور نہ کور چشم کی اور نہ ان کی بات کہ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ہے کہ ان کی آنکھیں ہیں اور لیکن دیکھتے نہیں بلکہ انہیں نظر ہی نہیں آتا۔ بات ان کی ہے جو يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کی خو کے مالک ہیں۔ جو تخلیق ارض و سما میں آسمان کی وسعتوں میں روئی کے گالوں کی صورت ہزاروں من پانی سے بھری مشکیں اٹھائے پھرتے بادلوں میں، غضبناک اچھلتی ابھرتی دریائی سمندری لہروں میں اور ان کے اوپر خراماں خراماں ہزاروں من بوجھ اٹھائے بہتی کشتیوں میں لیل و نہار کے خوبصورت اور خاموش انقلاب میں تدبر و تفکر کرتے ہیں۔ ان تخلیقی ندرتوں میں، مخفی اثرات میں، فیوض و برکات میں ڈوب کر پہروں گم رہتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کہ اے ہمارے رب! تو نے کوئی چیز بھی بے کار محض پیدا نہیں فرمائی تو پاک ہے۔

اگر تدبر و تفکر کے ساتھ ساتھ کوئی شخص تنقید و تحقیق کی موٹے شیشوں والی عینک بھی آنکھوں پر چڑھا لے تو ایسے شخص کے لئے حکم ہے الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفٰوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِن فُطُورٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝ (الملک)

جس نے سات آسمان بنائے تہ بہ تہ تم رحمٰن کی تخلیق میں کچھ تفاوت نہیں پاؤ گے پھر نگاہ

دوڑاؤ کہیں تمہیں رخنہ نظر آتا ہے؟ ایک بار پھر نظر دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھکی ماندی ناکام تمہاری طرف لوٹ آئے گی۔

آسمان کی وسعت کا اندازہ لگانے والے مشاہدہ کے بعد یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ بظاہر نظر آنے والی اشیاء میں اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ سات براعظموں پر ایک آسمان ہی چھت کا درجہ رکھتا ہے اور اتنی بڑی شئے میں کوئی نقص نہ ہو اس میں نہ کبھی نقص تھا نہ ہے اور جب تک مالک کی طرف سے مقررہ وقت نہیں آجاتا اس وقت تک کوئی نقص نہیں آئے گا۔

اس کی واضح وجہ یہ ہے کہ وہ رحیم ہے، ودود ہے۔ وہ رحم فرمانے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔ گویا اس نے جو کچھ بنایا ہے اس نے بڑی محبت سے بنایا ہے اور ہر صانع اپنی وہ صنعت جس سے صانع محبت کرتا ہو اپنی محبت کے پیش نظر اس کی نظر میں اس صنعت میں اس کے حسن کے مکمل کرنے کے لئے جو جو پہلو ادنیٰ یا اعلیٰ، چھوٹا یا بڑا، مہنگا یا سستا ممکن ہو اس کو پورا کرتا ہے اور جو ہو ہی قادر مطلق اور ودود بھی یعنی محبت کرنے والا اور اپنی صنعت پر اسے ناز بھی ہو تو اس میں کیونکر نقص رہنے دے گا۔

اس صانع مطلق، رحیم و ودود کی بے حد وعد مصنوعات میں سے صرف آسمان دنیا کی طرف ہی اپنی نظر اٹھ رہی ہے جس کو اس نے زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ فرما کر اس کی تعریف کی ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے اسی طرح اس کی ہر صنعت ہے زمین کا فرش اس کے اندر مخفی معدنیات، جواہر اور قیمتی اشیاء کے خزانے، نباتات کروڑوں قسم کی نباتات ان کی فطری اٹھان اس اٹھان میں قدرت کی قدرتی جھلک۔ ان تمام نباتات کے اندر ہر ایک کی الگ الگ تاثیرات، مفادات، عنایات اور لذات وغیرہ۔ جمادات حیوانات وغیرہم، وہ کون سی چیز ہے جس کی بناوٹ ہو چکی ہے اس بناوٹ میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ترمیم واضافے کی ضرورت محسوس ہوتی ہو۔

اس ساری تمہید کا نکتہ عروج یہ ہے کہ اس کی وہ تمام مخلوقات جو اس نے بے شک محبت ہی سے بنائی ہیں لیکن ان میں سے ایک مخلوق اس کی وہ بھی ہے جو ساری مخلوقات کی تخلیق کا

باعث ہے۔ وہ وجہ تخلیق کائنات ہے وہ سبب ہے۔ تمام مخلوقات صرف ایک ذات کی خاطر معرض وجود میں لائی گئی ہیں جس نے اپنی ساری مخلوقات کے ہر حسن کے عروج کی انتہا کو اس کی ذات میں سمو کر رکھ دیا ہے بلکہ ہر چیز کی تخلیق کی خلقت کے مقصد میں وہ ایک ہی ذات نظر آتی ہے۔

جد آیا محبوب خدا دا ہوگیا نور اجالا
سارا حسن سمیٹ لیایا سوہنا کالیاں زلفاں والا

وہ حسن مطلق کے نقش اول، برگ وگل کے حسن و عشق کا مرکز، گل و لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں کا نکھار، ہواؤں کی جانفزا کیفیتوں میں کیف و جذبات کا تلاطم، رونق گلزار ہستی حضرت مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

جس انداز کے ساتھ اس صانع مطلق نے اپنی عظیم الشان تخلیق کے ناز اٹھائے ہیں دنیا میں کہیں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ قسم ہے چاشت کے وقت کی طرح چمکتے دمکتے چہرے کی اور قسم ہے سیاہ رات کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں کی تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ تجھ سے روٹھا ہے۔

پاک ذات کی باتیں سن اور پاک ہو جا جس نے ان باتوں کو کان سے سنا اس کے کان پاک، جس نے خوش ہو کر آگے بیان کیا ان کی زبان پاک، جس نے دل میں محفوظ رکھی اس کا دل پاک۔ جن کی باتیں سن کر انسان پاک ہو جاتا ہے اگر ان کو دل میں بٹھا لیا جائے تو اس دل کی قدر و منزلت کون جانے۔ یہ پاک لوگوں کی باتیں ہیں پاک کرنے والوں کی باتیں ہیں جو وَيُزَكِّيْهِمْ کی شان والے ہیں۔ خدا کرے اس ذات پاک یعنی پاک کرنے والی ذات کی محبت کا قدم میرے دل سے کبھی نہ نکلے۔

آپ قدرت کا عظیم شاہکار ہیں۔ حسن ظاہر اور حسن باطن کے تمام مظاہر میں ایک

کامل، مکمل اور اکمل نمونہ۔ تمام حسینان جہاں ان کے سراپا پر سر سے پا تک فدا ہیں۔

خالق و مالک، صانع اور مبدع نے اپنے لازوال کلام میں اپنے اس حسن ازل کے شاہکار کو خود کئی انداز سے نوازا اور خوب نوازا۔ ذات محمد ﷺ سے متعلق صفات کو پوری ذی شعور انسانیت کی تلاوت کا حصہ بنا دیا اور فرمایا وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اعضا کے تناسب کے حسن نے بھی جہاں جہاں اپنے جلوے دکھائے ہیں دنیا نقد دل کے نذرانے پیش کرتی رہی۔ رخ انور کے حسن میں گم لوگ اپنی انگلیاں کٹوا بیٹھے۔ حسن موسوی کو دیکھ کر ان کی اہلیہ حضرت صفورہ نے آنکھوں کی بینائی نذر کر دی۔ لیکن حسن محمد ﷺ نے کیا دھوم مچا ڈالی۔ مردان عرب ان پہ نثار ہو ہو کر سر کٹاتے پھریں۔ درخت فدا ہوئے، پتھروں نے کلمہ یاد کر لیا، خشک تنے ہجر برداشت نہ کر سکے اور فراق میں رونا دھونا سیکھ لیا، مردوں نے قصیدے لکھے، جنوں نے اشعار لکھے، ساتھ پیدا ہونے والا قرن جن ایمان لے آیا۔

عمر بھر کا ایک ایک لمحہ خالق کی نظر میں اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا آپ تو ہماری آنکھوں میں بستے ہیں، عمر مبارک کی ایک ایک ساعت بصورت چیلنج پیش کر دی۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ میں تم میں عمر کا ایک حصہ بسر کر چکا ہوں لاؤ تو کوئی مثال ڈھونڈ کے۔

کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

چاند، سورج، ستارے، کہکشاں حسن کا ایک آئیڈیا ہیں، آئیڈیل ہیں، معیار ہیں۔ روشنی پھیلانا، خوبصورت لگنا، منافع تقسیم کرنا، سمندروں کی لہروں میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنا، پھلوں کے پکنے میں مدد دینا، ان میں مٹھاس بھرنا اور مختلف رنگوں میں رنگنا، میٹھی نیند سلانا، نیند سے بیدار کرنا یہ اور اس قسم کے لاکھوں کام کرنا یہ سب ان کے حسن کی رعنائی ہے، دلفریبی ہے۔ یہ سب اپنی جگہ لیکن حسن ازل کا اکمل ترین نمونہ حضور کی ذات والا صفات کی بات، کیا بات ہے کہ وہی چاند، اس کے بچپن کے پھبنے کی ننھی پھبن اللہ اکبر انگلیوں کے

اشاروں پر ناچتا ہے کھلونا بنتا ہے، اپنے دل کو درمیان میں سے چیر کر قدموں کو بوسہ دیتا ہے۔ سورج کبھی مغرب سے طلوع نہیں ہوا وہ بھی ان کی انگلی کے اشارے کا منتظر رہا کہ کبھی مجھے حکم کی تعمیل کا ارشاد ہو۔ اشارہ ہوا تو اپنی فطرت طلوع وغروب بدل ڈالی۔ ڈوبا سورج ابھرا اور ان کے غلام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز عصر پڑھانے تک کھڑا رہا۔

ستارے اور کہکشائیں سنا ہے دنیا کی قسمتیں، تقدیریں بتاتے ہیں۔ مقدر بنانے اور بگاڑنے پر مامور ہیں لیکن ان کے اپنے مقدر کا ستارہ خود ممدوح رب کائنات ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔

تیرے نور سے اے حبیب رب، مہ و مہر کی ہے یہ تاب سب
جسے لوگ کہتے ہیں کہکشاں، تیری راہ گزر کا غبار ہے

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اب اگر میں آپ کی شان میں کچھ کہوں گا یا لکھوں گا تو یہ یہ لفظ لکھوں گا، یہ یہ بات کروں گا۔ اب اس پیرائے میں بات ہوگی۔ اب کے یہ شعر پڑھوں گا، یہ نعت لکھوں گا، وہ قصیدہ پڑھوں گا۔ لیکن وہ سارے الفاظ، وہ سارے جملے، وہ ساری فصاحت و بلاغت سے بھری باتیں وہ صاف و سادہ انداز سے کہی جانے والی بے ساختہ زبان اور قلم سے نکلنے والی کہاوتیں لکھ چکا ہوں، کہہ لیتا ہوں تو پھر اپنی کم مائیگی اپنی علمی بے بضاعتی، اپنے عجز، اپنی بے بسی پر شرم سے ڈوب جاتا ہوں کہ میں نے تو ان کی شان میں کچھ بھی نہیں کہا۔

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے
تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

پھر ایک نئے عزم سے نئے حوصلے سے اٹھتا ہوں اور یہ سوچ کر اٹھتا ہوں کہ تیرے ان حرفوں سے، لفظوں سے، قصیدوں سے، شعروں سے، نعتوں سے ان کی ثنا کا حق تو ادا نہیں ہو سکتا لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جب سے تو اس کام میں مصروف ہے تیری اپنی شان تیرے اپنے مرتبے کتنے بڑھ گئے ہیں۔ قدم اٹھتے ہیں لوگ رستہ دیتے

ہیں، بات کرتا ہوں کہتے ہیں اس زبان سے پھول جھڑتے ہیں۔ لوگ بار بار سننے کی تمنا رکھتے ہیں اور

مَا اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

میں تصور میں کھڑا تھا اپنے آقا کے حضور
شہر بھر میں لوگ میری جستجو کرتے رہے
ہم کہاں عزت کے قابل تھے مگر بستی کے لوگ
نعت کے صدقے ہماری آبرو کرتے رہے

پھر کیوں نہ ان کے رخ کی بات کروں۔ کیوں نہ زلف عنبریں کا ذکر چھیڑوں۔ کیوں نہ مکحول آنکھوں کے تذکرے کروں۔ کیوں نہ ان لب ہائے مبارک کے ذکر سے لذت لوں۔ حق ادا کرنا تو میرے بس میں نہیں ذکر کرنا تو میرے بس میں ہے۔

ویران تھی زندگی اور میں خاک چھانتا تھا
تیری عطا سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْسَنُ النَّاسِ وَجْھًا وَاَحْسَنَہٗ خُلْقًا یعنی حضور نبی کریم ﷺ چہرے کے حسن کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے حسین تھے اور اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ نَبِیَّکُمْ صَبِیْحَ الْوَجْہِ کَرِیْمُ الْحَسَبِ حُسْنُ الصَّوْتِ۔ یعنی اے لوگو! تمہارے نبی ﷺ کا چہرہ انتہائی خوشنما اور خوش منظر تھا۔ آپ کا نسب مبارک اعلیٰ تھا اور آپ کی آواز بہت ہی حسین تھی۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں رَاَیْتُ رَجُلًا ظَاھِرًا لُوَضَاءَ ۃِ مُتَبَلِّجُ الْوَجْہِ۔ یعنی آپ کا چہرۂ اقدس سورج کی سی تابانی اور درخشندگی لئے ہوئے تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ۔ میں نے آپ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں پایا آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا گویا آپ ﷺ کے چہرہ انور میں آفتاب محوخرام ہے۔

چہرے کو ان کے چاند کہوں یہ بھی ہے غلط
خورشید نیم روز کہوں یہ بھی ہے غلط
میں! اور پھر خاموش رہوں یہ بھی ہے غلط
یکتا تھا بے مثال تھا چہرہ حضور کا
بس اتنا جان لیجئے منبع۔ تھا نور کا

یَآاَیُّهَاالْمُزَّمِّلُ

یَآاَیُّهَاالْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا o۔ اے کملی اوڑھنے والے اٹھیے! اگر آپ ہی نے روپوشی اختیار فرمالی تو یہ دنیا گمراہی کے بھنور میں ہی پھنسی رہے گی۔ پھر یہ لوگ کس کے دیدار سے مشرف ہوکر اور روشنی پاکر منزل مقصود پر پہنچیں گے۔

آپ رات کو قیام کیا کریں کہ آپ شمع کی مانند ہیں اور شمع کا کام ساری رات کھڑا رہنا ہوتا ہے۔

آپ امت کے کشتی ران اور ملاح ہیں اور بیدار ملاح ہی کشتی کو اور کشتی میں بیٹھنے والوں کو پار لگا سکتا ہے اس لئے اٹھیے! کشتی اور مسافر انتظار میں ہیں۔

آپ ہی تو ساری امت کے پشتی بان اور نگران ہیں۔ بھٹکی انسانیت کی پشت پناہی تو کوئی کامل و بیدار مغز ہی کرسکتا ہے کہ جاگنے والے ہی جگاتے ہیں۔

آپ کے علم میں ہے یہ بات، کہ اس وقت پوری دنیا میں علم لدنی کا فیض پہنچانے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

آپ کا خلوتوں میں گم ہوکر بیٹھ جانا مناسب نہیں۔ میں نہاں ہوں آپ عیاں ہیں۔

آپ میری صفت ''الظاھر'' کے مظہر اتم بنئے! اٹھیے کہ جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے۔

چاند ساری رات اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ آپ کی پیشانی سے بھیک لے کر روشن ہوتا ہے آپ ان اندھوں کے شور سے دل برداشتہ ہوکر کملی اوڑھ کر لیٹ نہ جایئے اپنی روشنی سے دنیا کو محروم نہ کیجئے۔

آپ کے مخالف کتے ہیں آپ ان کو بھونکنے دیں۔ کتوں کے بھونکنے سے تو گدا گر بھی اپنی منزل کھوٹی نہیں کرتا۔ آپ تو ہادی ہیں، راہبر ہیں، امام ہیں، آپ کیوں لیٹیں۔ اٹھیئے۔

سورج نے کبھی چمگادڑ کو بددعا نہیں دی حالانکہ چمگادڑ سورج کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں

کرتا جب کہ وہ صرف سراج ہے اس کا کام چمکنا ہے اور صرف چند شمار میں آنے والے چاندوں کو چمکاتا ہے۔اے کملی اوڑھنے والے آپ صرف سراج ہی نہیں بلکہ سراج منیر بھی ہیں جو سورجوں کو چمکاتا ہے اس وقت کی دھول میں بے شمار سورج دھندلا دھندلا کر بے بسی کی موت مرنے والے ہیں۔آپ اٹھیے اور ان اندھے شیشوں کو چمکا دیجئے۔

آپ شاہد، مبشر، نذیر ہیں میرے حکم سے داعی الی اللہ ہیں اور سراج منیر ہیں۔

سارا عالم بیمار ہے اور آپ مکمل شفا ہیں۔آپ کے قدموں سے لگی مٹی بھی خاک شفا کہلاتی ہے آپ اٹھیے۔سارے عالم کے دکھ درد بانٹ لیجئے بلکہ ہر بیمار کے لیے پیغام شفا بن کر اٹھیے۔میں چاہتا ہوں میری مخلوق میں ہر دکھی جب آپ کو دیکھے تو کہہ دے میرے آقا!

آپ کا نام جب ورد زباں ہوتا ہے

بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

جو کسی اندھے کی چالیس قدم رہنمائی کرتا ہے میں اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہوں اس وقت ساری دنیا کے اندھوں کو آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔اے کملی اوڑھنے والے قُم! آپ اٹھیے اندھوں کو کمر بند سے پکڑ پکڑ کر میرے حضور قطار اندر قطار لا کر کھڑا کر دیجئے۔ ہمارا وعدہ ہم آپ کو فتح مبین بھی عطا فرمائیں گے اور آپ کے صدقے سب کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے آپ پر اور آپ کے چاہنے والوں پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دیں گے۔

صدیاں بیت گئیں دنیا نے کبھی بہار کا اور خوشی کا منہ نہیں دیکھا۔آپ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اٹھیے کالی کملی اتار دیجئے اور ان کے سوگ کو خوشیوں میں بدل دیجئے۔

وہ اندھے جو آپ کی مخالفت میں بالکل ہی اندھے ہو چکے ہیں آپ فکر نہ کریں وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) بلکہ ہم ان نہ ماننے والے مخالفین کو ایسا اندھا کر دیں گے کہ وہ زہر کو بھی شکر سمجھ کر کھا جائیں گے۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (بہرے، گونگے، اندھے تو وہ پھر آنے

والے نہیں) سے بھی بڑھ کر ہم یوں کریں گے۔ وَ يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (اور وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں)۔

اے کالی کملی اوڑھنے والے ہمارے محبوب! قیامت میں "اسرافیل" صور پھونکیں گے اور سارے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ آپ اٹھیے اور اپنا صور یہیں پھونکیں۔ اعلان نبوت علی الاعلان فرمائیں اور مردہ دلوں کو حیات جاودانی عطا فرمائیے۔

اسرافیل کے صور پھونکنے سے جو مردے زندہ ہوں گے ان میں کچھ جہنمی ہوں گے اور کچھ جنتی۔ ان کی قسمت کا فیصلہ اس وقت کریں گے اور آپ جس جس کو بھی زندہ فرمائیں گے اس کا ابھی اعلان کئے دیتے ہیں۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (النساء:13) اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔ اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بلکہ ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہی جنت میں نہیں رہیں گے جیسے کوئی عام انسان آ کر سرائے میں رہ جاتا ہے بلکہ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ (حم سجدہ) وہ اپنے غفور و رحیم رب کے مہمان کی حیثیت سے رہیں گے۔ آپ کو پتا ہے مہمان کی کتنی عزت ہوتی ہے۔ اٹھیے میری وسیع و عریض جنت کے لئے میرے مہمانوں کی ایک ان گنت تعداد کی ٹیم تیار فرما دیجئے۔

اے کالی کملی اوڑھ کر لیٹنے والے صاحب معراج میرے محبوب! ہم تو تیرے غلاموں کو بھی معراج کا اعزاز عطا فرمانے والے ہیں لیکن ان کی معراج ایسی نہ ہوگی جیسے گرد و غبار اور دھواں اٹھتا ہے اور پھر خود ہی بیٹھ جاتا ہے۔ ہم ان کو ایسی معراج کرانا چاہتے ہیں کہ جب آپ خود معراج پر ہوں اور آپ جنت کی سیر کر رہے ہوں تو کسی کے چلنے کے انداز اور اس کی آواز سے ہی محسوس کر لیں کہ ایسے لگتا ہے جیسے میرا بلال جا رہا ہو۔

اس لئے آپ ابھی تنہا نہ لیٹیے۔ وہ سونا معراج کی شب کا سونا ہوگا اب آپ اٹھیے اور ان سوتوں کو جگائیے اور معراج کے لائق بنا دیجئے۔

تمام تاریکیاں، تمام اندھیرے، تمام خباثتیں، چوروں کی چوریاں، ڈاکوؤں کی ڈاکہ زنیاں، غافلوں کی غفلتیں، نیند کے ماروں کی نیندیں یہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ نہ جانے کیا کچھ رات کی تاریکی میں ہوتا ہے۔ ان تمام تاریکیوں کے لئے اجالا صرف آپ کی ذات ہے۔ گھر والا جاگتا ہو تو چور کو ہمت نہیں پڑتی۔ محبوب یہ ساری دنیا تیری ہے۔ جاگ اور اس دنیا اور اس میں رہنے والی ساری مخلوق کو اپنی رحمتوں کی چادر میں لپیٹ لے تا کہ کوئی چور شیطان اس طرف منہ نہ کر سکے۔

خریدار اور غلام

پانچ وقت کی اذان گویا ذات باری تعالیٰ کی طرف سے گریہ زاری کی دعوت ہے اس کی محبت میں بہایا ہوا آنسو، شہید کے خون کے برابر سمجھا گیا ہے۔ دیکھ خریدار نے تیرے مال کی کیا قیمت لگادی ہے۔

اتنا قدر دان، خریدار، اتنا کریم مالک چھوڑ کر کسی اور خریدار کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اس کے سوا کوئی ۔ر خریدار تجھے مل بھی جائے تو بتا وہ تیری کیا قیمت لگائے گا۔ اس کے پاس ہے کیا۔ چند کھوٹے سکے۔ ثَمَنًا قَلِیْلًا اپنی قدر پہچان نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔ اپنی قیمت بڑھا کسی کے پاس تجھے خریدنے کے لئے مال کہاں۔ اس کے چند کھوٹے سکوں کی چمک کے لالچ میں نہ آ۔ کہ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ تیرے دوسری طرف دیکھنے سے اتنا عظیم قدر دان اگر غیرت میں آ گیا تو تیری قیمت چند کھوٹے سکے بھی نہ پڑ سکے گی۔ وہ بڑا غیور ہے۔ تو نفرتوں کے جہنم میں ایسا گرے گا کہ کوئی تیرا مددگار اور تیرا معاون نہ ہوگا۔ نہ تو مر سکے گا نہ تو جی سکے گا۔

حق تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں۔ جب عطا ہوتی ہے قابلیت خود ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ عطا مالک کی صفت ہے اور اس کی طرح اس کی صفت بھی قدیم ہے۔ قابلیت غلام اور بندے کی صفت ہے جو غلام اور بندے کی طرح حادث ہے۔ پتھر، لاکھ پتھر سہی لیکن جب اس کی عطا کی پھوار برسنے لگتی ہے کہ پتھر دل بھی موم بن جاتے ہیں۔

دنیا کا کوئی دوست وفادار نہیں بلکہ شاہ کے سوا باقی سب تیرے دشمن ہیں۔ وہی ایک سچا دوست ہے سچے دوست سے شکوہ کرنا گناہ ہے۔ سچے دوست سے بدگمان نہ ہو بدگمانی سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اسی سچے دوست کا وفادار غلام بن۔ غلام تو غلام اگر کتا بھی مالک

سے وفاداری کرے تو مالک کی ہزاروں ہمدردیاں جاگ اٹھتی ہیں۔

محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا
سچے نبی دیاں سچیاں یاریاں نی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں نے جب مالک کی۔ شاہ کی۔ دین سے شناسائی حاصل کر لی تو انہوں نے اس کی محبت میں ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور دار و رسن کو چوم لیا۔ یہ مقام تو پچاس، سو دو سو سال کی عبادت کے بعد بھی نہیں ملتا۔ مالک نے ان کے تذکرے کے ایک ایک حرف کے بدلے ساری کائنات کو دس دس، بیس بیس نیکیاں بانٹنا شروع کر دیں۔ آج تک بٹ رہی ہیں اور تا ابد بٹتی رہیں گی۔ اس خیرات سے دامن بھرنے والوں کے لئے خزانوں کے بوروں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ تقدیس بھری کتاب میں جادوگروں کے اس تذکرے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہو اور فیض و کیف سے جھولیاں بھرتے جاؤ۔ سلام ہو اس کامِل نگاہ والے شاہ کے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جس کے ذرا سے ادب کرنے پر قدر دان و شکور و حلیم شاہ نے ذروں کو عزت و شرف کے اوج ثریا پر پہنچا دیا۔

یہ تو اس کے ادب کا صلہ تھا جو شاہ سے صرف ہم کلام ہوا تھا اور جس نے شاہ سے قاب قوسین کا قرب اور خلوت پائی رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ کا شرف دیدار پایا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴿۱۷﴾ کی آنکھ سے شاہ کو جی بھر کر دیکھا۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی﴿۱۰﴾ کی راز و نیاز کی باتیں کیں۔ ذرا سوچ اس کے ادب کی کیا کرامات ہوں گی۔ اگر تری سوچ کا شہ پر وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا تو نہ سہی ادب کر پھر شاہ کے دین کو دیکھ وہ بہت ہی قدردان ہے۔ یا حی یا قیوم، یا شکور یا حکیم۔

بادشاہ نے خریدے جانے والے ایک ہندی غلام ایاز کی طرف دیکھ کر کہا تھا کہ تیرے غلام ہونے نے غلامی کے منصب کو منور کر دیا۔ تیرے وجود سے تو آزاد لوگ بھی تیری غلامی جیسی غلامی کی حسرت رکھنے لگے ہیں۔ ہاں مؤمن ہونا ہی وہی ہے جسے دیکھ کر کافر بھی

حسرت سے دیکھتا رہ جائے کہ باایمان ایسے ہوتے ہیں۔یوں تو مومن ایسے بھی ہزاروں مل جائیں گے جن کی طرف دیکھ کر کافر ایمان لانے کا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں۔

اگر آگ کا ایک شرر سارے جنگل کو جلا دینے کے لئے کافی ہو سکتا ہے تو کیا ایمان کے پانی کا ایک قطرہ سارے جہنم کو بجھانے کے لئے کافی نہ ہوگا۔

اگر یار مہربان ہو تو ہر امتحان کی ہر تلخی خوشگوار ہو جاتی ہے بلکہ ان تلخیوں میں اتنی شیرینی ہوتی ہے کہ اس کا ایک قطرہ سمندر کے سارے کھارے پن کو دور کر دیتا ہے۔

جو ایک بے رونق مٹی سے پھل پھول اور پتیاں پیدا کر دیتا ہے وہ تیرے سارے کھوٹے سکے وصول کر کے تجھے مسجود ملائک بنا سکتا ہے۔اے خاک کے پتلے وہ تیری خاک میں اتنا نور بھر سکتا ہے کہ نوری تیرے گھر کا پانی بھرتے پھریں۔تیری چوکھٹ پر دربانی سرمایہ افتخار سمجھنے لگیں۔وہ بڑا قدردان ہے۔یا شکور یا حلیم

سوچ اس شاہ سے بہتر تیرا خریدار کون ہو سکتا ہے جس کے اپنے خزانے سچے مال سے بھرے ہوئے ہیں اور پھر بھی جو غلام اپنا مال لے کر اس کے پاس آتا ہے وہ اس کا سارا مال خرید لیتا ہے اور اس کے عوض ختم نہ ہونے والے خزانوں سے جھولیاں بھر دیتا ہے۔

جس کی دکان پر ایک جان کے بدلے سو جان مل جانے کی یقین دہانی ہو اس دکان سے کون جان چھپا کر رکھتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام ہنستے مسکراتے آتش نمرود میں جو کود پڑے تھے اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن اس کی چوکھٹ پر کیوں رکھ دی تھی۔ان کو شاہ کے بھالے کا زخم اتنا پیارا ہوتا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔آگ کے انگاروں پر لیٹنے والوں سے پوچھ، یہ انگارے یہ شرر، یہ شعلے تمہیں اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں۔وہ کہتے ہیں یہ ہم سے نہ پوچھ، نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم تیری طرف دیکھیں۔وہ دیکھ! چلمن سے لگے اوٹ میں بیٹھے کوئی مسکرائے جا رہا ہے۔اس کی ایک مسکراہٹ ہی نے ساری تلخیوں میں شیرینی بھر دی ہے۔اس کی اک نظر کی قیمت میری ساری زندگانی۔

وہ خریدار ہی نہیں وہ سخی داتا بھی ہے۔ اس کی سخاوت چاہنے والوں کو یوں تلاش کرتی رہتی ہے جیسے حسین آئینے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آئینے سے ان کے اصل حسن ہی میں نکھار آتا ہے۔ سخی داتا اپنے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رکھتا ہے۔ سارا دن ہر خاص و عام کے لئے اور رات کے تاریک سناٹوں میں صرف ہمراز لوگوں کے لئے۔ پتہ نہیں تو کن میں شامل ہے؟

خطاؤں کی پر پیچ گلی کی ہر نکڑ پہ ٹھہرا ہوں
بدبودار غلاظت والی ہر گندگی سے لتھڑا ہوں
غفلت کے اندھیاروں میں، میں جی بھر بھر کے سویا ہوں
کوئی کوک جگانے والی، دیتی کان کے پردے پھاڑ
قدم قدم پر اکھڑا ہوں میں قدم قدم پہ پھسلا ہوں
مری آنکھ ہے جب بھی جھپکی غیروں کے گھر پہنچا ہوں
دل کے احساسات کی دنیا میں ہوں جیسے مردہ ہوں
کوئی کوک جگانے والی دیتی کان کے پردے پھاڑ
بدنامی کے چشمے پہ قشقے لگا کر بیٹھا ہوں
عصیاں کاری کی لذت میں بدی بدی سے چپکا ہوں
مدہوشوں بدمستوں کی میں پہلی صف میں یکتا ہوں
کوئی کوک جگانے والی۔ دیتی کان کے پردے پھاڑ

ظفر چشتی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

اونچائی اور نیچائی میں بذات خود کوئی فضیلت نہیں۔ بلبلہ پانی کی سطح پر ہوتے ہوئے بھی اپنا پیالہ خالی رکھتا ہے اور سیپ پانی کی انتہائی گہرائی میں نیچے ہوتے ہوئے بھی ایک بہت ہی قیمتی ہیرے کی ماں ہوتی ہے۔ اللہ و نبی کا قرب بلندی و پستی سے نہیں یہ دولت تو ترک ہستی سے ملتی ہے۔ ترک ہستی جتنا زیادہ ہوگا قرب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔ وہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ کی صفات کے مظہر اتم سرکار ہیں۔ (فداہ امی وابی الفاالفا) اس لئے سرکار ہی اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ہو سکتے ہیں۔

اہل ایمان کی جانوں سے زیادہ قرب کے کمال کا حق بھی انہی کو زیب دیتا ہے ﷺ۔ کہ جان جسم پر حکمران ہوتی ہے۔ زندگی کی ساری مصروفیات اسی جان کے احکامات کی پابندی کی وجہ سے ہیں۔ لیکن کتنا خوش بخت و خوش نصیب ہے مومن جس پر حکمرانی، اس کی اپنی جان نہیں، جان جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔ اس کا کھانا پینا، اس کا اوڑھنا بچھونا، اس کا آنا جانا، اس کا سونا جاگنا اور لینا دینا سب انہی کے حکم کا پابند ہے۔ اس کے قدم کی ہر اٹھان انہی کے حکم کے تابع ہے کہ اصلی حکمران وہی ہیں۔ مومن ہر سانس، ہر بول، ہر قدم انہی سے پوچھ کر، انہی کے اشارے پر، انہی کی اجازت سے اٹھاتا ہے۔ کہ وہ جان سے قریب تر ہیں اور یہ قرب انہی کو زیب دیتا ہے جو مومن پر اصل حکمران ہیں۔

جسم جان سے ہے۔ جان ہے تو جسم ہے جان گئی تو جسم بیکار، مٹی کا ڈھیر۔ یہ سارا حسن، یہ ساری رعنائی، یہ زلفوں کا خم، یہ کاکل کی لمبائی، یہ عارض و رخسار، پنکھڑیوں کو شرماتے ہونٹ، غزالی و شربتی آنکھیں، ان کی ساری زندگی جان سے ہے اور جس سے زندگی کی ساری رعنائیاں وابستہ ہوں اس کی خبر ہی نہیں۔ کب رخصت ہو جائے۔ ایک لمحے

کا اعتبار نہیں۔ موت کا بلاوا آئے اور اس کے ساتھ ہی سب کچھ اور سب کو چھوڑ چھاڑ بھاگ نکلے۔ شاید اسی لئے کسی رقیب نے اپنے محبوب کو اپنے، اپنے رقیب سے جل کر اور جلانے کے لئے کہا تھا۔

اس نے تجھ کو جاں کہا، جانا کہ تجھ کو کیا کہا
اس نے بے وفا کہا جاں کا اعتبار کیا

ایسی بے وفا جان کا قرب، کیا قرب، جس کا اعتبار ہی نہ ہو پھر جس کے بغیر جسم مٹی کا ڈھیر۔ جاں آفریں جل وعلٰی کا ارشاد ہے سبحان اللہ کیا خوب ہے کہ تمہاری جانوں سے زیادہ وہ قریب ہیں جن کے قرب سے زندگی، زندگی ہے۔ ابدالآباد تک کی زندگی۔ اس پر کافروں کی لاکھوں کھربوں جانیں قربان جو اس جاں سے دور ہوا سانپوں اور بچھوؤں کی خوراک بنا۔

تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

اصل قرب یہی ہے کہ جسم کی حفاظت کریں۔ جان کی بھی، روح کی بھی حفاظت کریں اور ایمان کی بھی۔ ساتھ اتنا مضبوط کہ ساتھ چھوڑنے کا کوئی احتمال نہ ہو۔ نہ حذر میں نہ سفر میں، نہ قبر میں نہ حشر میں، ہر لحظہ ہر آن، ہر لمحہ قریب اور رگ جان سے بھی قریب اور یہ قرب جسم کو وقتی طور پر زندہ رکھنے والی جان کو نہیں جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی زیب دیتا ہے۔

کافر کی شکست اور مومن کی شکست میں ایک خاص فرق ہے۔ کافر شکست پا کر شکستہ ہو جاتا ہے، ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے یا انتقام کے لئے اندھا ہو جاتا ہے۔ لیکن مومن کی شکست اسے شکستہ نہیں پختہ کرتی ہے۔ اصلاح کی طرف راغب کرتی ہے۔ مومن کی شکست اسے غازی بناتی ہے۔ کافر کی شکست گدھے کی لید کی طرح کہ جتنی ٹوٹے بدبو پھیلائے۔ بندۂ مومن کی شکست مشک وعنبر کی ڈلی جتنی ٹوٹے خوشبو پھیلائے۔

ہم نے پھولوں کو چھوا کانٹے ہو گئے
تو نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستان کر دیا

کافر و مومن کی شکست کا یہ واضح فرق صرف ان کے ذہن، فکر، خیال، نہاں خانۂ دل میں بسنے والے کے اثرات ہیں۔ اس کے قریب ابلیس لعین ہے جو ہر بدی کے بھبھوکوں سے اٹھنے والی بدبو کا منبع ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے
دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

جب کہ بندہ مومن کی فکر میں، خیال میں، سوچ میں، محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بستی ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اسے ٹوٹنے نہیں دیتا۔

صحیح ایمان کی علامت یہ ہے کہ اس جان پر جان قربان کرنا اچھا لگے۔ ہم بھی دوست اس کو بناتے ہیں جو ہماری خاطر جان کی پرواہ نہ کرے۔ اگر بندہ مومن رگ جاں سے قریب بسنے والے پر جان نچھاور کرنا اپنی چاہت کا حصہ سمجھتا ہے تو ہماری جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ساری زندگی ہماری خاطر اپنی جان پر کیا کچھ نہ جھیلا۔

جب وصال کے شوق میں مرنا آسان ہو جائے تو موت صرف ایک نقل مکانی کی صورت ہوتی ہے۔ اس طرف بھی زندگی اس طرف بھی زندگی۔ بادِ صبا کے آنے سے زمین پر پڑی مردہ مٹی میں بھی جان پڑ جاتی ہے اور وہ اڑنے لگتی ہے۔ یہی احساس بندہ مومن میں جان پیدا کر دیتا ہے کہ میرے ہادی، میرے راہبر، دھڑکن دل کے مکیں، راحت جان و رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادِ نسیم، بادِ بہاری، بادِ صبا کی صورت میرے انگ انگ میں میری اپنی جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ وہ آئے تو مجھ جیسے مٹی کے ڈھیر، مردہ مٹی کے ڈھیر کو بھی اٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اسمِ محمد ہے جسے ہونٹ بھی چومیں
کچھ ایسا حسیں نام ہے ہر ایک حسیں سے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرب اور بعد

قرب اور بعد یعنی نزدیکی اور دوری، زمانی ہو یا مکانی، بذات خود کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بعض اوقات بہت زیادہ قرب بھی محروم رکھتا ہے اور بعض اوقات دوریاں بہت دور لے جاتی ہیں۔ بسا اوقات دور والے قریب والوں سے نمبر لے جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ قریب والے مزے لیتے ہیں اور دور والے ترستے رہ جاتے ہیں۔

گھر کی دیوار ایک ہے رشتہ داری میں بھی کوئی ایک واسطہ دوری کا نہیں، پیدائش کے وقت سے لڑکپن، ابھرتی جوانی نکھرتا شباب وہیں گزرتا دیکھا ہے۔ کاروبار حیات ہو یا لین دین، بڑوں کا ادب ہو یا چھوٹوں پہ شفقت، گفتگو میں ہر لفظ تول تول کر زبان سے نکلتا دیکھا۔ کہیں کسی لمحے نظر کی خیانت، ایک شمہ نہیں دیکھا۔ لین دین میں اعتبار کا خراج ہر ایک سے وصول کرتے دیکھا۔ باہمی مخاصمات اور لڑائی جھگڑوں سے نہ صرف گریزاں رہے بلکہ ہر مسئلے کا حل ایسا نکالتے دیکھا کہ دیکھنے والا عش عش کر اٹھا۔ بے یار و مددگار اور بے سہاروں کا بازو بنتے دیکھا۔ قول اور قرار کا پکا، قدم قدم محیر العقول، حیران کن واقعات کا تسلسل۔ چہرے کے حسن کے نکھار پر اپنے ہی بڑوں کو فدا ہو کر بارش مانگتے دیکھا اور فضا کی بسیط وسعتوں میں کہیں چھپے بادل گھر کر آتے اور برستے دیکھا۔ اسی طرح فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس) کا اعلان اور چیلنج اور جھنجھوڑنا، ذہن کے خشک سوتے جگانے کے لئے کافی تھا کہ لوگو! میں نے تم میں اس سے پہلے ایک زندگی گزاری ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ میری زندگی کے کسی لمحے میں کوئی جھول ہو تو دکھا دو۔

لیکن وا حسرتا۔ یہ قرب، بدنصیبی و بدبختی کی دبیز تہوں میں سے ایک تہہ بھی نہ کھول سکا بلکہ محرومی اور دوری اور بڑھتی گئی حتیٰ کہ قول فیصل نازل ہوا۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ تباہ و برباد ہوا ابولہب۔ اور وہ ہو بھی گیا۔ یہ کم عقلی کی خارش ابولہب کو اس کی بیوی کو اور اس

کے بیٹوں کو لگ گئی۔ وہ قریب رہ کر بھی ہر نظارہ دیکھ کر بھی محرومی کی دلدل میں گرتے چلے گئے۔ خدا کرے یہ خارش، کم عقلی کی خارش، بے عقلی و گستاخی کی بو کی سڑاند والی خارش کسی کو نہ لگے۔ چودہ صدیوں سے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، کھربوں، پدموں، سنکھوں انسانوں کی زبان سے نکلنے والی آواز تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ جہنم کے گہرے پاتال میں بھی نہ جانے اس کو کتنے کرب میں مبتلا کرتی ہوگی۔

اور بھی کئی تھے اس شہر مکہ میں امن کے شہر میں، حرم شریف کے پڑوسی، بڑی بڑی شان والے، مرتبے والے، دانشور، سیانے، ابوالحکم ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جس کی آنکھ سے کالے شیشوں والی عینک اترتی اور وہ ان کو ہر حال میں کالا ہی دیکھنے پر اصرار کرنے والے کبھی اس کے رنگ میں بھی دیکھ لیتے جس رنگ میں بنانے والے نے انہیں بنایا تھا، سنوارا تھا، نکھارا تھا۔ ہاں جس نے انہیں ایک نظر اس رنگ میں دیکھ لیا وہ پکار اٹھا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

کئی دور تھے بہت دور۔ سینکڑوں میل دور لیکن اس دوری میں بھی وہ قرب کے مزے لیتے تھے۔ ان کے ذہن میں، خیال میں، فکر میں، سوچ میں بس وہی سمائے ہوئے تھے۔ ان کی محبت، ان کا پیار، ان کی لگن، ان کی چاہت کی شیرینی میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے۔ ان کا تصور ایک حسین تصویر کی صورت میں خلوتوں میں جلوتوں میں سمایا رہتا۔

دن تیرے خیالاں وچ لنگدا، راتیں سوواں تے تیرے سفنے نے

تیری یاد بناں میرے چن سجناں، جیہڑا ساہ آیا اوہ حرام آیا

محرومیوں میں ڈوبے ہوؤں کو وہ ایک آنکھ نہ بھائے۔ جنہیں محمد ﷺ جیسا شخص بھی اچھا نہ لگا قتل کرنے پر اتر آئے۔ مارنے مرنے پر تل گئے۔ جب وہ باذن اللہ شہر مکہ سے نکلے تو رستے میں ایک جھونپڑی میں ٹھہرے۔ صرف چند لمحے ہاں صرف چند گھڑیاں۔ اور ایسا نور اجالا کر گئے کہ بوڑھی دیہاتی، گنوار اور پینڈو عورت ام معبد رضی اللہ عنہا فدا فدا

ہوگئی۔ جب آپ سرکار، میرے آقا، میرے مولا ﷺ راہی مدینہ منورہ ہوئے۔ جھونپڑی میں انوار کی کرنیں بکھیر کر تشریف لے گئے تو وہ دشمن جان ادھر کہیں آ نکلے اور بوڑھی مائی کو حلیہ بتا کر پوچھنے لگے کوئی ایسا شخص تو یہاں نہیں آیا تھا۔ تو وہ پکار اٹھی تم نہ جانے کس کی تلاش میں ہو مَا اَدْرِیْ مَا تَقُوْلُوْنَ قَدْ مَنَافَتِی حَالِبُ الْحَائِل۔ پتہ نہیں کس کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ میرے ہاں تو ایک ایسا شخص تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا جو دودھ نہ دینے والی بکریوں کو بھی دودھ دینے والا بنا دیتا تھا۔ قریش چیخ اٹھے ہاں ہاں ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ وہ کیوں محروموں کو بانصیب بناتا چلا جاتا ہے۔ وہ کیوں اندھیروں کو اجالوں میں بدلتا جاتا ہے۔ وہ گرے ہوؤں کو کیوں اٹھاتا چلا جاتا ہے۔ وہ دودھ نہ دینے والی کم نصیب بکریوں کو بانصیب دودھ دینے والی کیوں بناتا چلا جاتا ہے وہ ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

لیکن کوئی ام معبد رضی اللہ عنہا کے دل سے پوچھے اس کا عالم کیا تھا وہ بھی تو اسی شہر کے پڑوس میں عمر گزارے بیٹھی تھی۔ تف ان قریبیوں پر جو قریب رہ کر بھی دور رہے اور ہزار جان فدا ان دور رہنے والوں پر جو شائد کہیں ایک یا دو بار دیکھ پائے اور پوری زندگی دیکھنے کو بے چین و بے قرار رہے۔

اک دن وہ مل گئے تھے سرراہ گزر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

نظروں پر دور بین لگا کر دیکھ لینے والوں نے بتایا ہے کہ چاند زمین سے لاکھوں کروڑوں میل دور رہتا ہے۔ رہتا ہوگا لیکن میرا وجدان کہتا ہے وہ دور کب تھا۔ اتنی دور رہنے والا ہوتا تو رات کی تاریکیوں میں انگلیوں کے اشاروں پر کیوں نثار نثار ہوتا۔

فلک پر چمکتے ہوئے چاند نے بھی
پیمبر کی انگلی کو تعظیم دی
کبھی دائیں جھک کبھی بائیں جھک کر
ہمیں بھی غلامی کی تعلیم دی

مدینہ منورہ سے قرن نہ جانے کتنی دور ہے آپ نقشہ پر دیکھ لیں وہ جتنی دور بھی ہے اتنا دور وہ سارے زمانے کے لئے ہے۔ وہ مدینہ منورہ سے جب بھی اتنا ہی دور تھا اب بھی اتنا ہی دور ہے۔ لیکن سنا ہے اور یہ شنید صرف شنید ہی نہیں میرے نزدیک تو یہ شنید، دید سے زیادہ معتبر ہے کہ وہاں ایک شخص اویس نام کا رہتا تھا اللہ ان سے راضی ہو وہ اتنی مسلمہ و مصدقہ دوریوں میں رہتے ہوئے بھی اتنا دور نہ تھا۔ سنا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا میرے مہربانوں، کرم نوازو، تمہاری قسمتوں کی عظمت پر ہزار بار نثار جاؤں کہ تم نے صدیوں قرب ولذت کے مزے لئے۔ ذرا یہ تو بتاؤ میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو باہم ملے ہوئے تھے یا جدا جدا تھے۔ انہوں نے کہا اویس آنکھ کی پتلی چہرے کے کتنے قریب ہوتی ہے اور اس کا کام بھی صرف دیکھنا ہی ہوتا ہے اور اس کا کوئی اور کام بھی نہیں لیکن جس کے پاس وہ آنکھ بن کر رہتی ہے وہ حیا سے اس کے چہرے کو دیکھ نہیں سکتی ہمیں بھی پتلی ہی سمجھو۔ تو آپ نے فرمایا اے میرے محبوب کی آنکھوں کی پتلیو! نثار جاؤں تمہاری اس حیا کے۔ میں نے ایک دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی۔

میں جب دیکھوں جدھر دیکھوں جسے دیکھوں تجھے دیکھوں
تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

پھر وہ میری آنکھوں کی پتلیوں میں تحریر ہو گئے اور ایسے ہوئے کہ آپ کی کوئی ادا، کوئی فعل، کوئی رنگ مجھ سے چھپا نہیں رہتا۔ اب تو آنکھیں بند کرتا ہوں تو وہ پھر بھی میری پتلیوں میں سمائے رہتے ہیں۔ ہاں

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جاواں کیا نیڑے کیا دوروں

ہاں میرے محبوب کے دونوں ابرو باہم یوں ملے ہوئے تھے جیسے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ اے اللہ! اے میرے پیارے مولا ہمیں بھی ایسی آنکھ عطا کر دے جو دور و نزدیک سے بھی دیکھے تو انہی کو دیکھے جن کے دیکھنے کا انداز تجھے پسند آیا اور بھا گیا۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ

وَ جْهِكَ فِي السَّمَآءِ ہمیں ویسی آنکھ دے دے جو میدان جہاد میں مصروف ساریہ کو دور سے دیکھ کر دشمن کے حملے سے آگاہ کر دے۔ تو غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ دے دے جو فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اِتِّصَالٖ

کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملک یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ پہ رکھا ہوا رائی کا دانہ۔

گائے اور بھینس کے تھنوں کے قریب ایک کیڑا چمٹا ہوتا ہے سفید سا چیچڑ کہتے ہیں اسے۔ وہ دودھ دینے والے دودھ دان تھنوں کے کتنا قریب ہوتا ہے لیکن دودھ سے کتنا دور ہوتا ہے۔ شاید ساری زندگی دودھ کا ایک قطرہ بھی اس کے نصیب نہ ہوا ہو۔ کیوں کہ وہ تو گائے اور بھینس کا خون چوسنے والا ہوتا ہے۔ خون چوسنے والوں کی قسمت میں دودھ کہاں دودھ تو وہ دور رہنے والا آکر لے جاتا ہے جو اس سے محبت کرتا ہے اس کی خدمت کرتا ہے اس سے پیار کرتا ہے۔

اے کاش قرب ایسا نصیب ہو جس میں دوریاں حائل نہ ہوں۔ قرب ملے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سا اور بعد اور دوری بھی ملے تو حضرت اویس کی سی۔ رضی اللہ عنہم

شیر خوارگی کی عمر انتہائی معصومانہ عمر اگر ایسے بچے کی ہو جس کے لئے ان کے اعلیٰ نگہبان و خالق نے فرمایا وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ کہ ہم نے اس پر باقی سب دودھ پلانے والیاں حرام کر دی تھیں سوائے اس کی اپنی ماں کے جو دودھ پینے کی مدت میں بھی حلال و حرام کی تمیز کرنا جانتا تھا۔ اپنے و بیگانے کو پہچانتا تھا، اچھے اور برے میں فرق رکھتا تھا اور جو دودھ کو اپنے او پر حرام ہونے والے دودھ دانوں کی پہچان رکھتا تھا۔ اس کی باقی دوسری ادائیں کیا کم دلفریب ہوں گی، کیا کم حسین ہوں گی کیا وہ کم دل موہ لینے والی ہوں گی لیکن فرعون قریب رہ کر محروم ہی رہا بدنصیب کہیں کا۔

میرے مالک، میرے نگہبان، میرے خالق مجھے ایسے قرب سے بچا لے جو مجھے اتنا دور کر دے جو مجھے نفرتوں کی بھینٹ چڑھا دے۔ میرے حصہ میں بعد زمانی آ ہی گیا ہے تو

کرم فرما، یا اس کی رحمت کی ادنیٰ سی بارش کے چند چھینٹے ڈال دے کہ ہر لحہ قرب کی لذتوں سے سرشار ہی رہوں۔ آمین یارب العالمین بجاہ طہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفا الفا بعد الف۔

انسان تو در کنار اگر مٹی بھی اللہ والوں کی ہم صحبت ہو جائے تو اس میں بھی بزرگی آ جاتی ہے۔ لوگ اس پر جوتا رکھنا پسند نہیں کرتے آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ یہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھے اب ان کی قبر کی مٹی ہم پر سایہ کناں ہے۔

جس شخص کا تعلق بادلوں کی پانی بھری مشکوں سے ہو جاتا ہے وہ بخل اور کنجوسی سے کام کیوں لے گا وہ تو اپنے بیگانے، اچھے اور بروں سب پر برسے گا آ اس کی سخا سے جھولیاں بھر لیں۔

بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اچھی نہیں لگتی۔ اغوا کرتے ہیں اندھے کنویں میں پھینکتے ہیں اور چند کھوٹے سکوں بیچ دیتے ہیں۔ ایسا نہ بن اپنی آنکھ میں حسن پیدا کر اور مخلوق خدا کو اس رنگ میں دیکھ جس رنگ میں مالک نے اسے پیدا کیا ہے پھر تیری نگاہ میں کوئی بھی برا نہ رہے گا۔

جو چشمہ گھر میں بہہ رہا ہو وہ مانگے کی نہر سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

صرف وہ بہار ہی لذت افروز ہوتی ہے جو روئے یار کے دیدار سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر عام انسان کے ندامت کے آنسوؤں کی جزا حوض کوثر ہے تو خواص کے راتوں میں عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنسو بہانے کا کیا اجر ہو گا۔

نیکوں پر نکتہ چینی کرنے والوں کا انجام انتہائی خوفناک ہے۔ ابولہب کا انجام تو تمہارے سامنے ہے۔ چاند پر تھوکنے والے ذرا ٹھہر کہیں ایسا نہ ہو یہ تھوبا تیرے منہ پر ہی نہ آ گرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کا خریدار

اگر کوئی اپنا خریدار چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون بڑا خریدار ہوگا۔ بتا! کیا مول ہے؟ تیری کیا قیمت ہے؟ ثَمَنًا قَلِيْلًا پر نہ بک جانا۔ یہ مَتَاعُ الدُّنْيَا ہے۔ جو بہت ہی قلیل ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی یہ دولت ختم ہو جاتی ہے۔

ہر بولی لگانے والے سے بڑھ کر بولی لگانے والا موجود ہے۔ لیکن اس مالک سے بڑھ کر کوئی تیری قیمت نہیں لگا سکتا۔ وہ فانی جسم خرید کر ابدی جنت عطا کرتا ہے۔ چند آنسوؤں کے عوض حوض کوثر عطا کرتا ہے۔ اس کے بازار میں آ۔ اپنا پرانا مال۔ ناکارہ مال۔ کباڑ خانہ۔ فروخت کر۔ اس کے بدلے نئی سلطنت۔ لازوال سلطنت حاصل کر۔ اگر تجھے اس کاروبار میں کوئی شک ہے؟ تو انبیاء وصلحاء امت کی طرف دیکھ۔ انہوں نے کتنا نفع کمایا ہے۔ کہ پہاڑ بھی نہ اٹھا سکیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا۔ امیہ بن خلف۔ اس کو امیہ ناخلف بھی کہا جا سکتا ہے۔ انہیں کانٹوں پر گھسیٹ رہا ہے۔ دہکتے انگاروں پر جسم کی بوٹیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں۔ خون سے لت پت۔ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے صرف اتنا کہتا تھا۔ پلیز میرا مذہب نہ چھوڑو۔ میرا ایک ووٹ گھٹ جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا دیکھا تو ان کے سینے میں ایک ٹیس اٹھی اس ٹیس میں درد و کرب بھی تھا اور لذت و سرور بھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی تکلیف میں درد و کرب تھا اور اس کے استقبال پر لذت و سرور۔ ہر چیز کا مزہ بلال رضی اللہ عنہ ہی تھا۔ موقع پا کر آپ نے اس کے کان میں کہا کچھ دیر کے لئے اپنے ایمان کو چھپا لو کہ وہ تو چھپے ایمان کو بھی جانتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وعدہ کر لیا یعنی ایمان کے اعلان سے توبہ کا وعدہ۔

دوسرے دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گزرے۔ تو بلال رضی اللہ عنہ کا وہی حال تھا۔ پتہ چلا۔ بلال نے اس توبہ سے توبہ کر لی ہے وہ اس توبہ سے بیزار ہو گیا ہے اور اپنے جسم کا مال اٹھا کر اس نے بازار میں رکھ دیا ہے۔ امیہ نا خلف نے اس کی قیمت کوڑے لگائے۔ سخت کوڑے۔ اور وہ کوڑے لگائے جا رہا تھا۔ لگائے جا رہا تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کہتے۔ ''نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز'' کہ قیمت اور بڑھا۔ اور بڑھا۔ کہ تیری لگائی ہوئی قیمت ابھی بہت کم ہے۔

اس مال کے خریدار۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پیغام بر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی وہ قیمت لگا دی کہ امیہ سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خرید کر انہیں بازار مصطفیٰ ﷺ میں لے گئے۔ بلال رضی اللہ عنہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ اے محمد ﷺ آپ کی محبت میری رگ رگ میں۔ روں روں میں انگ انگ میں یوں سمائی ہوئی تھی جیسے انار دانوں سے بھرا ہوتا ہے اس لئے ایمان کو چھپانے کے لئے وہاں کوئی خانہ خالی نہ تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا ہوا وعدہ۔ ایمان کے اظہار سے توبہ کا وعدہ مجھ سے ٹوٹ گیا۔ اتنی جگہ کہاں تھی دل داغدار میں۔ معذرت چاہتا ہوں۔

اس توبہ سے توبہ۔ جس ایمان کے بدلے جنت ملے اس ایمان کو کیوں چھپایا جائے۔ عشق کی تیز ہوا کے سامنے جسم کی تکلیف ایک تنکا۔

وہ مالک۔ وہ خریدار۔ فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کے بدلے۔ باقی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ دوزخیوں کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا۔ اس لئے۔ کہ اس نے جنت کے شہد کا ذائقہ چکھنے والی زبان دینے والے کو اپنی زبان فروخت ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے صلح تو اسی وقت ہو گی۔ جب ہر غیر سے صلح اور محبت ختم ہو جائے گی وہ کسی معاملے میں اپنی شرکت پسند نہیں کرتا۔

اپنا مال۔غیر کے ہاتھ بیچنے والے۔بتا! تجھے وہاں سے کیا ملا اور کیا ملے گا۔جن کو تیرے مال کی قدر ہی نہیں۔وہ کیا دیں گے۔گائے۔بھینس۔گدھے نے اپنے گلے میں ہیرے۔جواہرات کے ہار اور لاکٹ کبھی نہیں پہنے۔کہ انہیں۔ان کی قدر و منزلت کی خبر ہی نہیں۔اور جن کو سونے۔چاندی۔ہیرے۔جواہر اور موتی کی قدر ہے۔وہ قیمت جھولی میں ڈالے بازار میں گھومتے پھرتے ہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔آپ کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان۔میں تو اب کبھی آزادی نہیں چاہوں گا۔میں جوانی میں خواب دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے چاند بلائیں لیتا ہے اور ستارے جھکنے کو آتے ہیں۔انہوں نے مجھے زمین سے اوپر کھینچ لیا اور اپنا ہمراہی کر لیا۔میں سوچتا تھا یہ خواب میرے دماغ کا خلل ہے ایک غلام زرخرید غلام اور اتنی بلندیاں دیوانے کا خواب ہے یا پاگل پن ہے۔لیکن آپ کے شرف صحبت نے ساری حقیقت کھول دی کہ وہ سورج تو آپ کی ذات گرامی ہے میں تمنا کرتا تھا کہ نور کو دیکھوں آپ کو دیکھا نور علی نور دیکھ لیا۔

اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

حضرت یوسف علیہ السلام، جن کی شہرت سے میں مسحور رہتا تھا۔اور دیکھنے کی تمنا تھی آپ کو دیکھ لیا کئی یوسف دیکھ لئے۔جنت کا نام سنا تھا کریما! مہربانا! تم نے خرید کر جنت میرے قدموں میں رکھ دی۔

آپ نے فرمایا: بلال (رضی اللہ عنہ) آؤ یہ نور عام کریں میں دیکھ نہیں سکتا کہ دنیا اندھیروں میں بھٹکتی پھرے۔ٹھوکریں کھاتی پھرے۔گندی اور بدبودار دلدل میں پھنسی رہے۔میں چاہتا ہوں لوگ دنیا کے جہنم سے نکل کر آئیں میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا دعوت ہے، تبلیغ ہے، پکار ہے، اعلان ہے، آؤ! تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

بلال اس دن سے۔اللّٰہ اکبر۔اللّٰہ اکبر۔اشھدان لا الہ الا اللّٰہ۔ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ۔ اشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔ اشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔ حی

علی الصلوۃ۔ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ پکار رہے ہیں، پکارے جا رہے ہیں، ہر اونچے سے اونچے مینار سے جو آواز سنی جا رہی ہے یہ آواز کس کی ہے؟ یہ آواز بلال رضی اللہ عنہ کی ہے۔

سوچ! بلال رضی اللہ عنہ کو اتنا اونچا کس نے کر دیا؟ یہ صرف اس قدر دان، شکور، غفور، رؤف، رحیم کی خریداری کا کمال ہے جس نے خرید کر اسے انمول کر دیا۔

دھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی دھل گئی
خاک در نے میرے پیشانی کو چمکایا بہت

خوش بختاں دے بد بخت را کھے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یوں تیز تیز بھاگے جا رہے تھے جیسے کوئی عام شخص اس وقت دوڑتا ہے جس وقت اس کے پیچھے کوئی شیر لگا ہوا ہو۔ایک شخص آپ کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا اے عظمت کے بادشاہ! آپ کیوں بھاگ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ایک احمق سے دور بھاگ رہا ہوں۔اس نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ اندھوں، بہروں اور کوڑھیوں کو تندرست فرما دیتے ہیں مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں لیکن ایک احمق سے اتنے خوف زدہ ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: تیرا کہنا درست ہے میں مردے زندہ کر لیتا ہوں مٹی سے پرندے بنا کر اڑا سکتا ہوں، میں اسم اعظم بھی جانتا ہوں لیکن احمق ہونا تو عذاب الٰہی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی آزمائش میں مبتلا ہو تو اس کی مدد کی جاتی ہے لیکن احمق پر تو جوتے برسائے جاتے ہیں، حماقت کا مرض عذاب الٰہی ہے اور لاعلاج مرض ہے۔حماقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایسا اثر ہے جس پر کوئی تدبیر اثر نہیں کرتی۔

احمقوں اور بے وقوفوں سے یوں بھاگو۔جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھاگ رہے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا ہم جیسے لوگوں کی تعلیم کے لئے تھا۔ان کو تو نور حق کی کمال گرمی حاصل تھی وہ احمقوں کی حماقتوں سے کب متاثر ہونے والے تھے۔بے وقوفوں اور احمقوں نے انہیں بھی کمزور جانا لیکن جو سب سے بڑے شہ کے مصاحب ہوتے ہیں وہ کب کمزور ہوتے ہیں۔

احمق لوگ نکتہ چینی اور عیب جوئی کی صفت کو استعمال کرتے ہوئے یوں لگتے ہیں جیسے با یزید ہوں حالانکہ وہ خود یزید سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

حسین وجمیل اورخوبصورت چیز دیکھنے والوں کے لئے ہوتی ہے اندھوں کے لئے نہیں ہوتی۔بلبل کے کانوں میں میٹھا رس گھولنے والی آواز بہرے اور بے حس کے لئے نہیں۔اللہ تعالیٰ نے خوشبو کو بیکار پیدا نہیں کیا سونگھنے والی ناک کے لئے پیدا کیا ہے۔

اگر تو کسی ایسے دوست کی تلاش میں ہے جس سے زندگی کے کسی موڑ پر نفرت نہ ہو تو کسی عقلمند سے دوستی اختیار کر۔احمق اور بے وقوف سے نہیں۔عقلمند دشمنی بھی کسی ڈھنگ سے کرے گا جبکہ بے وقوف اور احمق کی دوستی وقت بے وقت بھی ڈنگ مارتی رہتی ہے احمقوں کے ہاتھ میں اختیار تو ایسے ہی ہے جیسے گنجے کے ہاتھ میں ناخن کہ کھجا کھجا کے اپنا سر ہی زخمی کر لے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی تاریخ ہمارا سرمایہ ہے۔عقلمند سرمایہ سنبھال کر رکھتے ہیں اس لئے وہاں ایک عظمت کا مینار بنا دیا۔اس کی جاذبیت میں اضافہ کرنے کے لئے سیر گاہ کا اضافہ کر دیا۔ہواؤں کی آمد پر جھوم جھوم کر،لہرا لہرا کر خوشیوں سے تالیاں بجانے والے جھنڈے لگا دیئے۔اجنبیوں کے لئے پوری تاریخ کے اوراق پتھروں کی چٹانوں پر ثبت کر دیئے کہ سرمایہ ہے ضائع نہ ہو جائے۔

بلد امین (مکہ مکرمہ) اور شہر خوباں (مدینہ منورہ) کا ایک ایک چپہ ہماری تاریخ تھا مولد رسول اللہ ﷺ ہو یا دار ارقم خوش نصیبی کے تاجدار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کی دیوار ہو یا شہادت جس کے قدم چومے اس سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسکن۔مصلی رسول معظم ﷺ ہو یا کوہ فاران کی چوٹیاں۔غار حرا کی خلوتوں میں چھپے رازوں کی امانت ہو یا غار ثور پر پہرے دینے والے کبوتر و عنکبوت۔آل یاسر رضی اللہ عنہم کی امتحان گاہ ہو یا خبیب رضی اللہ عنہ کے دار ورسن چومنے کی قربان گاہ۔محسن انسانیت ﷺ کی ڈھارس سیدۃ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر ہو یا تقدیر عمر رضی اللہ عنہ بدل کر رکھ کر دینے والی فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی جھونپڑی۔عرش کے شہسوار کی سواری حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی کمزور ترین اونٹنی ہو یا مامور من اللہ قصویٰ کے باندھنے کا کھونٹا۔سیدۃ ام ایمن ام

رسول بعدام رضی اللہ عنہا کی شان والی کنیا ہو یا شیما رضی اللہ عنہا کی لوریاں دے دے کر تاجدار ھل اتی ﷺ کو میٹھی نیند سلانے والی مسہری۔اے عشق و مستی سے سرشارو! ذرا مجھے بتاؤ تو سہی۔

ہر چیز ایتھے چمن والڑی اے
کیہڑی چھڈاں تے میں کیہڑی یار چماں

طاغوتی توحید کے نشے میں مخمور شہر یاروں نے ہر اس نسبت کو نیست و نابود کرنے کی ناپاک جسارتیں کر ڈالیں اگر یہ تاریخ ان کے اپنے اسلاف کی ہوتی تو یہ کبھی ایسا نہ کرتے۔نصیبوں کی کور بختی نے۔حباب آب یعنی پانی کے بلبلے کی صورت۔عین قعر دریا میں رہتے ہوئے بھی جان بخش اور جاں نواز پانی کی تراوت سے ان کو محروم کر دیا اگر حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے پاس جنت سے بے موسم پھلوں کے نزول کی جگہ کو بابرکت سمجھتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کے مَا مُوَدٌّ مِنَ اللّٰہِ کا شرف حاصل کرنے والے اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام اپنے لئے بیٹا مانگتے ہیں تو کیا یہ شرک ہے اگر یہ شرک نہیں تو جس جگہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ پر انوار و تجلیات کا نزول ہوتا رہا ہو اگر اس جگہ کو کوئی بابرکت سمجھتے ہوئے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو یہ شرک کیسے ہو گیا۔کیا محمد رسول اللہ فداہ امی و ابی روحی و عرضی الفا الفا کو مریم بنت عمران علیہا السلام کے برابر بھی درجہ نہیں دے سکتے۔فیا للعجب۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایک مولوی صاحب بہاولنگر سائیڈ کے ہیں اور حدود خانہ کعبہ میں اکثر درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ایک دن حاضرین میں سے کسی نے پوچھ لیا حضرت صاحب! آپ نے اپنا تعارف تو کبھی کرایا نہیں از راہ لطف اپنا تعارف تو کرا دیجئے۔حضرت صاحب فرمانے لگے حقیر پر تقصیر کا نام۔۔۔۔ہے پاکستان کے ایک ضلع بہاولنگر کا رہنے والا ہوں اور عجیب اتفاق ہے کہ میرا خاندان لٹیروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کا خاندان ہے اللہ کے فضل

سے اور آپ لوگوں کے جوڑوں کے صدقہ میں یہاں۔ اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پہنچ گیا ہوں اور ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول میں صرف کرتا ہوں سُبْحَانَ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

سائل نے جسارت کرتے ہوئے عرض کیا حضور اگر آپ جیسا فقیر حقیر پر تقصیر انسان اللہ کے فضل سے اور ہمارے جوڑوں کا صدقہ یہاں پہنچ سکتا ہے تو اگر یہ لفظ میں یوں کہہ دوں کہ جی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جوڑوں اور نعلین پاک کے صدقے یہاں پہنچ گیا ہوں تو یہ کوئی شرک تو نہ ہو جائے گا۔

اب حضرت صاحب کی نازک سی جبین پر بل پڑ گیا اور غصے وندامت اور شرم وخجالت کی کئی ایک لکیریں ان کی پیشانی پر پڑھی جانے لگیں اور وہ غصے میں پھنکارتے ہوئے وہاں سے باعزت روانہ ہو گئے۔

ایک صاحب نے ارباب بست وکشاد میں سے کسی سے کہا حالانکہ وہاں یہ بات کرنا بھی جرم ہے کہ زباں بندی وہاں کا دستور ہے جبکہ وہاں کی گلیوں میں بھی آوارہ بادلوں کی طرح کتے اکثر بھونکتے نظر آتے ہیں۔ ادھر منہ نہ کرو شرک ہے ادھر ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگو کفر ہے۔ یہاں نہ کھڑے ہو بدعت ہے نہ جانے کیا کیا ارشاد ہوتا رہتا ہے۔

انہوں نے کہا جو رویہ آپ لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ سلف صالحین کے ہر اس عظمت کے نشان کو مٹا دیا جائے جس سے تاریخ اسلام کا، عظمت رسول اللہ ﷺ، محبت و عقیدت اور نشان قدرت کا کوئی نشان موجود ہو اگر تاریخ اسلام سے پیار کا انداز واقعی بدعت ہے تو مقام ابراہیم کے ایک پتھر کو اتنے حسین انداز سے محفوظ رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ آخر یہ بھی تو تاریخ اسلام کا ایک ورق ہے حرم کعبہ کو وسعتیں دینے کے حسین کام پر ہر دروازے پر سعودی شہزادوں کے نام مستقل ثبت کر دینے پر سارا حکومتی زور کیوں صرف کیا جا رہا ہے صرف اس لئے کہ تاریخ میں نام محفوظ ہو جائے اور آئندہ نسلیں یاد رکھیں کہ ہمارے اسلاف نے اتنے عظیم کارنامے سرانجام دیئے اور بئر عثمان کو بند کر دینا کہ لوگ آتے ہیں اور

پوچھتے ہیں کہ وہ کون سا کنواں ہے جس کو خرید کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وقف کر دیا اور ان کے اس فعل پر حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: کہ اے عثمان! آج کے بعد جو جی میں آئے کرتو جنتی ہے اس بئر عثمان کو بند کر کے وفاداری ء اسلام اور جاں نثاری کے جذبات ختم کر کے آپ نے اسلام کی کیا خدمت انجام دی ہے۔

بئر جعرانہ کو مقفل کرنا، اس کے راستے بند کر دینا اور مسجد جعرانہ کو کھلا رکھنا کیا یہ اہل اسلام کے دل جلانے والی بات نہیں۔ بیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اس کی جگہ تعمیر شدہ مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام بدل کر مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ کیوں رکھ دیا گیا کہ کہیں لوگ دنیا اسلام کے عظیم سپوت کی اسلام کے لئے قربانیوں اور حضور نبی الاعلیٰ ﷺ کی خدمات کے صلہ میں کوئی محبت کا مارا ان کے حضور اشکوں کی سوغات کا نذرانہ نہ پیش کر سکے اور کہیں دور حاضر کے مسلمانوں میں ان جیسا عشق و محبت پیدا نہ ہو جائے اور اسلام پھر اسی طرح ترقی پذیر نظر نہ آنے لگے کو واحد جو پتھر ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے نقوش قدم چوم کر جھوم جھوم جانا معمولی بات نہیں کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ ہم دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ اس بات کو پیش کرتے۔ شائد کوئی پتھر دل موم ہو کر عظمت رسول اللہ ﷺ پر قربان ہو جاتا اور آپ نے اس تک پہنچنے کے تمام راستے اور پگڈنڈیاں ہی بند کر دیں۔ کہ کوئی یہ معجزہ دیکھ کر اسلام کے اور قریب نہ آ جائے تم کیسے عقلمند ہو تم سے تو وہ دیوانہ بہتر ہے خوش بخت ہے خوش نصیب ہے جو کسی راستے پر بیٹھ کر ان راہوں کو دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہتا ہے جس راہ پر اس کی کسی پسندیدہ شخصیت نے قدم رکھا تھا وہ قیس، وہ دیوانہ، وہ مجنوں جو مشق نام لیلیٰ کر کے اپنے جذبہ عشق و مستی میں مہمیز لگاتا رہتا ہے۔

آپ لوگوں نے محسنہ اسلام سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی کیا یہ فخر کی بات نہ تھی کہ وہ گھر جو آیات بینات الٰہیہ کے نزول کا مرکز رہا ہے

وحی الٰہی کے روزاول سے ساڑھے تیرہ سال کا طویل عرصہ وہ چھوٹا سا گھر خود ذات باری تعالیٰ کی توجہ کا مرکز رہا۔ جبریل امین علیہ السلام اس گھر کے دن رات چکر کاٹتے رہے دنیا بھر میں اہل عرب کو متعارف کرانے بلکہ پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنانے کے تمام اقدامات کا مرکز و منبع یہی گھر رہا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قرون اولیٰ کی تاریخ کے اوراق پلٹ پلٹ کر محفوظ کر لئے جاتے اور بین الاقوامی آثار قدیمہ کو محفوظ کرنے والے کسی ادارہ کے تعاون سے محفوظ کرکے اپنا سر فخر سے بلند کرتے لیکن آپ نے تو ان کا وجود ہی ختم کرنے پر سارا زور، سارا پیسہ، سارے اختیارات استعمال کر لئے۔ کیا محبت اس کو کہتے ہیں؟

نزول قرآن کی پہلی رات اگر شب قدر کہلا کر ہزار مہینوں سے بہتر ہوسکتی ہے اور اس کی بہتری کا مقام آج بھی موجود ہے کہ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کو تلاش کرنے کا عمل جاری رہتا ہے بیدار بخت لوگ اس رات کو بھی پا لیتے ہیں اگر خدانخواستہ نزول قرآن کے روز اول سے آج تک کوئی اس کو پا نہیں سکا تو یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ کا اعلان بے کار محض ہے اگر روز اول کے ساتھ ہی یہ اعلان مخصوص ہوکر رہ گیا ہے تو آج اس آیہ مبارکہ اور اس کے اعلان کی کیا حقیقت ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ کی فضیلت ختم ہوجانی چاہئے کہ نزول قرآن کی ابتداء تو اسی مہینہ میں ہوئی تھی اس کا تقدس آج تک محفوظ کیوں ہے اور اس کے محفوظ کرنے والا کون ہے۔ میں۔ کہ تو؟ نہیں۔ خود ذات باری تعالیٰ جس نے قرآن کے تحفظ کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے وہی ان لمحات کے تقدس کو بھی محفوظ کئے ہوئے ہے اور اسی مہینے کے روزے فرض کر دیئے تاکہ کوئی جدت پسند بدعتی اس ماہ کی عظمت کو کالک لگاتے ہوئے اپنے منہ پر ہی کالک نہ مل لے۔ کیا یہ عوامل یہ ترغیب نہیں دیتے کہ جن اشیاء کے ساتھ جن مقامات کے ساتھ جن شخصیات کے ساتھ کوئی خاص اہم لمحہ نسبت رکھتا ہے اس کی حفاظت اور تعظیم قانون فطرت کے عین مطابق ہے قدرت نے تو عبرت کی آنکھ کھولنے کے لئے فرعون کی غافل لاش کو ہزاروں سال سے محفوظ کر رکھا ہے جو مشرک، نجس، ناپاک، مغضوب علیہ شخص کو

دنیا کی سبق آموزی کے لئے محفوظ رکھتا ہے وہ ذات عشق ومحبت ذات باری تعالیٰ اور عشق محبوب کریم ﷺ کو جلا بخشنے کے لئے اس انداز کو کیوں پسند نہ کرے گا یہ بات انسانی جبلت کے عین مطابق ہے جی چاہتا ہے کہ یہ باب السعود ہے، یہ باب فیصل ہے۔ یہ نام آئندہ نسلوں تک زندہ رہیں۔ یہ شاہراہ فیصل ہے وغیرہ ھم۔ اگر ان سے شرک لازم نہیں آتا کہ کبھی تو آل سعود کے ذہن میں محبت کے جذبات امنڈتے ہوں گے کہ یہ کارنامے ہمارے فلاں نے کئے ہیں تختیاں آویزاں کی جاتی ہیں، بورڈ لگائے جاتے ہیں، یادگاریں قائم کی جاتی ہیں، کیا یہ عقیدتیں عبادت ہیں؟ کیا جن سے عقیدت ومحبت کا اظہار کر کے یادگاریں قائم کی جارہی ہیں ان کو معبود سمجھ کر کی جارہی ہیں؟ ایسا نہیں۔ ہر گز ایسا نہیں۔ کیا صفا ومروہ ہمارے معبود ہیں کیا مقام ابراہیم جس کو مقام ابراہیم سمجھ کر سامنے رکھ کر نفل پڑھتے ہیں وہ سجدہ تو پھر مقام ابراہیم کو نہ ہوا بلکہ وہ سجدہ بھی اسی کو ہوا جو مسجود حقیقی ہے۔ اگر یہ سب شرک نہیں اور یقیناً نہیں تو نسبت رسول معظم ﷺ سے عقیدت کے پھول برسانے سے شرک کیسے ہو گیا؟۔

کوئی مانے یا نہ مانے ساری دنیا کو دوہرا خول چڑھا کر احمق بنالو۔ بے وقوف بنالو اور جس سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی اس سے یہ منافقانہ روش کیسے چھپائی جا سکے گی اس کے پس منظر منافقت کا۔ دشمنی مقام رسول ﷺ کا وہ گہرا اثر موجود ہے کہ نام لئے بغیر بنتی ہے اور نام ونشان مٹائے بغیر نفاق پنپ نہیں سکتا اسے کہتے ہیں۔ لا الی ھو لاءِ۔ ولا الی ھو لاءِ۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ نہ خدا ہی ملا۔ نہ وصال صنم۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ خسر الدنیا والا خرۃ الامان و الحفیظ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان

آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مہمان نواز کون ہوسکتا ہے۔ اہل ایمان تو آپ کے مہمان ہوتے ہی تھے اغیار بھی اس مہمان نوازی کے دھارے میں نہالیا کرتے تھے۔ چند غیر مسلم یعنی کافر آپ کے مہمان ہوئے آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تم سب محبت سے بھرے ہوئے ہو ایک ایک مہمان گھر لے جاؤ بادشاہ کی سیرت کا عکس اس کی فوج اور لشکریوں سے ظاہر ہوتا ہے اگر بادشاہوں کو قوم پر غصہ آجائے تو اس کی فوج تلوار اور نیزے و بھالے چلانا شروع کر دیتی ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا۔ اَلنَّاسُ عَلیٰ دِیْنِ مُلُوْ کِھِمْ۔ کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں ان مہمانوں میں ایک مہمان بہت زیادہ پیٹو تھا اس کی نگاہوں کا قبلہ، دسترخوان ہی ہوتا تھا باقی تمام مہمانوں کو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج کا ایک ایک سپاہی اپنے اپنے ساتھ لے گیا لیکن دسترخوان کو ہی اپنے پیٹ کا اور نگاہوں کا قبلہ بنانے والا پیٹو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں آگیا۔

ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سات بکریاں تھیں وہ اللہ کا بندہ ان سب بکریوں کا دودھ اکیلا ہی پی گیا اور اس کے علاوہ اور بھی جو کچھ تھا وہ بھی کھا گیا باقی سب اہل خانہ اس رات بھوکے سوئے وہ بھی جب سونے کے لئے اپنے حجرے میں گیا تو ایک لونڈی نے غصہ میں دروازہ کے باہر سے کنڈی لگادی آدھی رات کے وقت اس کے پیٹ کا جہنم ابلا گڑ بڑ پیدا ہوئی وہ اٹھا دروازے کی طرف بھاگا وہ بند تھا کہ پیٹ کے بندوں کے لئے اکثر دروازے بند ہی ہوتے ہیں اس نے پیٹ کی گڑ بڑ کو برداشت کیا اور سو گیا چونکہ اس کا باطن ایک ویرانہ تھا رات خواب میں اسے ایک ویرانہ نظر آیا اس نے اس ویرانہ میں حاجت کر دی درحقیقت وہ حاجت اپنے بستر میں ہی کر رہا تھا جب آنکھ کھلی اسے احساس گندگی ہوا تو شرمسار ہوا اپنے دل میں اس نازیبا حرکت پر بہت پریشان ہوا کہنے لگا میرا سونا میری

بیداری سے بدتر ہے کہ جاگنا صرف کھانے کے لئے بنالیا اور صرف کھانا کھانے میں صرف کردیا اور سوتے وقت بستر گندا کردیا کفار بھی محشر کے روز ایسے ہی واویلا کریں گے شور مچائیں گے لیکن یہ کفر کی گندگی دور ہونے کا وقت نہ ہوگا۔

خبر دینے والے نے نبی پاک ﷺ کو باخبر کردیا لیکن آپ نے اس کا دروازہ جلدی نہ کھولا کہ اس کو زیادہ شرمندگی کا موقع نہ ملے وہ شرمندگی اس کے ایمان کا راستہ کھول دے گی آخر کچھ دیر کے بعد آپ نے دروازہ اس طرح کھولا کہ آپ دروازہ کھول کر ایک طرف ہوگئے تا کہ وہ آپ کو دیکھ کر مزید شرمندہ نہ ہو جو کافر نے دروازہ کھلا دیکھا تو بھاگ اٹھا یوں بھاگنا اس کے لئے مناسب نہ تھا چاہئے تھا کہ وہ خود اٹھتا اور بستر بھی خود دھوتا لیکن وہ شرم کے مارے نہ ٹھہرا دروازہ کھلا دیکھا تو فوراً بھاگ کھڑا ہوا ایک سادہ لوح صحابی نے دیکھا اور کہا حضور ﷺ دیکھیں آپ کے مہمان نے کیا کیا۔ آپ مسکرائے اور پانی طلب فرمایا ہر صحابی نے چاہا کہ وہ گندگی خود صاف کرے لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ میرا مہمان تھا اس لئے یہ بستر بھی میں خود ہی صاف کروں گا۔

وہ کافر اپنی مورتی بھول گیا اسے لینے اسے مجبوراً واپس آنا پڑا۔ وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا۔ وَيُزَكِّيهِمْ کی شان والا تزکیہ وتطہر والا اس کی گندگی خود دھو رہا ہے۔ ید اللہ کے ہاتھوں کی شان والا ایسے کام میں مصروف دیکھا تو مورتی بھول گیا اور شرمسار و ندامت کی زمین میں گڑ گیا۔ مورتی (بت) بھلانا ہی مقصود تھا۔ یہ مورتی بھولنا اور شرمساری میں ڈوبنا حضور ﷺ کا اس کی گندگی صاف کرنا یہ سارا عمل صرف اس کو دروازہ تزکیہ وتقویٰ سے گذارنا تھا گذار دیا چادر تطہیر اسے پہنانی تھی۔ پہنا دی۔

آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشار بہہ نکلی ایسے لگتا تھا جیسے صبر و برداشت سے شائد وہ آشنا ہی نہ ہو رونے دھونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنا سر بھی دیوار سے ٹکرانے لگا زمین میں گڑ جانے کو جی چاہا لیکن زمین نے خاموشی سے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں ایسوں کو اپنے پیٹ میں جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ادھر ادھر دیکھا کوئی اس کو منہ لگانے کے لئے تیار نہ تھا

آسمان اور اس کی فضا کی وسعتوں میں گم ہونا تو شائد بلند مرتبت لوگوں کے حصہ میں ہو آخر اسی ذات کو ہی ترس آیا جو

انہیں بھی لگاتے ہیں سینے سے اپنے
جو ہوتے نہیں منہ لگانے کے قابل

ابر روتا ہے تو چمن مسکراتا ہے بچہ روتا ہے تو ماں کے سینے کے اندر کا دودھ جوش مارتا ہے کیا تجھے علم نہیں؟ کہ وہ ذات جس نے ماؤں کو دودھ کی نہریں بخشی ہیں۔ اسی لئے حکم ہے۔ وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا کہ کثرت سے رویا کرو لہٰذا اسے کثرت کے ساتھ رونا ہی چاہئے تھا کہ یہ رونا روح کے چمن میں بہار لاتا ہے

عرب دیہاتی مہمان کو حضور نبی رحمت ﷺ نے اس کے رونے کی وجہ سے خوب نوازا وہ تو دیوانہ ہونے کے قریب تھا کہ آپ نے اس کی عقل کو تھاما اور اس کی درخواست پر کلمات شہادت سے اس کا منہ دھو ڈالا یہ شہادت اس کی دنیاوی زندگی کے مقدمے میں مضبوط ترین شہادت ہے یہ گواہ عدالت میں خوب خوب گواہی دینے والا سمجھ، عین عدالت میں یہ گواہ کل قیامت کو تیرے حق میں گواہی دیتے ہوئے خاموش نہ ہوگا۔

سنگ دل عاشق کا دل موم ہوا مہربان میزبان نے مہمان کو خوب خوب نوازا اب وہ چیخ چیخ کر کہتا تھا جنتوں کے دریاؤں سے چل کر میں اس دنیا میں آ کر ناپاک ہو گیا تھا میرے اندر غفلت کی گندگی اتنی بھر گئی تھی کہ بستر رسول معظم ﷺ تک جا پہنچی۔ اس عظمتوں کے سورج سراج منیر ﷺ کی نگاہ شفقت کی تمازت نے میرے ساری غلاظتیں خفیفہ و ثقیلہ دھو ڈالیں ہیں۔ نہ جانے کیسے میرے اندر چھپے آنسوؤں کے سمندر جاگ اٹھے غفلتوں کی زندگی کی آخری رات اپنی گندگی کی انتہا کو پہنچی۔ پھر میرے آنسوؤں کے پانی نے میری غلاظتوں کو دھویا۔ سرکار ﷺ اپنا بستر اپنے ہاتھ سے صاف نہیں کر رہے تھے آپ میری غلاظتوں کو صفت تزکیہ کے پانی سے صاف کر رہے تھے۔

اس مزکی اعظم ﷺ نے اب مجھے اتنا پاک کر دیا کہ صحابہ کے بعد سارے زمانے

کے متقی، صالحین، غوث وابدال میرے قدموں کی خاک کی منزلت نہیں پاسکتے۔

اس خاک نے چومے ہیں قدم سرورِ دیں کے
وگر نہ کبھی دیکھا ہے مٹی بھی شفا ہو

☆☆☆

دھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی دھل گئی
خاک در نے میرے پیشانی کو چمکایا بہت

ایمان کیا ہے؟

ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مان لینے کا نام ہے جان پہچان کا نام نہیں بعض لوگ آپ ﷺ کی پہچان اتنی رکھتے تھے کہ خدا گواہ ہے۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے بچوں کو جانتے تھے ان کو پہچانتے تھے جیسے لیکن ایمان کے شعبہ میں جان پہچان کام نہیں آتی۔ پھول سے ہر شخص کی جان پہچان ہوتی ہے۔ ہر آدمی ہر ذی شعور جانتا ہے کہ پھول کیا ہے۔ کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مہک، رنگ و نزاکت دیکھ کر جان جاتا ہے یہ کون سا پھول ہے۔ جان پہچان اپنی جگہ ہے اس سے متاثر ہونا اپنی جگہ ہے۔ ہاں! بلبل نے پھول کو جانا ہی نہیں اس کو مانا بھی ہے اور خوب مانا ہے۔ بلبل کا پھول کو مان لینا ہی ایمان ہے پھر اس کے خیال میں گم رہنا اسی کی یاد کو سینے سے لگائے رکھنا، اسی کے تصور میں کھوئے رہنا، اسی کے لئے رونا اور پیہم رونا اور رونا بھی بے سرا نہیں کہ کوئی سنے تو نفرت کرنے لگے بلکہ رونا بھی ایسے درد کے ساتھ کہ سننے والے رونے والے، کو دیکھنے کیلئے بے چین ہو جائیں۔

شمع ہر گھر میں جلتی ہے اور ہر گھر کی ضرورت ہے اندھیروں کی دشمن ہے بلکہ ساری زندگی اندھی راہوں پہ چلنے والے بھی اس کی ضرورت و اہمیت کے معترف ہیں اس کے باوصف اس جان پہچان کو شمع پر ایمان لانے کے مترادف نہیں کہا جا سکتا۔ شمع پر ایمان صرف پروانے کا ہے جیسے اس نے اسے مانا۔ ماننے کا حق ادا کر دیا آپ لاکھ سمجھائیں بھئی! پروانے! دیوانہ ہو گیا ہے جان ہے تو جہان ہے جان بچانا فرض ہے اس لئے اپنی جان بچانے کی سوچو وہ تو محبت میں بھی دھوکے باز ہے پاس بلاتی ہے اور تمہیں موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ لیکن یہ ساری نصیحتیں یہ ساری باتیں بذات خود دیوانہ پن ہے وہ کوئی بات سننے والا نہیں۔ شام کو شمع جلی اور یہ پہنچ گیا اور سب سے پہلے اپنی واپسی کی پرواز کے سہارے

اپنے پر جلا دیئے تا کہ واپسی کی سوچ ہی نہ آسکے۔ گیا اور قربان ہو گیا۔ کہ یہی ایمان ہے کہ جس پر ایمان ہو اس پر جان اور مال قربان کر دینا اچھا لگے۔

چندا ماموں لاکھ دور سہی لیکن ہر گھر میں بستے ہیں اس کا حسن مثالی ہر حسین کو چاند کہہ کر بلاتے ہیں تو جذبات کی صحیح عکاسی ہوتی ہے لیکن جس انداز سے چکور چاند پر ایمان لاتی ہے کوئی اور کیا لائے گا۔ چندا ماموں جس رات ان کا ساری رات راج ہوتا ہے چکور۔ کی مستی دیکھنے والی ہوتی ہے دیکھنے والے بھی بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ چکور، ری چکور، تیری محبت، تیری مستی اور تیرے انداز محبت کے کیا کہنے۔

دنیا کی کوئی زندہ چیز ایسی نہیں جس کا گہرا تعلق بلکہ اس کی اپنی سانس کی ڈوری کا تعلق پانی سے نہ ہو۔ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ ہر زندہ چیز کا ہونا اسی سے، پھر زندہ رہنا بھی اسی سے اتنی جان پہچان بھی ایمان نہیں کہلوائی بلکہ اس کی عظمت اور اس کے وجود پر ایمان جو مچھلی کے حصہ میں آیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔

وہی پانی۔ اس کی زندگی اس کی رعنائی اس کی تمام چاہتوں کا مرکز، اس کا کھیل، اس کا سامان عیش و عشرت، اس کا دین، اس کا ایمان وہی پانی ہے۔ پانی سے جدا ہونا اسکی موت۔ اسے خشکی کے ہزار رنگ پسند نہیں کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ پانی ہی کو مان چکی ہے یہی اس کا ایمان ہے پانی کے غیر کی طرف دیکھنا اس کے نزدیک کفر ہے کفر اور ایمان دونوں ایک گاڑی پر سوار نہیں ہو سکتے۔

ایمان ایک ایسا انمول ہیرا ہے جو ان مول ہے یعنی جس کی کوئی قیمت نہیں اس ان مول ہیرے کو خریدنے کیلئے ابھی کوئی دولت ۔ایجاد نہیں ہوئی۔ اگر کسی احمق نے ایمان کا سودا کر ہی لیا خواہ۔ اس کی کتنی بھی قیمت وصول کر لی دنیا اور مافیھا سب کچھ لے لیا پھر بھی اس نے گھاٹے کا سودا کیا۔ چہ ارزاں فروختند۔

ایمان دار اگر جنت کی تمنا رکھتا ہے تو اس لئے نہیں کہ یہ جنت اس کے ایمان کی قیمت ہے یا اس کے ایمان کا صلہ ہے بلکہ وہ تو جنت کا اس لئے طالب ہے کہ جس ان دیکھے محبوب

ﷺ پر وہ مرمٹا ہے سنا ہے وہاں اس کا دیدار ہو گا اور اگر شہادت کا رتبہ مل جائے تو خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ واصل ہو گیا تو پھر اس دیوانے کی جنت میں بھی طبیعت نہیں لگے گی وہ بار بار کہے گا۔ مجھے پھر وہیں بھیج دو جہاں دیدار یار نے پہلے آنکھ مچولی کھیلی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسی (۸۰) ساتھیوں کے ساتھ حرقل بادشاہ کے دربار میں ایک قیدی کی صورت میں پیش کئے گئے مردانِ عرب میں سے ایک جوان رعنا، خوبصورت، خوبرو، نکھرتا گلاب چہرہ، مضبوط اعصاب، کڑیل جوان، قیدی ہونے پر بھی پرسکون، مطمئن، خودداری کا پیکر جمیل، بادشاہ۔ ہاں ہرقل بادشاہ جو اس وقت سپر پاور اور ویٹو پاور کا مالک تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

عورت مرد کی ہر دور میں کمزوری رہی ہے ایک دانا شخص نے شیر کو پنجرے میں بند کرنے کو دانہ پھینکا۔ عبداللہ (رضی اللہ عنہ)۔ کتنے خوبصورت ہو اس جوانی کو جنگ کی آگ کی بھٹی میں کیوں جھونک دیا ہے تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے چھوڑ وان جھگڑوں کو چند دن ،دادعیش دے لو لطف اندوز ہو لو۔ پھر جو چاہے کرنا مجھے اپنی بیٹی کے لئے ایک خوبصورت اور جوان رعنا شہزادے کی تلاش تھی اور وہ تمام خوبیاں تم میں پائی جاتی ہیں آؤ تمہاری شادی اس سے کر دیتا ہوں اور جہیز میں دیگر سامان شاہی کے ساتھ نصف ملک بھی پیش کرتا ہوں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے اس کی بات خوب تسلی سے سن رہے تھے بادشاہ سمجھا پانی مرتا نظر آ رہا ہے لیکن اس کے خاموش ہونے پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی شان بے نیازی سے ارشاد فرمایا۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیرس جئے ہزاروں جے شہر ہوون میں مدینے دی جھوک توں واردیواں
میرے آقا میں تاج سکندری نوں تیری جتی دی نوک توں واردیاں

بادشاہ وقت کی، حاکم وقت کی، رعونت سے بھرے فرعون کی۔ حکومت کی سپر پاور کی اور ویٹو پاور کی۔ پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

کہاں سے آئیں وہ لوگ جو کہا کرتے تھے ہم سوکھی کھجوریں کھا کر گزارہ کرلیں گے لیکن وقت کے کسی شہریار کی منت نہیں کریں گے۔

ایسی غزل کہی نہ کہیں گے تمام عمر انعام و داد جس پہ ملے شہریار سے

ہائے رے مجبوریاں، معذوریاں، مقہوریاں، لاچاریاں، بزدلیاں سب کچھ چھین کر لے گئیں شہریاروں کی صرف آشیرباد حاصل کرنے کے لالچ میں سب کچھ ہار بیٹھے۔ دل، دماغ، سوچ، فکر ضمیر، وطن ایمان، سب کچھ ہار گئے۔

صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ
گٹھڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی

خوددار۔ فقیر بے نیاز ہوتا ہے۔ بکا ہوا بادشاہ بھی نیاز مند ہوتا ہے وہ فقیر! فٹ پاتھ پر بھی بے فکری سے سوتا ہے اور بادشاہ کو بلٹ پروف محلوں میں بھی نیند نہیں آتی وہ بصیرت و بصارت سے کام لے کر ہزاروں لاچاروں کا حصار ہوتا ہے اور اس بادشاہ کی رعایا کو حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ فیا للعجب! جنگل کے شیر کی حفاظت جنگل کے وحوش و طیور کرنے لگیں یا شیر اپنی رعایا سے جان بچاتا، چھپتا چھپاتا پھرے۔

ہرقل غصے میں دھاڑا۔ اوئے مسلے تیری یہ جرأت ہمارے سامنے دم مارنے کی جسارت۔ خبر دار۔ حکم ہوا ان کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا جائے ایسی سزائیں دو کہ دن کو بھی تارے نظر آنے لگیں۔

پھر مقدس پیٹھوں پر کوڑے برسائے گئے۔ چٹائیوں میں لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے گئے۔ دہکتے انگاروں پر لٹا کر نازک جسم بھون دیئے گئے لیکن زمین، گواہ۔ آسمان گواہ،

فضائیں اور ہوائیں گواہ، خود خدا گواہ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی وہ بال کی نوک کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی جادۂ ایمان سے منحرف نہ ہوئے کہ کسی کو مان لیا تھا۔

آگ کے شعلوں پر۔ایک بڑا سا کڑاہا(بڑا برتن) تیل سے بھر کر رکھ دیا وہ جہنم کے کسی گہرے پاتال کی طرح تپنے لگا، دہکنے لگا، ابلنے لگا، جب اس کا تیل دوزخ کی آگ کا سماں باندھ چکا تو ہرقل نے ایک مسلمان قیدی کو اٹھا کر آگ کی طرح جھلس دینے والے تیل کے کڑاہے میں پھینکنے کا حکم دے دیا حکم کی تعمیل ہوئی۔اس نوجوان کو آگ میں پھینکوانے کو دیکھ کر نہ جانے انسانوں، حیوانوں کے جسموں پر کیسی جھرجھری آئی ہوگی۔

لوگوں کے دیکھتے دیکھتے۔نوجوان کی کھال پگل گئی، گوشت پگھلنے لگا، ہڈیاں گلنے لگیں، خوف و دہشت نے زبردست انگڑائی لی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایمان کی جان ﷺ پر جان کی نذر پیش کر کے ایسا امر ہوا کہ پندرہویں صدی کے اس ابتدائی حصوں میں چلنے والے میرے دل، میری آنکھوں، میرے ذہن وفکر اور میرے قلم کو ایمان کی لذت دے گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باقی قیدیوں کی طرف دیکھ کر دہشت کی تصویر بن کر حرقل کا دیکھنا بتا رہا تھا کہ اب کس کی باری ہے غصے میں اندھی ہونے والی آنکھوں نے بھی دیکھ لیا کہ یہ لوگ جہنم سے اس لئے نہیں ڈرتے کہ وہ جہنم ہے بلکہ اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ جگہ ان کے مالک کے قہر وغضب کی جگہ ہے اور یہ جنت پر اس لئے نہیں مرتے کہ وہاں حور وقصور ہیں بلکہ اس کے اس لئے طالب ہیں کہ ان کے مالک کی رحمتوں کا دھارا ہے۔

کرم تیرے سے ہماری زندگی
ورنہ کیا تھی یہ ہماری زندگی
لطف تیرے سے گذاری زندگی
ظفر چشتی کیلئے یہ اعزاز ہے
تیرے سائے میں گذاری زندگی

غروراور چوردروازہ

عین چوپال میں حقہ پڑا تھا لوگ اردگرد بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ حقے کی ایک جھکی ہوئی نئے کو پکڑتے اور منہ سے لگا لیتے حقے کی دوسری نئے بالکل سیدھی کھڑی تھی۔اور آگ۔دھکتی ہوئی آگ سے بھری ایک ٹوپی اس کے سر کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔

ایک دانشور بزرگ جو سب سے سیانا مجھے نظر آیا میں نے اس سے پوچھا بابا یہ کیا مسئلہ ہے بابا کہنے لگے۔بیٹا۔ذرا غور سے دیکھ۔حقے کی دو نئے ہوتی ہیں ایک جھکی ہوئی اور ایک بالکل سیدھی۔جو جھکی ہوتی ہے اس کو ہر شخص پکڑنے کو بے چین ہوتا ہے اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوتا ہے اور جو اکڑی ہوئی کھڑی ہے اس کے سر پر آگ رکھی ہوئی ہے گویا ہر اکڑنے والے کے سر پر آگ۔

تکبر ایک ایسی زہریلی شراب ہے جسے پی کر انسان تھوڑی دیر کے لئے بدمستی کا اظہار کرتا ہے۔جب اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس کی جان ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دی جاتی ہے۔

شیطان اپنے تکبر ہی کی وجہ سے اپنی ساری زندگی کی عبادت کے کھلواڑے کو آگ لگا بیٹھا اس لئے اس کو کہیں بھی نیکی اور عاجزی کی شمع جلتے دکھائی دیتی ہے تو وہ جل بھن جاتا ہے۔

جو بڑائی انسان کو انسانوں کی طرف سے ملتی ہے ایک وقت آتا ہے وہ انسان اس سے چھین بھی لیتے ہیں ایسی آقائی تو غلامی سے بھی بدتر ہے۔کہ ایسی آقائی کے بعد ذلت ہے اور غلامی سے نجات کے بعد آزادی ہے ہم نے بڑوں بڑوں کو ہواؤں میں بکھرتے دیکھا ہے اور بڑے بڑے نمرودوں کے سروں پر جوتے پڑتے دیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی جمادات یعنی پتھروں کو ان کی بے بسی کی وجہ سے نواز بھی دیتا ہے کبھی ان سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں کہیں سے قیمتی ہیرے موتی جواہرات نکال دیتا ہے۔کہیں ان کے دامن قیمتی دھاتوں سے بھر دیتا ہے اور کبھی تو انہیں ایسی آنکھیں عطا فرما دیتا ہے جسے

وہ دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں آج میرے ہاں کون قدم رنجہ ہوا ہے وہ وجد و حال میں جھوم جھوم جاتے ہیں جس کو قوم کے سردار ابوالحکم کہلانے والے نہ پہچان سکے کہ تکبر و غرور نے ان کی گردن اکڑا رکھی تھی لیکن پتھر کو اس کی عاجزی اور بے بسی کی وجہ سے یہ نعمت مل گئی کہ اس نے ساری کائنات کے صدر جہاں ﷺ کو پہچان لیا۔

متکبروں کی تعریف بیان کرنے کے لئے دنیا میں ایک مینارہ بھی موجود نہیں۔ جب کہ عاجزی کے شہنشاہ عجز و انکسار کے پیکر مجسم ﷺ کی تعریف بیانی کے لئے میناروں کا حساب لگانا مشکل ہے۔

متکبروں نے اپنے نام سکوں پر کندہ کرائے پھر بھی مٹ گئے جب کہ سجدہ ریزیوں میں راتیں گزارنے والے کا نام قیامت تک کے لئے تلاوت کا حصہ بن گیا۔ ان کی شان میں لکھی جانے والی کتاب میں سے کسی ایک حرف کی بھی شان میلی نہیں ہوئی۔ نہیں ہوگی، نہیں ہوگی، نہیں ہوگی۔

تو اگر تکبر و غرور سے اپنے آپ کو ہاتھی سمجھے بیٹھا ہے۔ تو طَيْرًا اَبَابِيْلَ کی سزا بھی تو تیرے لئے ہی ہے جو تجھے كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ بنا کر رکھ دے گی یعنی کھایا ہوا بھوسا۔

گھر میں داخل ہونے کے لئے شرفاء کا طریقہ۔ دروازے سے داخل ہونا ہے اس کے علاوہ باقی تمام راستے شرفاء کے نہیں بدمعاشوں کے ہیں، چوروں کے ہیں، رہزنوں کے ہیں، لٹیروں کے ہیں، نفس عقل کا غلام تھا کتنی چالاکی سے چور راستے سے گھر میں داخل ہوا اور آقا بن بیٹھا۔

دھویں سے دیگ تو کالی ہو جاتی ہے۔ گوشت نہیں گلتا۔ گوشت گلے گا تو ہنڈیا مزیدار ہوگی ورنہ ہر کھانے والا کبھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرے گا۔

جو کوئی یوسف جیسے لوگوں کو ستائے گا آخرت میں بھیڑیا بن کر اٹھے گا بشرطیکہ کوئی یوسف۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ نہ کہہ دے۔

تجھے نیکوں، پارساؤں، مجاہدوں، کی باتیں کیوں اچھی نہیں لگتیں ثقافتی ناچ گانے

والوں اور کھیل کود ولہو ولعب کی چاہ میں سارے پروٹوکول کیوں صرف کر رہا ہے فرق صاف ظاہر ہے سن غور سے سن۔

تکبر عزازیل را خوار کرد

بزندان لعنت گرفتار کرد

یعنی تکبر ہی نے ابلیس کو ذلیل و رسوا کر دیا اور ہزار ہا لعنتوں کی قید میں پھانس دیا۔ سائے پر تلوار نہیں چلائی جاتی تلوار ہمیشہ اس سر کو کاٹتی ہے جو زمین سے سر اٹھا کے چلتا ہے۔ سوہنے نبی پیکر عجز و انکسار نبی ﷺ کی سنت میں عاجزی سے سر سجدے میں رکھ دے جہنم کی تلوار تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی انشاء اللہ۔

حسن عمل کا بہترین نمونہ

نمونہ سامنے ہو تو ڈھالنا آسان ہو جاتا ہے اگر نمونہ بھی ایسا ہو کہ جو خود خالق کو محبوب ہو تو مخلوق کو محبوب کیوں نہ ہو یہ نمونہ بہر انداز بہر پہلو بہر زاویہ حسین و جمیل قابل تقلید و عمل سہل اور آسان ہے۔ عبادت و ریاضت میں نمونہ، فرض کی ادائیگی میں نمونہ، ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں نمونہ، خلوت میں نمونہ، جلوت میں نمونہ، غلاموں میں، بچوں میں، یاروں میں، خوشیوں اور غمیوں میں، غصے میں، محبت میں ہر اعتبار سے ایک حسین و جمیل نمونہ ﷺ۔

غریبوں، مسکینوں، غلاموں، یتیموں، بے سہاروں کو اپنی خاص محفل میں بٹھانے والا، مشوروں میں شامل کرنے والا، ان کے بچوں کو حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح کندھوں پہ بٹھانے والا، جہاں ابوبکر و عمر بیٹھیں، جہاں عثمان و علی بیٹھیں اسی مقام پر بلا امتیاز بلا تفریق بلال و یاسر بیٹھیں، حبیب بن ارت اور عبداللہ ابن مکتوم بیٹھیں لاؤ! کوئی مثال ایسی نمونہ ہو تو ایسا ہو۔ رضی اللہ عنہم۔

لگاتے ہیں سے سینے سے ان کو بھی آقا
جو ہوتے نہیں منہ لگانے کے قابل

درس عمل کا پورا نصاب دینے والا مکمل قرآن دینے والا عمل کی راہ دکھا کر لوگوں کو ترغیب دینے والا خود محفل میں بے عمل ہو کر فرزانگی کی جھوٹی ٹوپی نہ پہننے والا بلکہ پورا مجسم قرآن بن کر راہ عمل میں نمونہ بن کر آگے آگے چلنے والا قرآن پاک کی ایک ایک سورۃ، ایک ایک آیت، ایک ایک حرف میں ڈھل جانے والا۔ دوستوں کو فدا کاری کا درس دے کر ان سے سب کچھ وصول کر کے اپنی تو ند اپنی تجوری اور اپنے خزانے کا حجم بڑھانے والا نہیں بلکہ ادھر سے لے کر ادھر بانٹ دینے والا اپنے خالق کی مخلوق کے درد کو اپنا درد بنا لینے والا اگر کسی کو

گھر میں بھوک سے نیند نہ آتی ہو تو اس کے غم میں برابر کا شریک ہوکر لفظاً نہیں، حرفاً نہیں بلکہ طبعاً مزاجاً فطرتاً شریک ہوکر ساری ساری رات ان کے غم میں رونے والا جذبات ابھار کر لوگوں کو راہ عمل پر گامزن کر کے خود خلوت میں جا کر بے عملی کی چادر اوڑھنے والا نہیں بلکہ عبادت کی لذت بخش کر خود اتنی عبادت کرنے والا۔ کہ لوگوں کے حیرت زدہ ہو جانے پر فرمانے والا کہ لوگو جس محسن اعظم ذات باری تعالیٰ نے مجھے اتنا نوازا ہے اس کا شکر نہ ادا کروں اور خود معبود بھی اس کی عبادت میں وارفتگی کا عالم دیکھ کر خود ہدایت دینے لگے کہ رات کا کچھ حصہ آرام فرمالیا کریں آدھی رات یا اس سے کم و بیش رات عبادت کرلو ساری ساری رات کھڑا ہوکر رکوع و سجود میں مصروفِ عبادت ہوکر رات نہ گزارا کریں۔ ایک طرف یہ سبق دے کر کسی کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو کوئی پیشہ نہ کمتر ہے نہ بدتر اور دوسری طرف خود سوئی دھاگا پکڑ کر اپنے کپڑے سینے لگے اپنے جوڑے خود گانٹھنے لگے۔ چاہنے والوں۔ محبت کرنے والوں جاں نثار کرنے والوں کے ہاتھ کدال پکڑا کر شاباش شاباش کہتا ہوا پاس کھڑا ہونے والا نہیں بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کدال نہ چھوڑنے والا اوران سے زیادہ محنت کر کے دکھانے والا حسین و جمیل نمونہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کا درس دینے والا کہ جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اس کی راہ میں لٹا نہیں دیتے اس وقت تک نیکی و پارسائی کی روح تک کو نہیں پہنچ سکتے اور خود اپنی ہر پسندید چیز راہ خدا میں لٹا دینے والا اسوۂ حسنہ بیٹیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والے قسوت قلبی سے لبریز معاشرے میں بیٹیوں سے محبت کا درس دینے والا خود آپ تقدس مآب طیب و طاہر چادر اپنی بیٹی کے لئے بچھا کر محبت کی راہوں کو ہموار کرنے والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دشمنوں کے مقابلے میں اپنے طالبوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کا درس دینے والا۔ تلواروں، نیزوں اور زہر میں بجھے تیروں سے ڈر کر خود چھپ کر بیٹھنے والا نہیں بلکہ ہزاروں کے مقابلے میں اکیلا رجز یہ اشعار۔

انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب

پڑھتے ہوئے ڈٹ جانے والا کوئی مثال لاؤ۔ کوئی ایسا نمونہ لاؤ کہ جاں کے دشمنوں کے لئے رحمت کا سامان بن جانے والا ہو ایسے میں تو انسان سب تقاضوں کو بھول جاتا ہے۔ اخلاقی پابندیوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے جوش میں ہوش کے دامن چھوٹ جاتے ہیں۔ قہر و جبر کے ماحول میں خلق و مروت کو بے معنے سمجھا جاتا ہے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہی بہادری تصور کیا جاتا ہے کوئی ہے جو ایسے میں بھی وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی مسند پر بیٹھ کر مہذب و غیر مہذب اقوام عالم کے لئے انوکھا نرالا قابل عمل اسوۂ حسنہ تخلیق کرتا ہو جو کہتا ہو ان جان کے دشمنوں کی امانتیں لوٹا دو۔ ان کے گھر گھر پہنچا دو کوئی یہ نہ کہے کہ بے شک ہم سے زیادتی ہوئی اور وہ بھی تو ہماری دولت پر ہماری رقم پر اور ہماری امانت پر ہاتھ صاف کر گیا ہے۔

جو کہتا ہو دشمن کی دشمنی کی طرف مت دیکھو بلکہ دیکھو ان میں ان کے معصوم چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں ان میں ان کی عورتیں بھی ہیں ان میں ان کے بوڑھے بھی بزرگ بھی ہیں۔ بلکہ ان میں ان کے علماء فقراء اور ان کے مذہبی راہنما بھی ہیں کہ غصے میں ان پر بھی نہ پل پڑنا۔ بچوں سے شفقت کرو، اپنے ہوں یا بے گانے، بڑوں کا احترام کرو، مذہبی راہنماؤں کا ادب کرو۔

جو کہتا ہو دیکھو کہ جو غصے میں اندھا ہو جائے وہ انسان نہیں کہلاتا دشمن کے ظلم و ستم کی اندھی آندھیوں کے مقابلے میں ان کی فصلیں تباہ نہ کر دینا ان کے پانی کے ذخیروں میں زہر نہ ملانا ان کے جانوروں اور مویشیوں پر ظلم نہ کرنا کوئی ہے پیکر خلق و مروت کا ایسا نمونہ۔ باتیں بنانا آسان ہے۔ خوبصورت منشور پیش کرنا آسان ہے۔ قانون کے ضابطے تشکیل دینا آسان ہے لیکن خلق و مروت کا نمونہ بننا اتنا آسان نہیں۔ منشور قابل عمل بنانا آسان نہیں۔ قانون کا احترام کرنا اور کروانا آسان نہیں لیکن آپ نے یہ مشکل گھاٹیاں پاٹ دیں اور ایسا حسین آہنگ پیش کیا کہ عقل دنگ ہے فکر انگشت بدنداں ہے لیکن یہ سب کچھ کوئی ایسا مشکل بھی نہیں کہ اس پر عمل کرنا قابل عمل نہ ہو بلکہ ایسا حسین پیکر کہ جو بھی اس سانچے میں

ڈھلتا چلا گیا دنیا کی آنکھوں کا تارا بنتا گیا، روشنی کا مینار بنتا گیا، معاشرے کا قابل صد تکریم واعزاز ہونے کا شرف حاصل کرتا گیا

اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ ایسا نمونہ کامل، ایسا اسوۂ حسنہ، ایسی حسین زندگی کا حامل کہ رضاء الٰہی کی خاطر احکام دین فطرت اسلام پر عمل کرنے کا درس دینے والا گفتار کا غازی نہیں کردار کا بھی غازی ہے۔ شہادت توحید باری تعالیٰ پر ایسا یقین کامل رکھنے والا عقیدہ توحید سمجھانے والا ایسا کہ جب اپنے فرض سے سبکدوش ہو تو اپنے چاہنے والوں پر اتنا یقین ہو جائے کہ خود پکار اٹھے اب مجھے تم میں سے کسی سے بھی تا قیامت شرک کی بو نہیں آرہی۔ صوم وصلوٰۃ کا ذکر ہو تو نہ صرف خود پابند صوم وصلوٰۃ ہو بلکہ اس کے غلام بھی ایسے مصلی بن جائیں کہ جائے نماز پہ کھڑے ہوں تو دنیا و مافیھا کا ہوش نہ رہے ہوش ہو تو بس اس ہوش وحواس کی دولت بخشنے والے کا، روزہ ہو اور خود ایسے ایسے روزے رکھے کہ کئی کئی دن کھانے پینے سے بے نیاز ہو جائے۔ **هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ** کی کیفیت میں ڈوبا رہے۔ آج بھی اگر کوئی کھانے پینے والا یہ تصور باندھ لے کہ **هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ** کہ وہی مجھے کھلا رہا ہے اور وہی مجھے پلا رہا ہے تو یقیناً ایک وقت ضرور آتا ہوگا جب احساس ہو رہا ہوگا کہ واقعی ایسے لگتا ہے جیسے **هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ** کہ اب مجھے وہی اپنے ہاتھ سے کھلا رہا ہے اور وہی مجھے اپنے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

میرے نبی ﷺ کے غلامو! جاں نثارو۔ رمضان ہماری تربیت کا موسم ہے ان کے اسوۂ میں ڈھلنے کا موسم ہے خدائے واحد کی یکتائی اور اس کی ہمہ جہت ہر آن ہر لحہ آگاہی کے تصور میں سارا دن حوائج ضروریہ سے پرہیز کا موسم ہے۔ اس کی مخلوق کے دکھ میں، درد میں ڈوب کر دکھ بانٹنے کا موسم ہے۔ بے حد وعد نعمتوں کی فراوانیوں میں ناداروں کے گھر ان کا حصہ جو میرے اور ترے رزق میں رب نے شامل کر دیا ہے اس کو پہنچانے کا موسم ہے۔ آٹے کی بوریاں کندھوں پر خود نہیں اٹھا سکتے ہو تو ریڑھیوں، تانگوں، مزدوروں کے کندھوں پر رکھ کر بانٹ دو کہ اس بانٹ کا اس سے بہتر کوئی موسم نہیں۔ وہ دیکھو! مدینے کا

والی ﷺ جنہیں ہم حاضر و ناظر سمجھتے ہیں، سنہری جالیوں کے جھروکوں سے تاک رہا ہے، ان کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھیرنے کا موسم ہے ان کی ایک مسکراہٹ کروڑوں کھربوں نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے اور وہ مسکراہٹ انکے دکھی اور مجبور مقہور امت کے دکھ بانٹنے میں ہیں۔

کرم کرنا، شفقت کرنا، پیار کرنا، ان کی پرانی عادت ہے، ان کے کرم کے بادل ہی میرے اور تیرے بخت دھو سکتے ہیں۔

کام تمام کرامت والا — نام دلوں کی راحت والا
باتوں میں دکھ درد کا مرہم — صلی اللہ علیہ وسلم
سارے رنگ جمالوں والے — جلوے سب تمثالوں والے
آپ کا رنگ ان سب پر محکم — صلی اللہ علیہ وسلم
سب لوحیں تقدیروں والی — سب صبحیں تنویروں والی
آپ کے نام اے اسم مکرم — صلی اللہ علیہ وسلم

مٹی جا چڑھی اسماناں

وہ قادر مطلق جس نے انسان کا حقیر مٹی سے خمیر گوندھا اور بڑے بڑے شاہسوار پیدا کیے وہ تخلیق کا پہلا نقطہ ہی اتنا عظیم ہوا کہ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ کہ اس کے سارے فرشتوں نے۔ اپنے سر۔ اس کے حضور مٹی پہ رکھ دیئے۔ ہر قسم کی مخلوقات میں سے افضل ترین۔ مخلوق۔ ملائکہ۔ عظمت کے معترف ہوئے اس کی خلافت زمیں و آسمان کو قبول کیا اور مالک نے بھی ان خاکیوں کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا وہ ہزار بار کہتے رہیں ہم تمہاری طرح اسی زمین کے باسی ہیں لیکن کسی خاکی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم تو اسی خمیر سے بنائے گئے ہو اونچے کیسے ہو گئے۔

وہ پہلا جوہر۔ خَلَقْتُ بِيَدَىَّ یعنی دست قدرت کا شاہکار ہوا۔ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ کی روح سے زندگی کا، عالم کا، عالمین کا، روح رواں ہوا، اور نوریوں سے بھی اونچا کر دیا گیا اتنا اونچا کہ نوری ان کے گھر کا پانی بھرتے ہیں چاکری کرتے ہیں۔

ساڑھے نو سو سال کا ایک طویل عرصہ ایک پیکر خاکی حضرت نوح علیہ السلام نوری تاج پہن کر خاک کے پتلوں کو نورانی راہ دکھاتا رہا ان کی طرف سے مسلسل انکار۔ اس انکار پر بھرپور اصرار۔ اس انکار و اصرار میں نفرت، دوری اور طنز کے تیروں کی بوچھاڑ برداشت کرتا رہا، ہر روز ہر مہینہ ہر سال ہر صدی کے آغاز میں ایک نئے عزم، نئے حوصلے اور بھرپور اعتماد کے ساتھ عین بازار میں پھر ان خاکیوں کے ہجوم میں جا کھڑا ہوتا۔ اے مٹی کے تودو، اے نیند کے ماتو، ہوش میں آؤ، اٹھو، مٹی ہی نہ رہو، انسان بنو، انسانیت کے مرتبہ کو پہچانو۔۔ اور پاؤ لیکن وہ مٹی کے باوے۔ مٹی کے باوے ہی رہنے پر مصر رہے۔

نورانی صفات اختیار کرنے والے ہر دور میں نکھرتے رہے نکھرتے رہے۔ اس نکھار پر دنیا کو حیران کرتے رہے اچھا؟ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ آگ میں کود گئے، دہکتے انگاروں کی،

شعلہ بار فضا کی ،فضا کو چومتے رہے اور ایک اعلیٰ ترین خاک کے پتلے کو جس کو دیکھ دیکھ، خاکی دھوکے کھاتے رہے آگ میں جھونک دیا لیکن ادھر سے مالک نے ان پر آگ گلزار کردی،کرنوں کی شعلوں کی انگاروں کی قسمت جاگی انہوں نے اپنے ہاں اس انوکھے مہمان کو پہچان لیا اور وہ خاکی پھر بھی نہ پہچان سکے۔

چھری کے نیچے گردن رکھ دینا آرے سے پورے جسم کو چروا دینا کوئی معمولی بات ہے۔ وہ تو آزمائش کو سونے کا طشت سمجھتے ہوئے اپنے سر اس میں سجاتے رہے سجاتے رہے،ان کے سر سجتے رہے۔ ورنہ جبریل علیہ السلام تو سدرہ سے آگے ایک قدم۔آگے بڑھانے سے ڈرتے رہے اور وہ اللہ کے بندے دوسرے آزمائش و امتحان کے کوڑے کو ترستے رہے لذتیں لیتے رہے۔

جسم کی بڑائی کوئی معنے نہیں رکھتی ورنہ کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں ایک ہیرے اور لعل کی قیمت سے بڑھ جاتیں حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔

ہاتھی بہت بڑا ہے لیکن حرام ہے بکری ،ہرن بہت چھوٹے ہیں لیکن حلال ہیں پاک ہیں اگر خدانخواستہ صورت قبول نہ بھی ہو لیکن اخلاق اچھے ہوں تو اس کے قدموں میں جان دے دو۔

روزِ اول ہی کسی کو مٹی کے مٹی ہونے پر اعتراض ہوا۔شیطان کو،رجیم کو۔مردود کو۔اس بدبخت کو جنم گی اور اس آگ سے بنے ہوئے جسم کی لپک کی بلندی اچھی لگی اس دھوکے میں مبتلا ہو کر آج تک نفرتوں کی آگ میں جھلس رہا ہے جھلستا رہے گا۔

ایک جگہ مٹی پڑی تھی کہ ایک شخص کے مشامِ جاں معطر کر گئی وہ آگے بڑھا اس نے اٹھایا۔اس سے پوچھا تو مشک ہے یا عنبر ہے تو کیا چیز ہے کہ تیری خوشبو نے میرے دل کو مست کر دیا ہے۔

اس نے جواب دیا میں مٹی ہوں مٹی۔البتہ ایک پھول پتہ نہیں وہ پھول کیا تھا کیسا تھا بس اس کی ہمنشینی نے مجھے مشک وعنبر کا ہمسر بنا دیا ورنہ مٹی تو مٹی ہی ہوتی ہے۔

مٹی کو مٹی ہی سمجھتے رہنے والے اس دھوکے میں ہی مبتلا رہے اور وہ مٹی قدرت کی پسندیدہ نگاہوں میں مقام پاتی چلی گئی۔ مکے کی فضاؤں میں اسی ماحول میں اسی معاشرے میں انتخاب قدرت کی شاہکار شخصیت بلند مرتبوں کو چھوتی چلی گئی۔ اوجھ پھینکنے والے سمجھے ہم نے بڑا تیر مارا لیکن اس کا مقام اور بلند ہو گیا معاشی مقاطعہ کے تحت ماحول میں قید کر کے شعب ابی طالب میں قید کر کے سمجھتے رہے ہم نے کتنا گرا دیا ہے لیکن وہ اور ابھرا اور ابھرتا ہی چلا گیا طائف کے میدان میں اہل طائف نے پتھروں کی بارش کر دی۔ طعن و تشنیع کی بارش برسا دی۔ وہ جتنا اس کو نظروں سے گرانا چاہتے تھے وہ اتنا ہی زیادہ اپنی بلندی کے درجات کو چھوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ سات آسمان اس سے اوپر بہت اوپر۔ سدرہ، عرش، کرسی، سب کچھ عبور کر گئے قدرت نے ان کے لئے ساری بلندیاں ہیچ کر دیں سارے بلندیوں والے نیچے رہ گئے ساری مخلوق نیچے رہ گئی عظمتوں اور رفعتوں کے پیام بر دیکھتے رہ گئے اور مٹی آسمانوں پر چڑھ گئی۔

چلا تھا نور سے جب نور ملنے
زمانہ رک گیا تھا دیکھنے کو

آسمانوں سے بہت اوپر بہت اوپر ساری حدوں کی حد، عرش اعظم سے بھی اوپر، جس سے اوپر ہونے کے مرتبے کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کی مالا دم توڑ گئی، الفاظ کی مالا ٹوٹ گئی۔ اور قدرت نے اس کے لئے اس کی شان و منزلت اور بلند مرتبت کا جھنڈا گاڑنے کے لئے لامکان پر بھی مکان تلاش کر لیا۔ سبحان اللہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صاحب اسریٰ دنیٰ کی سیر فرمانے گئے
عرش حق پر پرچم اعزاز لہرانے گئے

سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَ جْمَلَکَ
مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

اے نیلگوں آسمان کے ستارو، چاندو، سورجو، مریخو، عطاردو، بلندیوں اور پاکیزگیوں کے خمیر سے گندھے ہوئے فرشتو، اے حسین وجمیل جنتوں کی حسین ترین مخلوق حورو جنتی نہرو، درختو اور فضاء بسیط میں اڑنے والی حسین ترین مخلوق پرندو اے زمین پر بسنے والے اشرف المخلوق انسانو، حیوانو، چرندو پرندو درندو میں بھی تمہاری ہی طرح بلکہ تم سے بھی کم ترین اللہ رب العزت کی حقیر پر تقصیر عصیاں کاری کا چلتا پھرتا پرزہ، ناکارۂ خلائق، ننگ دین ووطن، ننگ انسانیت!

نہ جانے کتنی حسرتیں، تمنائیں، خواہشیں تمہارے دلوں میں بھی مچل رہی ہوں گی کوئی اظہار کر سکتا ہے۔ کوئی نہیں چاہت کا اظہار کرنے والوں نے تو خود خالق کائنات کے دیدار تک کی خواہش کا اظہار کر دیا۔

میرے دل میں بھی چند خواہشیں، حسرتیں، تمنائیں انگڑائیاں لے رہی ہیں وہ پوری ہوں نہ ہوں ان کے پورے ہونے کے امکانات ہیں یا نہیں اس سے غرض نہیں میرے دل میں ''ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے'' آپ صرف آمین کہہ دیں۔ چڑیا شہباز بننا چاہتی ہے کانٹا پھول بننا چاہتا ہے، کالا کمبل سفید بننا چاہتا ہے، ذرہ ماہتاب بننا چاہتا ہے، قطرہ سمندر بننا چاہتا ہے، زمین کی سب سے گہری پاتال، ہمدوش ثریا وسدرہ کی تڑپ رکھتی ہے۔

ہاں ہاں۔ میرے دل میں خواہش ہے اے کاش! میں جبریل ہوتا۔ سدرہ سے ہزار بار آتا اور جی نہ بھرتا

بے لقائے یار ان کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

میرے ہاتھ میں جبریل کا پر ہوتا اس کے پر سے مقدس پر سے میں تو صرف محمد لکھتا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ وہاں سے شروع کرتا جہاں سے اس نے ستارہ چمکتا دیکھنا شروع کیا جو ستر ہزار سال بعد دوبارہ چمکتا اور اس کو جبریل نے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا یعنی پانچ ارب چار کروڑ سالوں سے زیادہ سالوں کی داستان حسن و جمال لکھتا میں پرِ جبریل سے لکھتا وہ کیا نظارہ تھا جب ہمارے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی میں پر جبریل سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا ترجمان بنتا ہوں۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَا تو سّلَ اٰدَمُ
مَنْ ذلّتِہٖ بِکَ فَا زَ وَھُوَ اَبَاکَ

یعنی اے ممدوح رب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر لاکھوں سلام ہوں آپ کی ذات والا صفات وہ ذات ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کے باپ ہوتے ہوئے بھی اپنی خطا پر آپ ہی کا توسل اور وسیلہ اختیار کیا۔

پھر میں یوں بھی چند حروف سپرد قرطاس کرتا ہوں۔

اَلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا وَسَعِیْدًا
وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَا الطِّیْنِ وَاقِفٌ

یعنی سنو سنو! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ سردار اور حکمران و فرمانروا کون تھے جو اس وقت بھی سردار و حکمران تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔

ہاں ہاں! اگر میرے ہاتھ میں جبریل علیہ السلام کا پر ہوتا اور وہ مجھے حریم ناز میں ساتھ لے کر چلتے تو میں لوح محفوظ کی عظیم الشان امین علوم و غیوب ربانی تختی پر توصیف حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتا عالم لاحوت و ناسوت کی خلوتوں سے موتی تلاش کر کے سپرد قرطاس کرتا۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الفاً الفاً بعْدَ اَلْفٍ۔

جس طرح باب العلم نے مولائے کائنات نے علی المرتضٰی نے (رضی اللہ عنہ) آپ سرکار ﷺ کا سایہ اپنے سر پر لیا اور سایہ بن کر ساتھ ساتھ رہے میں بھی ساتھ ساتھ رہتا اور تخلیق اول اور شاہکار ربوبیت ﷺ کی شان میں قصیدے لکھتا قصیدے لکھتا رہتا پھر لکھتا ہی رہتا۔ میں مکہ اور مدینہ منورہ کی ہر گلی، ہر کوچہ، ہر بازار میں ساتھ ساتھ ہوتا میں لکھتا کہ آپ کو درخت کیسے پہچانتے تھے در و دیوار کیسے جانتے تھے پتھر کیسے سلام کرتے تھے۔ اور وحوش وطیور کیسے اپنی داستان غم سناتے تھے۔

اگر میں حجر اسود ہوتا اور میرے پاس حجر اسود والی آنکھ ہوتی اور مازاغ البصر کی آنکھ والے ﷺ مجھے بوسے دینے کے لئے تشریف لاتے تو میں دور ہی سے پہچان کر آگے بڑھتا خود آپ ان کی آنکھوں کو چومتا ہدیہ ہائے درود سلام پیش کرتا۔

واحسرتا میں سنگ ریزہ ہوتا اور آپ کے پاؤں کے نیچے آتا تو پھول کی پتیوں کی نزاکتوں کو شرماتا ہاتھ میں آتا تو ہاتھوں کے پاکیزہ لمس کا اعزاز حاصل کر کے آپ کے دشمنوں کی آنکھ میں گھس جاتا اور مالک کون ومکان رب ذوالکرم والا حسان خالق ارض وسما فرماتا اے سنگ ریزے تو میرے محبوب ﷺ کے ہاتھ میں نہیں تھا تو تو میرے ہاتھ میں تھا تجھے انہوں نے نہیں پھینکا تھا۔ میں نے خود تجھے اس انداز سے پھینکا تھا کہ تو دشمن محبوب کی ہر آنکھ کے اندر کے پپوٹوں تک پہنچ گیا اور انہیں اندھا کر گیا۔

اور اگر میں دشمن کے ہاتھ میں ہوتا اس کے قبضے میں ہوتا اس کی بند مٹھی میں ہوتا تو کیا؟ میں اس کا ہوتا؟ میں کوئی اندھا یا جہالت کی مسند کی سب سے اونچی چوٹی پر بیٹھنے والا ہوتا کہ میں پہچان کر ان کا کلمہ نہ پڑھتا نہیں جناب میں دشمن کے ہاتھ اس کے قبضے اور اس کی بند مٹھی میں ہوتے ہوئے بھی صرف آپ کے کلمے پڑھتا آپ پر درود سلام پیش کرتا۔

اے کاش! میں بیت اللہ ہوتا۔ خانہ کعبہ ہوتا۔ تعمیر خلیل وذبیح کا شاہکار ہوتا اپنے تعمیر کرنے والوں کی دعاؤں کے اثرات دیکھنے کو بے چین و بے قرار رہتا۔ جونہی دعائے خلیل و

ذبیح اور بشارت مسیح کے اجلال فرمانے کا وقت آتا تو میں اپنے جاہ وجلال اور وقار و تمکنت کی ساری ٹوپیاں، سارے تاج اتار کر، ان کا مجرا بجالاتا دنیا دیکھتی خود کعبے کے متولی حضرت عبدالمطلب دیکھتے کہ میں ان کے گھر کی طرف جھک جاتا میرے محرابوں کا قدرتی جھکاؤ سجدہ ریزی و مجرا بجالانے کے لئے جھک جاتا۔

چوں بہ آلودہ دیدم پنجہء یک آفتاب
شد مرا ورد زباں یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرَاب

یعنی میں جب ان کا دست مبارک خاک آلودہ دست مبارک حسن و جمال کا مرقع دست مبارک دیکھتا تو قرآن پاک کی یہ آیۃ مبارکہ میرے وردزباں ہو جاتی۔ یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا۔ یعنی اے کاش! وہ جوان کے دست مبارک کے ساتھ مٹی لگی ہوتی ہے۔ اے کاش! میں یہ مٹی ہی ہوتا جو اس رشک آفتاب و ماہتاب ہاتھ سے مس تھی۔ پھر میں بھی رشک آفتاب و ماہتاب ہوتا۔

اے کاش میں قیصر و کسریٰ کے محلات کی اونچی چوٹی پر صدیوں سے کروفر شان و شوکت، عظمت و رفعت اور غرور مجسمہ کا کنارہ بن کر اس انتظار میں رہتا کہ وہ رشک مسیحا دعائے خلیل و ذبیح کب جلوہ افروز جہان ہوتا ہے اور جونہی وہ ساعت سعید آپہنچتی تو میں ٹوٹ کر قدموں میں آ کر گرتا۔ میں ساری بلندیوں پر میں ساری رفعتوں پر ٹھوکر مار کر قدموں کی خاک ہونے میں لطف پاتا۔

اے کاش! میں آتش کدہ ایران کی آگ کے انگاروں کی طرح صدیوں سے نخوت و کبر کی آگ میں جلتی ہوئی ایک چنگاری ہوتا پھر آپ کے میلاد کے وقت میرے دل میں لگی آگ ٹھنڈی ہو جاتی بلکہ مجھے ٹھنڈ پڑ جاتی۔ لوگ مجھے مبارکبادیں دیتے کہ اے آگ کی چنگاری تیرے بھاگ جاگے۔

جب عرب کے چمن میں وہ نور ھدی ہر طرف اپنا جلوہ دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا
کنگرے قیصر و کسریٰ کے گرنے لگے۔ ڈوبتے کلمہ پڑھ پڑھ کے ترنے لگے

آگ آتش کدوں کی بجھانے لگا۔خشک صحرا میں پانی بہانے لگا
سونگھ کر بھینی بھینی و خوشبوئے تن دیکھ کر رحمت حق چمن در چمن
کہہ کے انت نبی۔ پڑھ کے صل علیٰ۔ بلبل خوشنوا چہچہانے لگا
موم پتھر ہوئے۔ بول اٹھے جانور۔الٹا سورج پھرا۔ ہوگیا شق قمر
رفع حاجت کو یکجا کیے دو شجر۔انگلیوں میں سے چشمے بہانے لگا

اے کاش میں چرخ نیلگوں پر چمکنے دمکنے والا لوگوں کومخلوق خدا کورات کی تاریکیوں کے گھپ اندھیروں میں سے نکالنے والا سورج ہوتا اوراس انتظار میں رہتا کہ جب وہ مردہ دلوں کوزندگی بخشنے والا اپنی انگلی کا اشارہ فرمائے اور میں ڈوبتا ڈوبتا بھی واپس حاضر ہو جاتا نظم کائنات کے اصول بدل جاتے۔لا تبدیل لکلمات اللّٰہ کے اٹل اصول بدل جاتے ازل تا بہ ابد نگاہ عالم انگشت بدنداں رہ جاتی۔

اے کاش میں بدر کامل ہوتا۔چودھویں رات کا مکمل چاند ہوتا۔عطاء خداوندی سے نظم عالم میں اپنے فرائض کی ادئیگی کے ساتھ لاکھوں کروڑوں اور اربوں سالوں سے زیادہ عرصہ سے اس انتظار میں رہتا کہ میں ان کا کھلونا بن کر ان کی انگلی کے اشاروں پر ناچتا پھرتا اپنا سینہ چیر کر قدموں میں رکھ دیتا۔بھینی بھینی خوشبوؤں سے معطر چاندنی نذر کرتا۔

واحسرتا! وہ وقت نصیب ہوتا۔میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ''شیما رضی اللہ عنہا'' کی طرح ان کو گود میں اٹھاتا میں ان کی بلائیں لیتا آنکھوں کے رخساروں کے،لبوں کے، پیشانی کے، ابروؤں کے، ننھی انگلیوں کے،معصوم اداؤں کے بوسے لیتا اوراپنے مقدر کے نشے میں جھومتا رہتا۔

ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن بڑھ کے لیتے قدموں کی اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

میں انہی تصورات میں گم چودہ صدیاں پیچھے چلا گیا وہاں میں نے ان کے حضور کائنات کی ہر چیز اسی طرح اپنی اپنی چاہت اپنی اپنی تمنا پیش کرتے دیکھی کوئی آپ کے قدموں پہ لوٹ رہا ہے کوئی اشاروں پر عمل کر رہا ہے آپ کے حسن صورت ،حسن

سیرت، حسن معاشرت، حسن معاملت اور حسن تکلم میں گم اپنا سب کچھ بھلائے بیٹھا ہے کوئی غزل لکھ رہا ہے کوئی قصیدہ رقم کر رہا ہے کوئی نعت پیش کر رہا ہے ایک عجیب نظارہ ہے زمین کے ذرے سے کہکشاؤں تک انسانوں سے حیوانوں تک جنوں سے انسانوں تک ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں توصیف میں واصف بن کر رطب للسان ہے۔

ان میں چند ایک نفوس قدسیہ جو اسی چمن کے خوشہ چیں تھے اسی سمندر سخا کے قطرے تھے اسی آب جوئے رحمت کے مے خوار تھے جو اپنی آنکھوں سے سر کی آنکھوں سے دل کی آنکھوں سے، بصارت سے، بصیرت سے، آپ کو دیکھ کر ان کے حسن تخلیق، حسن خلق سے مستنیر ہوئے تھے۔ ہاں ان سے چند نفوس قدسیہ نے محبوب کی اپنی پیاری زبان میں قرآن کی زبان میں جنت کی زبان میں عربی زبان میں اس سوہنے کے حضور جذبات دل حزیں پیش کیے۔ چند ایک خوش بخت شخصیات کا انتخاب کر کے صفحات ہذا پر بکھیر دیئے ہیں۔

مجھے یقین ہے رحمت حق نے ان لوگوں کے کئی بار منہ چوم لئے ہوں گے جبھی تو ان کی مہک آج تک مدھم نہیں ہوئی وہ ذوق لطیف جس سے سرشار انہوں نے اپنی سرکار کی میرے سرکار ﷺ کی ثناء خوانی کی ہے وہ میری ہر حسرت اور ہر خواہش کی آئینہ وار ہے یہ موتی، یہ ہیرے، یہ جواہرات، یہ لعل و گہر چن کر آپ کے حضور بکھیر دیئے ہیں ایک ایک ورق الٹئے ایک ایک صفحہ پڑھئے ایک ایک لفظ پر نظر جمایئے اور ایک ایک حرف کو پڑھئے۔ دل کی اجڑی بستی میں رکھئے جھوم جھوم جایئے آپ محسوس کریں گے۔

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مصحف ایماں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھینی بھینی خوشبو مہکی۔ بیدم دل کی دنیا لہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کعبے میں ہوں اور سر پے سجدہ ہے بے قرار
شائد میرے نبی ﷺ کا یہیں نقش پاء بھی ہے

اپنے مالک کے حضور چھری کے نیچے سر رکھ دینے سے کتنی خوشیوں کے سیلاب آتے ہیں۔ یہ مجھ سے نہ پوچھو میں حرماں نصیب کیا جانوں۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پوچھ جو ہر حاجی کے ساتھ خوشیوں سے سرشار کعبے کے گرد گھوم رہے ہوتے ہیں اگر وہ ہر حاجی کے ساتھ اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے اس کے ہر پھیرے پہ اس کے ساتھ نہ ہوتے تو حاجی تھک جاتا اکتا جاتا ایک دو طواف کے بعد پھر اٹھ نہ سکتا ہر حاجی جو ہر بار کسی کی محبت کی ٹھنڈی پھوار سے بھیگا ہوا پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے کون ہو سکتا ہے ہاں ہاں! وہ وہی ہے۔ جو میرے آقا و مولا ﷺ کے اباجی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اباجی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہاں انہی کے حضور حاجی کو ہر نمازی کو سجدہ ریزی کی نعمت کی لذت کے بعد صلوٰۃ و برکات کے تحفے بھیجنے کا حکم ہے۔ **اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید**۔ اے ساری تعریفوں، حمدوں اور ثناؤں کے سزا وار مولا۔ اے بزرگیوں کے تاج سجانے والے سب سے زیادہ بزرگ تو اس فقیر حقیر، بے ذوق و بے کیف سجدوں بے کیف پھیروں کے چکر میں گھومنے والے کی طرف سے میرے سوہنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر رحمتوں اور برکتوں کے پھول برسا۔ اس طرح جیسے تو نے آتش نمرود میں تیری خاطر کود جانے والے ابرٰہیم علیہ السلام پر آگ کے انگاروں کو پھولوں کی پتیاں بنا کر بکھیر دیا اور ان کی آل اولاد پر بھی اپنی رحمتوں اور برکتوں کے پھول برسا۔ جنھوں نے اپنا سر **يٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىۡٓ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ**۝ کہہ کر چھری کے نیچے رکھ دیا تھا۔

یہ وہی ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام ہیں جو ہر حاجی کو ہر پھیرے پر کمر پر تھپکی دیتے ہوئے کہتے ہیں بھاگ، اٹھ اس گھر کے اردگرد چکر لگا وہ گھر والا تجھے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور کہہ رہا ہے تیرے ہر پھیرے پر تیرے سارے گناہ یوں ڈھل رہے ہیں جیسے پانی کپڑے کے میل کو دھو دیتا ہے۔

حجر اسود، آب زمزم، صفا و مروہ، وادی منیٰ، مزدلفہ کی ہر کنکری اور ہر کنکر کے پڑنے پر شیطان کے دل سے اٹھنے والی ٹیس پر وہ میرے ساتھ ساتھ خوشیوں سے جھوم رہے تھے۔ گھوم رہے تھے اور مجھے میرے مالک کے حضور قربان ہو ہو جانے پر اکسا رہے تھے۔

کئی بار میرے پاؤں کو ٹھوکر لگی۔ تشکیک کے، شک وشبہ کے روڑے میری راہ میں رکاوٹ بنتے رہے شکوؤں کی زبان کھلتی رہی لیکن ہر ٹھوکر پر میری اماں رانی حضرت ہاجرہ علیہا السلام مجھے اٹھاتی رہیں اور بتاتی رہیں کہ اے میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی راہ پر چلنے والے ذرا دیکھ میں تیرے ساتھ ساتھ ہوں تو میرے رب کی شفقت مجھ پر میرے بیٹے پر میرے سر کے تاج ابراہیم علیہ السلام پر اس مالک کے احسانات کے لا متناہی سلسلے سے خوشیوں کے سیلاب دیکھ۔ یہ صرف اس کے حضور جاں نثاری کی برکات ہی ہیں جو چار ہزار سال سے زائد عرصہ سے جاری و ساری ہیں۔

وسائل نہیں تھے۔ گارا نہ تھا۔ سیمنٹ نہ تھا۔ ریت نہ تھی۔ گو کا سامان نہ تھا۔ لیکن حکم ملنے پر کام کرنے والے اٹھ کھڑے ہوئے سامان خود بخود پیدا ہو گئے۔ پتھر بغیر تیسی کے گھڑتے چلے گئے۔ اونچا نیچا پتھر رکھنے کے لئے جنت سے سامان آ گیا تو بھی اٹھ وسائل نہ سہی راستے میں مایوسیوں کے پہاڑوں کے باوجود اٹھ اور اس کے حکم کی تعمیل میں اٹھ کھڑا ہو وسائل پیدا کرنا اس کا کام ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔

میرے شوہر اس کے حکم کی تعمیل میں مجھے ایک ایسی وادی میں چھوڑ گئے تھے جہاں سبز پتے کا نام بھی کبھی کسی نے نہ سنا تھا میرا دودھ پیتا معصوم بچہ میری گود میں تھا جب وہ جانے لگے تو میرے حیرت و استعجاب کے سوال کے جواب میں انہوں نے صرف ایک انگلی کا

اشارہ کیا تھا کہ یہ اس مالک کا حکم ہے نہ جانے واپس مڑتے ہوئے واپسی کے سارے سفر میں ان پر کیا بیتی ہوگی یہ تو وہ جانیں۔ البتہ میں نے انہیں ان کے حکم کی تعمیل میں اور ان کے مالک کی رضا میں اپنی رضا شامل کرتے ہوئے عرض کیا تھا

لے چل ہاں منجدھار میں لے چل ساحل ساحل کیا چلنا

اور ہاں میرا تو فکر نہ کر میں خوگر ہوں طوفانوں کی

ان کے جانے کے بعد مجھ پر کیا بیتی یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے لیکن مالک کی رضا میں راضی رہنے کی جو عطائیں ہیں ان کا حساب کون لگا سکتا ہے اس لئے اٹھ۔ حوصلہ کر۔ گھر کی فکر نہ کر۔ بیوی بچوں کی فکر نہ کر۔ حالات کا صبر و استقامت سے مقابلہ کر اور اس کے گھر کے گرد خوشی و مسرت سے جھوم جا تیرے گھر کی رکھوالی تیرے بچوں کے لئے سنگلاخ اور پتھریلی زمین کے سینے سے پانی اچھالنا وہ جانتا ہے تو وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہتے ہوئے حکم کی تعمیل میں جت جا پھر کریم کے کرم کی بہاروں اور مسرتوں کے سیلاب دیکھتا چلا جا۔

حجر اسود کو بوسہ دینا نہ بھولنا بوسہ نہ دے سکے تو جہاں تک تیری رسائی ہے وہاں دور سے کھڑے ہو کر اس کو سامنے لا کر بوسہ دیتے ہوئے آگے بڑھنا یہ پتھر بڑے کام کا سہی۔ گناہوں کو چوسنا اس کا کام سہی اس کا جنتی ہونا بھی اپنی جگہ اس کا کل قیامت کو ہر حاجی کی شفاعت کرنے کا مقام اپنی جگہ لیکن اس کا ایک اور مقام بھی ہے جس کو نظر انداز کرنا بد نصیبی کی انتہا ہے اور وہ ہے اس کو تیرے نبی ہاں ہمارے بیٹے محمد رسول اللہ ﷺ کی بڑی پہچان ہے۔ ان کے اعلان نبوت سے پہلے بھی یہ ان کو پہچانتا تھا اور جب بھی ان کا یہاں سے گزر ہوتا تھا تو یہ ان کی خدمت میں سلام پیش کرتا تھا اور دیکھ کر جھوم جھوم جایا کرتا تھا کہ مجھے کفر و شرک کے اندھیروں میں گرے ہوؤں سے بچا کر دیدہ بینا رکھنے والوں کے لئے مختص کرنے والا آ گیا ہے۔ اس کی پہچان پر ہی میرے چاند میری دعاؤں کے ثمر میری آمنہ کے محمد ﷺ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

حاجی! ذرا آگے بڑھ کعبے کے گرد چکر لگا کر تو تھک گیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے تجھے پیاس

لگی ہوئی ہو میرا اسماعیل علیہ السلام تیرے ساتھ ساتھ ہے۔ ذرا آگے آ اس کے قدموں کے بوسے لے کر اچھل اچھل کر نکلنے والے چشمے کا پانی تیری ہر قسم کی پیاس، بھوک، تھکن، بیماری دور کرنے کے لئے بہہ رہا ہے یہ پانی آج بھی اس لذت سے سرشار ہے جو اسماعیل علیہ السلام کے قدم چومنے سے اسے پہلی بار ملی تھی دنیا میں ہر چیز کے اکثر تبدیلیوں سے نام بدلتے رہے ہیں لیکن میرے زبان سے نکلے ہوئے پہلے دن کے لفظ۔ زمزم۔ اس کی ابدا لآباد تک کی زندگی کا حصہ بن گئے۔

اگر کسی کے قدموں کی ٹھوکر پا کر پتھریلی زمین کی گہرائیوں سے نکلنے والا پانی آج تک میلا نہیں ہوا پرانا نہیں ہوا اس کی تاثیر میں کمی نہیں آئی تو سوچ اس قدم والے کی شان اپنا مرتبہ کیا ہوگا یہ اس کے مالک سے پوچھ۔ جس نے کہا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴿۱۰۵﴾۔

چند قدم آگے دو پہاڑیاں ہیں خشک پہاڑیاں کالی سیاہ پہاڑیاں نہ رنگ و روپ نہ سبزہ نہ ہریالی لیکن ساری دنیا کی سبز پوش پہاڑوں کی سردار۔ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں اگر ان کے بلند مقام کو دیکھنے لگیں تو ان کے سر سے بلندی کی ٹوپیاں نیچے آ گریں ان پہاڑیوں نے صرف میرے قدم چومے تھے۔ وہ ایک دن تھا آج سے ہزاروں سال پہلے کا دن پتہ نہیں مالک نے میری خود سپردگی کی لذت ان میں کیسے بھر دی ہے وہ آج بھی لوگوں مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، نیک و بد، سب کو تقسیم کر رہی ہے۔ تو آ۔ ان دو پہاڑیوں کے درمیان میری طرح دوڑ لگا تیری نیت صرف یہ ہو کہ میرے مالک کا حکم ہے کہ اس کی ایک بندی نے اس کے حضور سب کچھ قربان کر دینے والے خاندان کے ایک بچے کی پیاس بجھانے کی تلاش میں سات چکر لگائے تھے میں اس کی سنت ادا کرتے ہوئے پونے سات یا سوا سات اور ساڑھے سات چکر نہیں پورے کے پورے سات چکر لگا رہا ہوں۔ اور بس۔ پھر میں تمہارے ہر چکر پر ساتھ ساتھ ہوں صلے پر نظر نہ رکھ صلہ دینے والے پر نظر رکھ۔ سخیوں کو اپنے در کی لاج ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی شان کے مطابق دینے پر آ ئیں تو دامن کی تنگیاں بھی خود ہی دور کر دیتے ہیں کشکول مراد بھر بھی دیتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر میں۔ میرے جس بیٹے نے اپنے ابا کے ساتھ ہونے کا شرف حاصل کیا تھا جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اس کے ابا جان ان پر لاکھوں سلام ہوں کو اشارہ ہوا یہ اپنا خوبصورت بیٹا۔ پیارا بیٹا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات اس کو ہمارے حضور ذبح کر دے وہ کب چوکنے والے تھے۔ انہوں نے فوراً اس اشارے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّیۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى۔ اس سے کہا میرے لخت جگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک میں نے خواب میں دیکھا ہے تمہیں ذبح کر رہا ہوں ذرا سوچ کر جواب دو تمہاری کیا رائے ہے کیا تم بھی اس کے حضور چھری کے نیچے سر رکھنے کو تیار ہو اس نے آگے سے جواب دیا ابا جی اس معاملہ میں سوچنا بھی کفر ہے۔ یہاں عقل، سوچ، نظر کی رسائی نہیں مجھے تو آپ کی نظروں کی عطا سے جو خیر اور محبت ملی ہے اسی سے سرشار ہو کر عرض کرتا ہوں ۔ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ ابا جی! آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریئے رہی میری بات تو میں صابر وشاکر ماں کا بیٹا عہد کرتا ہوں اور یقین سے عرض کرتا ہوں۔ سَتَجِدُنِيۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

زر، مال، زمینی دے کے۔ اک جان کمینی دے کے

چم قدم شرینی دے کے۔ اساں جان جہان توں پایا

فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ (صافات:103)۔ پھر جب وہ آمادہ بہ جاں نثاری ہو گئے۔ دونوں نے سر تسلیم جھکا دیا۔ ایک نے چھری تیز کر لی اور دوسرے نے اپنا سر، اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دی اور دونوں نے عرض کیا۔ مالک!

ہے جبیں تیری سلامی واسطے

ہے میری گردن غلامی واسطے

تو اس کی طرف سے ندا آئی۔ وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُۙ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا (صافات)۔ اور ہم نے آواز دے کر کہا۔ اے ابراہیم۔ بس ٹھہر جا تو نے اپنا خواب سچا کر

دکھایا تم سے جو کرنا ممکن تھا تم نے کر دیا ہم تو دنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ جس شخص کے سر پر ساری مخلوق کی سرداری اور امامت کا تاج سجایا ہے ان کی، ان کے بیٹے کی، ان کی بیوی کی فدا کاری ایسی ہوئی ہم نے اسے کہا تھا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا تم نے وہ سب کچھ کر دکھایا۔ اب ہماری طرف سے انعامات۔ اکرامات۔ فیوضات و برکات کے سیلاب دیکھ۔ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اب ہر کوئی ابراہیم تو نہیں بن سکتا اور نہ ابراہیم نام رکھنے سے بنا جا سکتا ہے اب ہم یوں کرتے ہیں کہ تیرے بیٹے کے عوض وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی ایک جانور ہی ذبح کر دے اور ٹھیک اسی دن کرے اور اسی نیت سے کرے تو ہم اسے بھی ابراہیم کا چاہنے والا سمجھ لیں گے۔

اے میرے بیٹے! میں تیرے نبی کی ماں ہوں۔ ہاجرہ۔ ماں کی دعا جنت کی ہوا۔ میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔ چل منیٰ میں چل اور ایک جانور اسی تصور سے ذبح کر کہ مجھے ہی حکم ہو رہا ہے میں ابراہیم ہوں جانور میرے سامنے اسماعیل ہے بس چھری پھیر دے وہ مالک تجھے بھی تیری حیثیت کے مطابق اتنی نعمتوں سے نوازے گا کہ جو تیرے دامن میں سما نہ سکیں۔

اے میرے بیٹے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے وہ کالا کلوٹا۔ شیطان۔ کم بخت۔ ہمیں بھی اکسانے آیا تھا اور تجھے بھی اکسائے گا وہ اتنا کالا تو نہ تھا بڑی شئے تھا یہ ساری زمین کے چپے چپے پر اس نے سجدے کئے ہوئے ہیں کہتے ہیں فرشتوں کا استاد تھا لیکن کم بخت میرے اور تیرے بلکہ پوری انسانیت کے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکاری پر دھتکارا گیا اب تک ساری خدائی کی طرف سے لعنتوں اور پھٹکاروں کی ایسی پھٹکار پڑی ہے کہ اس کو کالا کلوٹا شیطان کہا جانے لگا یہ اب بھی تجھے اکسائے گا ہزار وسوسے ڈالے گا۔ اس لئے قربانی سے پہلے اور بعد تین دن سات سات پتھر اس کو مارنا لازمی ہیں بے شک وہ بڑا موذی ہے۔ لیکن فکر نہ کرنا میں تیرے ساتھ ہوں اسماعیل تیرے ساتھ ہے ابراہیم تیرے ساتھ ہے بلکہ ہم سب کا رب بھی تیرے ساتھ ہے ہمت کر آگے بڑھ تیرے پتھروں کی مار

سے ہمارا سینہ ٹھنڈا ہو جائے گا کہ تو نے ہمارے دشمن کو مارا ہے۔

تیرا دامن لاکھ گناہوں سے آلودہ ہو اگر یہ سب کچھ کر گذرے اور دل کی گہرائیوں سے کہہ دے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝ (الانعام) تو تو ایسا بن کر نکلے گا ایسا نکھر جائے گا ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

کعبے میں ہوں اور سر پئے سجدہ ہے بے قرار
شاید میرے نبی کا یہیں نقش پا بھی ہے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خسروا! عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آج، اس کے ذکر جمیل سے صفحات وقرطاس کو مزین کیا جارہا ہے۔جس کا پرچم اعزاز لہرانے کے لئے لامکاں پر بھی، مکان تلاش کرلیا گیا۔

جماعت ملائکہ کا سردار، جبریل (علیہ السلام)، جس کے تلووں کے بوسے لے لے کر، اپنے مقدر جگائے۔

مرسلان جہاں، جس کے پیچھے، ہاتھ باندھے، مقتدی بن کے کھڑے رہیں۔ رکوع سجود کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کے اشارہ کے منتظر رہیں۔

جس کا روپ، ساری دنیا کے گلی کوچوں میں، بستی بستی میں، قریہ قریہ میں، ہر عقل مند متنفس، اپنے چہرے پہ سجائے۔ لوگوں سے عزتیں کرواتا پھرے۔

جس کا ذکر عبادت، جس کا ہر کلمہ غیر متبدل قانون ہے جس کی ہر ادا، مرکز نگاہ خدائے قدوس وبرتر اور جس کا ہر بول، مشیت ایزدی کے عین مطابق ہو۔

جس کی صفت وثنا کرتے کرتے، صدیاں بیت رہی ہوں، اور اربوں، کھربوں اور سنکھوں حروف اس کی شان میں لکھ دیئے گئے ہوں۔ لکھنے والوں کے قلموں کی روشنی، لکھتے لکھتے نہ جانے کتنی بار خشک ہوگئی ہو۔ اور ابھی اس کی ثنا کی تمہید کا آغاز ہی ہوا ہو۔

جس کے قدموں کی خاک، بڑے بڑے اپنے قیمتی ملبوس پر غازے کے طور پر رکھ لیتے ہوں۔ بلکہ خاک راہ محبوب ہی ان کے لئے سب سے قیمتی پوشاک ہو۔

ہر سیدھی راہ چلنے والا، اس کے جلائے چراغ کے علاوہ، کسی اور چراغ سے روشنی لینا پسند ہی نہ کرتا ہو۔ بلکہ ہر راہبر کا جلایا ہوا چراغ ٹمٹا تو رہا ہو۔ لیکن اس کے چراغ کے سامنے سارے چراغ چندھیا گئے ہوں۔

جس کی زبان سے نکلی ہوئی بات، آج بھی اسی طرح نئی نکور، جس طرح آج سے ڈیڑھ

ہزار سال پہلے تھی۔

جس کے کچے چبوترے پر بیٹھنے والے۔ شاہان عجم، قیصر و کسریٰ کے تاج، اپنے قدموں تلے روندتے پھرتے ہوں۔

جس کے ادنی ریزہ خواروں، جاں نثاروں کی سواریوں، گھوڑوں کے سموں سے نکلنے والی چنگاریاں اور قدموں سے اڑنے والی دھول، اور زبان حال سے نکلنے والی آواز اور ہنہنانے کی آوازوں کو، دنیا کی سب سے زندہ کتاب، ازلی و ابدی کتاب کے ایک ورق میں محفوظ کر لیا گیا ہو۔ ہر دیکھنے والا، ہر سننے والا، ہر پڑھنے والا۔ ان کے ذکر کے ایک ایک حرف سے آج تک نیکیاں کما رہا ہو۔ اور نیکیاں بانٹنے والا، ان کے ذکر کے حروف کو کبھی پرانا، بوسیدہ اور بے لذت نہ ہونے دے۔ جب بھی کوئی دیکھے۔ جب بھی کوئی سنے اور جب بھی کوئی، خالق کائنات کی طرف سے ان کی کھائی ہوئی قسموں کو پڑھے، جھوم جھوم جائے۔

ان کی پڑی سے اترا ہوا انسان کبھی دانش مند نہ کہلائے۔ اس کے سامنے اپنی عقل مندیوں کی پھلجھڑیاں چھوڑنے والا، احمقوں کی کتاب کا سرورق نظر آئے۔

جس کے گھر کے باہر باندھے دراز گوش، بے عقل گدھے بھی عقل مند ہو جائیں، وہ عقل مندوں کے نام یاد کر لے۔ ان کے گھروں کو پہچانے، ان کے گھروں کو جانے والے راستوں کو جانے۔ حکم کی تعمیل میں بھاگا پھرے۔

اس کی سواری (قصویٰ اونٹنی) جس کی اپنی کوئی کل سیدھی نہ ہو۔ وہ بھی مامور من اللہ ہو جائے۔ اسے ان دیکھے راستے۔ بھی معلوم ہوں۔ اسے اپنے میزبان کا حلیہ یاد ہو۔ اس کے گھر کو جانے والی گلی کی ہر نکڑ کو پہچان کر ادھر ہی مڑتی ہو۔ جدھر جدھر اسے مڑنے کا اشارہ مل چکا ہو۔ پھر اپنے میزبان کے گھر تک پہنچنے میں خطا سے پاک ہو۔ اسے خبر ہو۔ کون انصاری غریب۔ اس پر سواری کرنے والے کے انتظار میں۔ اپنی آنکھیں۔ کبھی کا باہر چوکھٹ پر ہی رکھ چکا ہو۔

جس کا لعاب مبارک، منہ کا تھوک، کھاری کنوؤں سے، کھاری پن ہی کشید کر لے۔ ہر

زخم پر ایسا مرہم بن کر چپک جائے۔ کہ شفاوآرام کو آئے نہ بن پڑے۔

دنیا کے بلند میناروں سے، اس کا نام، اتنا بلند ہو رہا ہو، جتنا اس کے بلند ہونے والے نے اسے بلند کرنا چاہا ہو۔ دنیا جانے کہ اس کے نام سے، اس کے ذکر سے، اب کوئی نام اور ذکر بلند نہیں۔

آسمانوں کی بلندیاں، جھک جھک کر، چاروں طرف سے دیکھ رہی ہوں کہ اتنے بلند نام والا، کسی زمین کو عرش بنا چکا ہے اور کتنے پرسکون انداز سے آرام فرما ہے۔

اس کی یاد خلوتوں کو، تنہائیوں کو، مجلسوں کو حسین بنائے۔ اس کی یاد، دلوں کو مردہ دلوں کو، زندہ کرے۔ محفلوں میں جان پیدا کرے۔ خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرے۔ اسی کی یاد تڑپائے بھی، رلائے بھی، ہنسائے بھی، گدگدائے بھی، اس کی یاد کی ہر ٹیس سکوں ریز ہو، اس کی یاد کی تڑپ میں مزہ بھی ہو، اس کا فراق دوا بھی ہو اور سر پر حفاظتی ردا بھی ہو۔

وہ ساری دنیا کا گواہ، گواہ ایسا کہ آنکھ دینے میں خطا نہ کرے اور گواہی دیتے ہوئے کسی کے دباؤ میں نہ آئے۔

اندھوں کو تو یوسف بھی اچھا نہیں لگتا۔ اپنے ہاتھوں ایسا یوسف بے قدری سے ویران کنویں میں پھینک دیں۔ اور جب اس سے بھی جی نہ بھرے۔ تو اپنے گمان سے ہمیشہ نظروں سے اوجھل کرنے کے لئے چند کھوٹے سکوں بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ میں بیچ بھی ڈالیں۔ اور چاہنے والوں کو اس کی دوری ایک پل چین نہ لینے دے۔ دیکھنے والے دیکھیں۔ حسن میں ڈوب کر اپنے ہی ہاتھوں سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ خریدنے والے گھر کا سارا اثاثہ، ساری دولت، ساری تجوریاں لا کر قدموں میں ڈھیر کر دیں۔ سر سجدوں میں جھک جائیں، زیارت کرنے والوں کے دل آنکھیں اور پیٹ اتنے سیر ہو جائیں کہ تین تین ماہ کوئی بھوک، کوئی اشتہا، چاہت کا اظہار ہی نہ کرے۔

یوسف کنعانی، ماہ کنعانی تھے۔ ہم ماہ دن کی بات کرتے ہیں جن کے ماتھے کی روشنی سے بھیک لے کر ماہ آسمانی روشن ہوا ہے۔ دیکھنے والوں کی نگاہیں سیر ہی نہیں ہوتیں، دل

بھرتے ہی نہیں۔ دیکھ دیکھ جی بھرتا ہی نہیں۔ جو قریب ہوا وہ اور قریب ہوا۔ اس کے دل سے قدرت نے دور ہونے کی چاہت ہی کشید کرلی۔

انگلیاں فیض کے چشمے، آپ رحمت کے سوتے، جاگ اٹھیں تو ایک پیالے سے پندرہ پندرہ سو پانی پئیں، وضو کریں۔ پیاسے جانور سیراب ہوں، خالی برتن اور مشکیزے بھریں۔ دیکھنے والے دیکھیں کہ دست مبارک سے پنجاب رحمت کی ندیاں جاری ہیں۔

دنیا کا کوئی یار، کوئی دوست، کوئی بیلی ناراض ہوگیا ہے غم نہ کر خوشیاں منا۔ تو اس کے فریب سے اس کے پھندے سے بچ گیا۔ اللہ کا محبوب! ایسا دوست، کبھی ساتھ نہ چھوڑے نہ قبر میں، نہ حشر میں۔ ساتھ دے۔ ساتھ نبھائے، کام آئے، ساتھ جائے، ساتھ لے کر جائے۔

صلی اللہ علی محمد و آلہ و اصحابہ بعدد معلوم لک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقدم

بڑوں سے آگے بڑھنا۔ احمقوں کا سردار ہونا ہے۔ جو براہ راست اسرار و رموز معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پر شہاب ثاقب کے بم گرائے جاتے ہیں۔ کہ بلا واسطہ راستہ طے کرنے والوں کو کچھ ایسی ہی سزا ملنی چاہیے۔ ان کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ اسرار و رموز کی باتیں، حاصل کرنے کے لئے انبیاء و رسل اور اولیاء اللہ سے رابطہ قائم کیا جائے، گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے بنائے جاتے ہیں۔ دیواروں پر چھتوں کو پھلانگ کر آنے والے، چور اور ڈاکو کہلاتے ہیں۔ جن کی سزا شہاب ثاقب ہیں۔

مشرکین مکہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر، گھر کے دروازے سے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دیواریں پھلانگ کر یا پیچھے کی طرف سے چھت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہوتے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہوتا جس کی عقل گھاس چرنے نہ گئی ہوتی تو وہ ان سے پوچھتے۔ اے احمقوں کی دنیا کے رہنے والو کیا اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج چور بناتا ہے۔ کہ چوروں کے انداز اختیار کرتے ہو۔

اپنی رائے سے سوچنے والے اپنی ناپختہ عقل اندھی عقل سے راستہ پوچھنے والے، چلتے چلتے جتنی دور بھی نکل جائیں، کسی نہ کسی گڑھے میں ضرور گریں گے۔ شعور و آگہی کی روشنی کی شمع راستہ مختصر بھی ہوگا اور روشن بھی۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ بینا اور نابینا دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اگر عام سا کوئی راہبر ہزاروں ماننے والوں سے بہتر ہو۔ تو اگر دنیا کے تمام رہبروں، قائدوں، ریفامروں، صلحاء و اولیاء، انبیاء و رسل کے امام، سب کے امام و قائد کی بات ہو۔ تو ان سے بڑھ کر بینا کون ہوگا۔ اس سے تقدم کی سوچ اندھے پن کے سوا کچھ نہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہاں۔ ناپختہ عقلوں سے یا براہ راست علوم حاصل کرنے والوں کا حج ایسا ہی ہوتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے گھر آنے کے آداب اور مناسک حج پوچھنے کے لئے اللہ کے نبی ﷺ کے دروازے پر آتے تو حاجی بنتے، چور نہ بنتے۔ دروازوں کے راستے سے گھر میں داخل ہونا، سعدوں کا کام ہے چوروں کا نہیں۔

گھر کے باہر دروازہ اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اگر تیرا دل گھر میں داخل ہونے کو چاہے یا صاحب خانہ سے ملنے، محبت کرنے، تعلقات استوار کرنے، روابط قائم کرنے کو چاہے پھر گھر والے کے دل کے اسرار و رموز سے آگاہ ہونے کو جی چاہے تو دروازے کی کنڈی کھڑکا، کال بیل دے پھر انتظار کر۔ اپنائیت کے انداز اختیار کر۔ کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جایا نہیں کرتے، نذر اپنی، جھولی میں ڈال کر رکھ۔ نیاز مندی اختیار کر، دروازہ کھل جائے، گھر والا اندر آنے کی اجازت دے دے تو گھر میں داخل ہو ورنہ باہر انتظار کر۔ پھر دوبارہ کسی وقت آ دروازہ کھٹکھٹا، اوقات ملاقات، ذہن میں رکھ۔ ایک دن دروازہ کھلے گا، گھر والا کسی دن تو پوچھے گا۔ یہ کون کھڑا در بار ہمارے کبھی تو صاحب پوچھیں گے۔

یہ بات تو کھل کر کہہ دی گئی ہے کہ اے میرے بندو! اب تمہیں عرش تک آنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک پہنچنا کوئی آسان نہیں۔ اب تم اس کے پاس جاؤ۔ جس نے عرش بھی دیکھ لیا۔ اور عرش والا بھی دیکھ لیا ہے۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔ جو اسرار و رموز بتانے ضروری تھے۔ وہ میں نے سارے ان کو بتا دیئے ہیں وہ خلوت و جلوت کے سارے رازوں سے آگاہ ہیں۔ اب تم آسمانوں کا طویل ترین راستہ کیوں اختیار کرو۔ تمہارے پاس نہ رفرف، نہ براق اور ان کے پاس ہر وہ چیز موجود ہے جس کا تم تصور کر سکتے ہو۔ ہم نے ایک خاکی کو سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ ایسے راز عرشیوں کو بھی معلوم نہیں اس لئے۔ عرشیوں کے راز عرشیوں سے نہیں۔ خاک نشینوں سے پوچھو۔ وہ خاک نشین، تمہاری خاک میں پھل پھول اور سبزہ اگا سکتا ہے۔ ﷺ

اے اہل عرش خاک نشیں ہم سہی مگر
یہ فرش خاک مسند شاہ دنیٰ بھی ہے ﷺ

طوفان نوح میں غرقابی سے بچنے کے لئے ایک شخص کا اپنی عقل سے بنایا ہوا طریقہ کام نہ آیا۔ غرق ہوا اور نام ونشان مٹ گیا۔ عبرت وافسوس کا دوسرا نام ہوا۔ کشتی نوح صرف اس لئے ہی بنائی گئی تھی کہ اب ہر سرکش کو اپنا سر اٹھا کر چلنے کی سزا ملنے والی ہے جو کشتی میں بیٹھا، وہ بچا، وہ نجات پا گیا۔ اگر تو نبی نہیں، تو امتی بن، بادشاہ نہیں تو رعایا بن، خودسری چھوڑ، اس راہ میں بغیر راہبر کے چلنا، اپنے کو کھو دینا ہے۔

دشت طلب میں تنہا نکلو، یا پھر اس کے ساتھ چلو
جس کی ٹھوکر راہ نکالے، راہ میں ٹھوکر کھائے کم

مرید کا چپ رہنا اور شیخ کامل کی ہدایات پر عمل کرنا ہی بہتر ہے۔ اپنی طرف سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ جب اپنی ہی کرنی ہے۔ تو پھر پیر استاد کا کیا مطلب۔ اگر امتی خود نبی بن بیٹھے۔ تو یہ تو یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ کے فیصلے کو چیلنج کرنا ہے۔ عتاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ مرتد ہونا ہے واجب القتل ہونا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کشتی میں سوار ہونے کی بجائے، طوفان سے خود ہی بچ نکلنے کا دعویٰ کرنے لگا۔ کہنے لگا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، عقل کا اندھا اوپر سے اوپر چڑھنے کی سوچنے لگا اور نبی سے آگے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا حکم ماننے والے ہی نجات پائیں گے۔

اہل اللہ کے قدموں کی خاک بن، ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ بصارت کو نہیں بصیرت کو عام کرتا ہے، بصیرت انسان کو اوندھے منہ گرنے سے بچا لیتی ہے، اونٹ کانٹے چباتا ہے تو اس کی نظر تیز ہوتی ہے۔ اگر تو بھی یہ ناگواریاں برداشت کرلے۔

تو تیرے اندر بھی معرفت کے گل بوٹے اگیں گے، آگے نہ بڑھ۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ رسول اللہ سے آگے بڑھنا راہ کی ناواقفیت کی وجہ سے ایسی کھائی میں گرائے گا۔ کہ جہنم کی پاتال تک پہنچ جائے گا۔

جب مبتدی، اپنے قول کو اپنے صاحب کے قول کے برابر جاننے لگے، یا اس سے اچھا سمجھنے لگے تو وہ بات کرتے وقت بھی ادب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتا، جب وہ اپنے اعمال کو

اپنے شاہد کے اعمال کے برابر جاننے لگے۔تو ناصح سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہو جاتا ہے۔ ایسا بندہ اپنے اعمال کا نام جو کچھ بھی رکھ لے۔خواہشات ہی کے دائرے میں رہے گا حبط اعمال۔اسی کا مقدر ہے،حبط اعمال کے ساتھ اس سزا سے بے شعوری،اس سے بھی بڑی سزا ہے۔العیاذ باللہ

سورۂ مزمل اور شب خیزیاں

راتوں کو جاگنا۔ اگر شیخ کہلانے کے لئے ہوتو اس سے کتا اچھا کہ وہ راتوں کو جاگتا ہے۔ اپنے مالک کے دروازے پر نوکری کے فرائض ادا کرنے کے لئے جاگتا ہے وہ حق خدمت ادا کرنے کے لئے جاگتا ہے، مالک کے دروازے سے مالک کی رحمت سے اسے جو رزق، جو نعمت اور نوازشیں ہوتی ہیں اور صرف اس کے کرم سے ہوتی ہیں۔ اس کے شکرانے میں جاگتا ہے۔ شیخ کہلوانے کے لئے نہیں جاگتا اسے یہ بھی خبر ہوتی ہے کہ یہ مالک کا کرم ہے کہ اس نے صرف اپنی مہربانی سے اس کے لئے اپنی عطا کے اور گھر کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ ورنہ نجس اور ناپاک چیزوں کو کون پسند کرتا ہے۔ کون پیار کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝۱۔ اے چادر میں لپٹنے والے۔

حسین و جمیل اور لذت بھرے الفاظ سے محبوب سے خطاب یہ اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و محبت کا اظہار ہے، چادر اوڑھنا، محبوب کی سنت ہے اور پھر اس چادر کو صاف اور پاک رکھنا، تقاضاء ادب ہے۔ سنت محبوب اور اس کا ادب اس کی پاکیزگی اور تقدس، محبوب ﷺ کے محبّ رب ذوالکرم والا حسان کے کرم کو کرم و احسان فرمانے پر آمادہ کرتا ہے۔ جلوت و خلوت میں یکسانگی، کریم کے کرم کی توجہ دینے پر اکساتی ہے۔ دن بھر صرف اس کی خاطر مصروف رہنے والا صرف اسی کے اشارہ کے مطابق بولنے والا جب مخلوق، آغوش نیند میں چلی جائے اس وقت اپنے ہی محبوب کے حضور اپنی شب اس کی نذر کر دینے والا۔ جب اتنی دیر کھڑا رہے کہ ہر دیکھنے والے کو صاف نظر آجائے کہ پاؤں ورم آلود ہو جاتے ہیں۔ تو مالک از راہ شفقت و محبوب کیوں نہ کہہ اٹھے۔ کہ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝۲ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۝۳ رات کو قیام فرمائیں مگر تھوڑا نصف شب یا اس سے بھی کچھ کم کر لیجئے۔

سرکار ﷺ کے معمولات میں یہ بات شامل تھی۔ کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آرام

فرماتے اور آخری حصہ میں قیام فرماتے۔ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد جلد سو جانے والے ہی رات کے آخری حصہ میں اٹھ سکتے ہیں۔ رات خلوت ہے اور دن جلوت ہے، خلوت کی حقیقت رات ہے اور جلوت کی حقیقت دن ہے اور خلوت روشن ہو، بیدار ہو، جوان ہو، تازہ ہو تو جلوت بھی روشن و بیدار ہو ہی جاتی ہے۔

آدھی رات کے بعد شب بیداری کے لئے اٹھنا، حضور نبی رحمت ﷺ کے اضافی مرغوب ومحبوب طریقوں میں سے تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس کے پیش نظر نماز تہجد کے وقت کا تعین کیا گیا ہے۔ نماز تہجد کا وقت رات کا آخری نصف حصہ ہے۔ یا اس سے کچھ کم۔

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۝ یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

شب خیزی، وشب بیداری، چونکہ سرکار ﷺ کا پسندیدہ عمل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کا وقت رات کا آخری نصف حصہ ہے۔ ہاں اس میں کچھ وقت بڑھا بھی لیا جائے تو راحت وفرحت کا باعث ہوگا۔ البتہ یہ بات ذہن میں محفوظ کر لینی چاہیے نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۝ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔ کہ ارشاد کی تعمیل میں قیام لیل کو بڑھا کر عشاء تک لے جانے کے معنی میں نہیں۔

شب بیداری میں آہ وزاری کی نعمت بھی اس کا انعام ہے۔ اگر مالک اس انعام کا کسی کو مستحق بنا لے تو بڑی خوش بختی ہے سحر خیزی اور نماز تہجد کے ساتھ ترتیل قرآن پاک، اسرار و رموز کے دروازے کھولنے کے مترادف ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا مفہوم یہ ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر اور آرام سے پڑھا جائے۔ اس کے وقوف و رموز کا ان کے تعین کے ساتھ خیال رکھا جائے۔ اگر حسن صوت یعنی اچھی آواز کا حسن موجود ہو۔ تو زینوا القران باصواتها پر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنتا ہے قرآن پاک، ادب سے، لحن داؤدی سے ٹھہر ٹھہر کر اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی نیت سے پڑھا جائے۔ احکام الٰہی کی شان قدر اور منزلت کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو تلاوت قرآن پاک کا ثمر ہی کچھ اور ہے۔

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا۝ ہم عنقریب ایک قول ثقیل آپ کی طرف القا کرنے والے ہیں۔ گہری نیند اور گرم بستر سے رات کے وقت اٹھنا بذات خود ایک گراں بار امر ہے۔ اپنے نفس پر حاکم ہونا، اللہ کے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر عامل ہونا، دنیا اور آخرت کے راستے روشن کرتا ہے۔ اگر راتوں کو جاگنے میں سے کسی کو جاگ لگ جائے تو راتوں کو جاگنا گراں بار اور بوجھل نہیں ہوتا۔ یہ جاگنا مقدر جگاتا ہے۔

گر تجھ کو یہ باور نہیں تو خود بھی کر کر دیکھ لے

یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ طالب اور مطلوب، عابد اور معبود، مالک اور مملوک ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے سوا کسی اور نصیب نہیں ہوتی۔ قدرت بڑی فیاض ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن بڑے سے بڑا سخی ہیرے جواہرات ایسے ہی نہیں لٹاتا رہتا۔ وہ بھی ظرف دیکھ لیتا ہے۔ پیٹ کے بھوکے کی لعل و جواہر سے بھوک نہیں مرتی۔ اس لئے سخی بھی اسے روٹی کے دو ٹکڑے دے دیتا ہے کہ جا تیری طلب یہی ہے یہی لے جا۔

قول ثقیل کی تحمل اور برداشت ایک انتہائی مشکل امر ہے۔ مشکل ترین امر کے لئے صبح کے وقت کی حاضری، شب خیزی و شب بیداری، خلوتوں کی سجدہ ریزی، بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ شب بیداری بذات خود ایک مشکل ترین عمل ہے۔ اگر اس کام کے لئے تسلسل کی نعمت ہاتھ آ جائے۔ تو قول ثقیل کے لئے آمادگی اور برداشت بھی مالک کی طرف سے انعام میں مل جاتی ہے۔ تسلسل اور باقاعدگی۔ شرط اول ہے۔ کیونکہ قول ثقیل، حق و صداقت پیغام الٰہی، حکم خداوندی کی ترویج و اشاعت کے بعد معاندین، مخالفین، مشرکین اور کفار کے معاندانہ اور مخالفانہ رویہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کو برداشت کرنے کا حکم ہے۔ ان منکرین کی طرف سے مخالفت کو۔ ان کی کم علمی سے تعبیر کر کے ان پر ترس کھاتے ہوئے اپنی ٹیسیں برداشت کرنا اور پھر ان کو مسلسل راہ وفا راہ فلاں دکھانے کے لئے کمربستہ رہنا اور اس کے تمام مساعی عمل میں لاتے رہنا۔ جتنی مخالفت بڑھے۔ اتنا ہی ان کے لئے مروت سے کام لیتے رہنا۔ بڑا بھاری کام ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ بے شک دن میں بھی آپ کے لئے تسبیح طویل ہوتی ہے۔حق کی تلاش و پیاس رکھنے والوں کی بھی اس دنیا میں کمی نہیں۔ان کو اگر کہیں روشنی کی کرن نظر آنے لگے،دوری کی دھوپ میں جھلسنے والوں کو کہیں قرب و جوار کا سایہ ملنے کی آس لگ جائے۔گمراہی کی اندھیروں میں ٹھوکریں کھا کھا کر تن تن زخمی کرنے والوں کے لئے آگاہی کے مرہم کی امید بر آنے لگے۔تو ان کا آنا،دن بھر آتے رہنا،ان کے جسمانی امراض،ان کے روحانی امراض کو دور کرنے میں مدد دینا،ان کے دکھ دور کرنا،زخمی دلوں پر محبتوں کا مرہم رکھ کر چین وسکون کی دولت کا بانٹنا۔دن بھر آنے والوں کو خوش آمدید کہنا۔ان کی سلامتی کا پورا پورا دھیان رکھنا ان کو روشن راہ دکھانے میں مصروف رہنا،ایک تسبیح طویل ہے،بڑی مصروفیت ہے اور بڑی مبارک مصروفیت ہے۔خدمت خلق کی جاں کاہی بچوں کا کھیل نہیں بڑے مردوں کا کام ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ اور اپنے رب کے اسم کا ذکر کیجئے اور اسی کی طرف توجہ رکھیے۔لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے،ان میں گھل مل جانے،ان کے دکھ بانٹنے،ان کے درد سننے اور ان کے دردوں کا مداوا کرتے ہوئے،اپنے رب کی مخلوق کی خدمت میں اپنے رب کے ناموں کا ورد،سبحان اللہ کیا خوب صورت اور زود اثر نسخہ ہے۔یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور درود شریف پڑھنا اور پڑھتے رہنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔جس طرح محبوب کو وہ مرغوب ہے۔اسی طرح اس کو یہ مرغوب ہے لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے۔اگر یہ سلسلہ سنت الٰہیہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں پر عمل جاری رہے اور مقصود صرف رضا الٰہی ہو تو بڑی راحت ملتی ہے۔یہ کام جب بھی راحت فزا تھا،یہ کام آج بھی راحت فزا ہے۔ذرا اٹھ دونوں سنتوں پر عمل کر کے دیکھ،ذائقہ چکھ اس خیر کو پا کر اگر ہر غیر تجھے بھول نہ جائے تو گریبان فقیر حاضر ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ جو مشرق و مغرب کا رب ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں (بس) آپ اس کو وکیل بنایئے وہ مشرق و مغرب کا ہی

رب نہیں وہ رب المشارق بھی ہے اور رب المغارب بھی ہے۔ پالنے والا، پرورش کرنے والا۔ اپنے زیر پرورش، ہر ذی روح یا غیر ذی روح کی طلب وضرورت کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ ان کی ضرورت وطلب پوری کرنے کی پوری قدرت بھی رکھتا ہے۔ جس طرح ایک ماں اپنے بچے کی وہ بات بھی سمجھتی ہے جو وہ ابھی کر نہیں سکتا اور ہر وہ اشارہ سمجھتی ہے جو اشارہ کرنے کی ابھی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس سے کہیں کروڑ مرتبہ زیادہ وہ اپنی مخلوق کی طلب وضرورت کو سمجھتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے وہی ذات ہی معبود بننے کے لائق ہے۔ سجدہ شکر وممنونیت اسی کو زیب دیتا ہے نہ اس جیسی کوئی ذات اپنی قدرت کی مالک ہے۔ نہ اس جیسی کوئی ذات عبادت کے لائق ہے۔ کیوں نہ اپنے ہر کام میں صرف اسی کو ہی اپنا کارساز بنالیا جائے، کارساز اور وکیل جاننے، ماننے کا حق یہ ہے کہ اپنا حق بندگی ادا کر کے اسی سے اسی کے محبوب ﷺ کی اتباع کی بھی توفیق مانگی جائے۔ کہ یہ بھی اس کے کرم وفضل کی مرہون منت ہے۔ اور اس سے التجا بھی کی جائے۔ کہ ہماری کارسازی بھی فرما اور ہمارے کام میں آسانیاں بھی پیدا فرما۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴿۱۰﴾ اور آپ ان باتوں پر صبر فرمائیں اور بڑے احسن انداز سے ان سے کنارہ کشی فرمالیں۔

حق بات کہنے پر حق کو تسلیم کرنے کی خو نہ رکھنے والوں کی طرف سے، دل آزاری پر صبر اور حسن اخلاق کے پیکر جمیل بننے کا حکم ہے۔ حق کا انکار کرنے والوں کی طرف سے تکلیف دہ باتوں کو صبر واستقلال سے برداشت کرنا یہ ہے۔ کہ ان کی بے علمی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہ صرف ان کی ہدایت کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں بلکہ ان کے لئے راہ حق پر چلنے کو آسان بنانے کی کوشش کی جائے کہ سورج اپنی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والی چمگادڑوں کو کبھی بددعا نہیں دیتا۔

جو کہ طائف کی گلیوں میں زخمی ہوئے　　ان کی تبلیغ ودعوت پہ لاکھوں سلام

وَ ذَرْنِيْ وَ الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴿۱۱﴾ آپ ان بڑے مالدروں،

صاحبان نعمت کو اور مجھے چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔

صاحبان نعمت، صاحبان دولت وثروت، اپنی نعمت دولت وثروت کے نشے کی ترنگ میں، فخر وغرور اور نخوت ورعونت سے حق بات کا انکار کر رہے ہیں۔ آپ کی دل آزاری کرتے ہیں۔ تکلیف دہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اے رحمت وشفقت کے پیکر حسین آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور انہیں میرے حوالے کر دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ پھر دیکھیں ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔

یہ اس سامان نعمت، مال ودولت کی موجودگی کی شان کو تو دیکھتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ نعمت دینے والے کی قدرت کیا ہے۔ وہ کتنا بڑا صاحب اختیار ہے۔ اس کے حضور کے پیش ہوتے وقت پیشی کا علام کیا ہوگا۔ مہلت بھی ایک نعمت ہے بشرطیکہ مہلت کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ ایسوں سے کنارہ کشی امر الٰہی ہے پھر ان سے نپٹنا اللہ کے ذمے ہے۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ ہمارے پاس بیڑیاں (بھی) ہیں۔ اور بھڑکتی آگ (بھی)

منکرین حق کو بھاری بیڑیاں پہنا کر ساکن کر دیا جائے گا اور ان کی بداعمالی کی سزا میں بھڑکتی آگ ان کے لئے شعلہ زن ہوگی۔ یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ بندوں کو بھاری بیڑیاں پہنا کر ان کو ساکن کر دینا بندے کا حق نہیں اور نہ کسی کو آگ، بھڑکتی آگ کی سزا دینا بندے کا حق ہے۔ یہ حق صرف اسی حق کا حق ہے جس کا حق ہے۔

وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ اور گلے میں پھنسنے والا طعام اور المناک عذاب، اعمال کا پورا پورا صلہ دینے والا، صرف اللہ ہے۔ وہ برے اعمال کی سزا میں گلے میں پھنسنے والا عذاب اور اس کے علاوہ دوسرا دردناک عذاب ان کو دے گا۔ جو راہ حق پہ نہ خود چلتے ہیں۔ نہ کسی کو چلنے دیتے ہیں۔ اس کے لئے اندھے کنوئیں کھودتے ہیں۔ اور دوسروں کو زبردستی ان میں دھکیلنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ کھانا، جو انہوں نے اپنے پیٹ

کے جہنم کو بھرنے کے لئے راہ حق سے ہٹ کر کما کر کھایا وہ ان کے گلے کی پھانس بن جائے گا۔ روز محشر اور اس کے بعد کی مستقل زندگی میں ایسا ہی کھانا دیا جائے گا جو مستقل ان کے گلے میں پھنس جائے گا نہ باہر نکل سکے گا نہ پیٹ کی بھوک مٹائے گا۔ یہ عذاب بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ البتہ اس کے علاوہ ان کے لئے جو دردناک عذاب ہوگا۔ اس کے کرب کا اندازہ آج لگانا ناممکن ہے۔ گلے میں پھنسنے والا کھانا ہرگز نہیں کھانا چاہیے اور نہ کسی کو پیش کرنا چاہیے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ جس دن پہاڑ اور زمین تھرتھرائیں گے اور پہاڑ ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی مضبوطی کی کوئی حیثیت نہیں۔ پہاڑوں جیسی مضبوط چیز، ریت کے ٹیلوں کی ہو جائے گی۔ یہ پہاڑ تو اس نے خود زمین کی زینت کے لئے، سطح زمین کو برقرار رکھنے کے لئے، لوہے کی میخوں کی طرح گاڑے ہوئے ہیں۔ یہ پہاڑ کی میخیں زمین سے نکال لی جائیں گی پھر یہ زمین تھرتھر کانپنے لگے گی۔ جیسے ایک مسلسل ختم نہ ہونے والا زلزلہ آ جائے اور خود پہاڑ روئی کے غالوں کی مانند یا ریت کے ذروں کے مانند اڑتے پھرتے ہوں گے۔ اس زمین پر بسنے والی مخلوق کا عالم کیا ہوگا۔ قیامت کی ہولناکی کا ایک ادنیٰ تصور منکرین حق کے لئے روح پر کپکپی طاری کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے کہ تم پر شاہد رہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

قرن ہا قرن سے، زمانہ ہائے قدیم میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب کذب وصداقت کا فیصلہ کرنے والے شاہدین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پہنچے ہوں۔ سیدھی راہ چلتے رہنے والے اور اس راہ میں آنے والی تکالیف کے کانٹے اپنے مضبوط ایمانوں کے قدموں سے کچلنے والوں کی جنت، ابدی خوشیوں مسرتوں اور بہاروں کی نوید سنانے والے شاہدین میں سے سب سے آخری نبی، شاہد، رسول، داعی الی اللہ اور سراج منیر کا درجہ سب سے بلند

ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر دور میں نافرمانوں کو، نا ہنجاروں کو، کفر و شرک کی دوریوں میں بھٹکنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے نذیروں میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام سب سے عظیم تر ہے۔

تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی۔ پھر ہم نے اسے سخت سزا دی۔ اپنی بھلائی، بہتری چاہنے والوں کی جو نافرمانی کرے۔ اس سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور انجام بھی انتہائی عبرتناک ہوتا ہے۔ فرعون نے بھی سابقہ نا ہنجار امتوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ کی، پیغام کی قدر نہ کی، ان کی صداقت کی روشن نشانیاں بھی اس کی اندھی عقل کی آنکھوں کے پردے نہ ہٹا سکیں۔ آپ سے مسلسل دشمنی اور عداوت جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نیکی کی توفیق چھین لی اور اپنی گرفت میں لے کر ایسی سخت سزا دی کہ آج بھی عبرت کا نشان ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور / 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر 4 جلد

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء

مولانا محمد اکرم الازہری، مولانا محمد سعید الازہری اور

مولانا محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:۔ 7220479 -042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411









1Z 34

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
  فیکس 7238010
- دا الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2630411-2212011
  فیکس 2210212